امام بیہقیؒ کی زندگی اوران کا علمی مقام

وہ امام، حافظ الحدیث، علامہ تھے۔ خراسان کے شیخ تھے، جلیل القدر فقیہ تھے، ذہین فطین تھے، اصولی تھے، دنیا سے بے رغبت تھے، اطاعت شعار تھے، متقی اور پرہیز گار تھے، صاحب تصانیف کثیرہ تھے، مذہب کے اصول وفروع کی تائید ونصرت پر کمر بستہ تھے، کنیت ابو بکر تھی، نام احمد بن حسین، نسبت بیہقی نیشاپوری تھی۔ ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام خسروگرد (نیشاپور میں) علاقہ بیہق کی بستی میں پیدا ہوئے تھے۔ قصبہ یا شہر بیہق میں پرورش پائی تھی۔ انہوں نے ۳۹۹ھ اپنے شیوخ سے تعلیم حاصل کرلی جبکہ ابھی آپ کی عمر پندرہ تک ہی پہنچی تھی۔ اور محدثین کی جو عادت تھی علم کی تلاش میں سفر کرنا، اس کے مطابق امام بیہقیؒ بھی مختلف شہروں میں گئے۔ عراق اور حجاز کا سفر کیا۔ نوقان میں حدیث کی سماعت کی اور اسفرائن، طوس، مہرجان، اسدآباد، ہمدان، دامغان، اصفہان، رائے، طبران۔ نیشاپور، رودبار، بغداد، مکہ الغرض تمام آفاق واطراف میں گھومے۔

ان تمام مذکورہ اسفار میں اس خشوع وخضوع کرنے والے نفس سے تقویٰ اور پرہیزگاری کا ظہور ہوا۔ آپ ان اسفار میں اللہ کی راہ دیکھتے اور اللہ کی رضا کے لئے علم طلب کرتے رہے۔ (اس حال میں کہ) زندگی کے شدائد پر صبر کرتے رہے، نہ کسی چیز کی قلت کا شکوہ کیا اور نہ ہی کسی چیز کے نہ ہونے کا۔ بے شک ان کی ہمت عالی تھی اور مقصد ارفع تھا۔ وہ علم سے بڑھ کر کوئی مقصد نہیں دیکھتے تھے جو درس سے زیادہ نفیس اور پاکیزہ ہو۔ درحقیقت یہی چیز ان کی قوت اور ارادے کی مضبوطی کا سبب تھی۔ اور اس قوت کی نسبت عظیم تھی۔ اس کے ذریعے نفوس بلند قرار پاتے ہیں اور یہی حقیقت تھی جس کو نبی کریم ﷺ نے علماء کی اعلیٰ مثال قرار دیا۔ اور اسی کو نفوس میں قائم رکھا اپنے اخلاق واعمال کے ساتھ۔ آپ کے فضائل کو جو جانتا ہے اور علم رکھتا ہے وہ نبوت اثر کا اقرار رہے۔ آپ کی پوری اُمت اسی کے گرد زندگی گزار رہی ہے۔

کوئی انسان ایسا نہیں جو اپنے نفس کے گرد دنیا کے منافع کا دائرہ تنگ کردے اور کسی کا اسلام ہرگز صحیح اور کامل نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنے لئے کامل مثال اور کامل نمونہ نہ بنالے۔ اپنے پر جبر کرے اور پریشان نہ ہو۔ اور مخلوق سے نہ ڈرے۔ یہی اعلیٰ اخلاق تھے جن کو بیہقی نے اخذ کیا۔ اور اس سے انہوں نے تمکن اور قدرت حاصل کی اپنے مقصد ارادہ کی پاکیزہ اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی رضا کا انتظار کرتے ہوئے اور دنیا کے تکلفات کو کم سے کم کیا اور تیس سال کے طویل عرصے تک روزے کو ترجیح دی تاکہ اس کے ذریعے اپنی رُوحانیت کو اُونچا کریں۔ اللہ کی عطا کے سوتے جلا پذیر ہوجائیں اور اس کے چشمے نئے ہوجائیں اور ان کی غلطی کی اور گناہوں کی راہیں مسدود ہوجائیں۔ اوران کے شیوخ اور اساتذہ جن کی تعداد ایک سو سے اُوپر ہے وہ اپنے بعد کے تمام لوگوں سے بڑے علم وفضل کے شیخ تھے۔ علم کی تصنیف میں اور کتب کی تحریر میں جو اسلام کے اصول اور ایمان کے قواعد اور بنیادوں کی تشریح کرتی ہیں۔

امام بیہقیؒ کے شیوخ واساتذہ

(۱) الحاکم : حافظ کبیر تھے۔ کنیت ابوعبداللہ، نام محمد بن عبداللہ ضبی طہمانی نیشاپوری تھا۔ ولادت ۳۲۱ھ، وفات ۴۰۵ھ۔ اپنے دور کے اصحاب حدیث کے امام تھے۔

۱۔ بخاری مسلم پر کتاب المستدرک　　۲۔ علوم الحدیث　　۳۔ التاریخ

۴۔ المدحل الی معرفة الاکلیل　　۵۔ مناقب الشافعی وغیرہ کے مصنف تھے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں، امام بیہقی کے پاس اپنے استاذ الحاکم کی طرف سے اُونٹ پر لادنے کے وزن اور بوجھ کے برابر علمی مواد تھا۔ ابن قاضی شہبہ طبقات الشافعیہ میں حاکم کا عنوان قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''امام ابوبکر بیہقی نے حاکم سے علم حاصل کیا اور کثرت کے ساتھ، اور بیہقی حاکم کی کتابوں سے فقیہ بنے، اور ان سے احادیث نقل کی۔ اور انہیں کے علمی سمندر سے اس نے مدد حاصل کی اور وہ انہیں طریقے پر چلتے رہے''۔

(۲) **ابوالحسن محمد بن حسین علوی حسنی نیشاپوری** .... صاحب عز و شرف لوگوں کے شیخ تھے۔ سردار ذہین فطین تھے، نیک صالح تھے۔ تحقیق حاکم نے ان کی مدح کی ہے اور یوں کہا ہے ان کے بارے میں کہ شیوخ اشراف کے بھی شیخ تھے۔ اعلیٰ ہمت کے مالک تھے اور ظاہری اعمال وعبادت سے بھی آراستہ تھے، اور باطنی پاکیزگی سے بھی آراستہ تھے۔ اور ان کی مجلس میں ہزار عالم حدیث لکھنے والے شمار کیے جاتے تھے، جو ان کے سامنے ہزار حدیث تہذیب وصفائی کے لئے پیش کرتے تھے۔ تحقیق ان سے محدث الحاکم نے ابوبکر بیہقی نے حدیث نقل کی ہے اور وہ امام بیہقی کے سب سے بڑے شیخ تھے۔ آپ کا اچانک انتقال ہو گیا تھا، جمادی الاخریٰ ۴۰۱ھ میں۔

(۳) **ابوعبدالرحمن سُلمی** .... حافظ الحدیث، عالم، زاہد، مشہور شیخ الصوفیاء تھے۔ نام محمد بن حسین بن موسیٰ ازدی نیشاپوری تھے۔ ولادت ۳۰۳ھ وفات ۴۱۲ھ۔ آپ مشہور کتاب ''طبقات الصوفیہ'' کے مؤلف تھے۔ شیخ خراسان تھے۔ صوفیاء عرب میں بڑے صوفی تھے۔ صاحب تصانیف تھے۔ وہ تصوف کے اندر اپنے والد اور دادا کے وارث تھے۔ اور انہوں نے اتنی کتب تصنیف کیں جس قدر تصنیف اس دور میں ان سے قبل کسی نے نہیں کی تھیں جن کی فہرست ایک سو تک پہنچتی ہے۔

خطیب بغدادی نے ان کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ان کا مقام بہت بڑا تھا، بہترین کتب کے مصنف تھے۔ انہوں نے کئی شیوخ کو اپنے تراجم اور ابواب میں جمع کیا اور صوفیاء کا ایک حلقہ قائم کیا ہے اور حدیث وتفسیر میں کتب تصنیف کیں۔

(۴) **ابوسعد عبدالملک بن ابوعثمان خرکوشی نیشاپوری** .... واعظ خرکوش نیشاپور کا محلّہ تھا۔ ان سے حاکم نے حدیث نقل کی۔ حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور حسن بن محمد خلاّل اور بیہقی نے اور دیگر لوگوں نے بھی ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ وہ پکے علم والے، متقی پرہیزگار تھے، نیک صالح تھے۔ اور حاکم نے فرمایا کہ میں نے ایسا آدمی نہیں دیکھا جو ان سے بڑھ کر جامع صفات کا حامل ہو۔ علم، زہد، تواضع، دعوت الی اللہ، دعوت الی الزہد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ارزانی فرمائے اور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ مند بنائے، ان کی تصانیف عام ہو چکی ہیں۔ ان کی ایک بڑی تفسیر ہے اور کتاب ''دلائل النبوۃ'' اور کتاب ''الزھد'' ہے۔ ان کا انتقال جمادی الاخریٰ ۴۰۷ھ میں ہوا۔

(۵) **ابواسحاق طوسی** .... نام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم ہے۔ بہت بڑے مناظرین میں سے ایک تھے۔ ان کی دولت وثروت وافر تھی۔ مقام ومرتبہ زیادہ تھا۔ حضرت ابوالولید نیشاپوری سے تفقہ فی العلم حاصل کیا اور حضرت ابوسہل صعلوکی سے، امام رافعی نے ان سے احادیث نقل کی ہیں۔ ان کی وفات ماہ رجب ۴۱۱ھ میں ہوئی۔

(۶) **عبداللہ بن یوسف بن احمد اصفہانی** .... محققات محدثین میں سے تھے۔ اور کبار صوفیہ میں سے تھے۔ امام بیہقی نے کثرت کے ساتھ ان سے روایات لی ہیں۔ ان کی ولادت ۳۱۵ھ اور وفات ۴۰۹ھ میں ہوئی۔

(۷) **عبدالرحمن بن احمد بن بالویہ نیشاپوری** .... یہ رئیس اعظم تھے۔ باعتماد فقیہ، ابومحمد مزکی۔ وہ حدیث بیان کرتے تھے اصم سے وہ روایت کرتے ہیں۔ ابوبکر محمد بن حسین قطان سے انتقال کے لحاظ سے یہ اصحاب قطان میں سے آخری آدمی تھے۔ امام بیہقی نے ان سے بھی حدیث بیان کی ہے اور ابوصالح مؤذن نے اور محمد بن یحییٰ مزکی نے اور دیگر لوگوں نے۔ اور یہ صاحب ثقہ تھے، باوجاہت تھے، زیرک تھے۔ ان کا اچانک انتقال ہو گیا تھا ماہ شعبان ۴۱۰ھ میں، اپنے گھر میں رہتے ہوئے۔ حدیث کا املاء کرواتے تھے۔

(۸) **عبداللہ بن یوسف ابومحمد جوینی** .... یہ صاحب امام الحرمین کے والد تھے۔ علماء شافعیہ کے شیخ تھے۔ فقیہ مدقق ومحقق تھے، نحوی تھے، مفسر تھے، مفتی تھے، فتویٰ صادر کرتے تھے ۴۰۷ھ میں۔ عبادت کرنے میں بڑی مشقت برداشت کرتے تھے۔ شاگردوں کے

سامنے بڑے بارُعب آدمی تھے۔عزم، وقار اور سکینہ کے مالک تھے۔ان کو رکن الاسلام کا لقب ملا ہوا تھا۔ان کی کئی تالیفات ہیں۔التبصرہ، فقہ میں، اور کتاب التذکرہ اور کتاب التفسیر الکبیر وغیرہ تالیف کی ہیں۔ان کی وفات ماہ ذیقعدہ سنہ ۴۳۸ھ میں ہوئی۔

(۹) الامام، المحدث، مقری عراق۔ابوالحسن علی بن احمد بن عمر بن حفص بن حمامی بغدادی .... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۷ھ میں ہوئی۔اس نے حدیث ابوسہل قطان سے سُنی اور ابن قانع سے اور محمد بن جعفرادمی سے۔اور نقاش کے سامنے خود پڑھی اور ہبۃ اللہ بن جعفر اور ابن ابی ہاشم وغیرہم سے۔ان سے حدیث بیان کی خطیب بغدادی نے اور وہ سچے تھے، دیندار تھے، فاضل تھے۔اپنے وقت میں اسانید قرأت کے ساتھ اور ان کی برتری کے ساتھ منفرد تھے۔

(۱۰) حافظ ابوحازم عمر بن احمد مسعودی ہذلی نیشاپوری۔اعرج عبدوی ابن محدث ابوالحسن .... انہوں نے حدیث سماعت کی ابن نجید سے اور ابوبکر اسماعیلی سے اور ابوالفضل ابن خیرویہ ہروی سے اور ابواحمد الحاکم سے اور ان کے طبقے سے۔خطیب بغدادی فرماتے ہیں میں نے کسی کو ایسا نہیں دیکھا جس پر میں حافظ الحدیث ہونے کا اطلاق کرسکوں سوائے دو آمیوں کے۔ایک ابونعیم دوسرے ابوحازم عبدوی۔نیز وہ فرماتے ہیں کہ ابوحازم ثقہ تھے، صادق تھے، حافظ تھے، عارف تھے۔ان کی وفات عیدالفطر کے دن ۴۱۷ھ میں ہوئی تھی۔

(۱۱) ابوطاہر زیادی۔محمد بن محمد بن محمش نیشاپوری .... ولادت ۳۱۷ھ اور وفات ۴۱۰ھ میں ہوئی۔فقیہ، علامہ، پیشوا ومقتداء خراسان کے شیخ تھے۔ان کے والد عابدین میں سے تھے۔انہوں نے حدیث کی سماعت محمد بن حسین قطان سے کی تھی، اور عبداللہ بن یعقوب کرمانی سے، اور ابوالعباس اصم سے، اور ابوعلی میدانی سے، اور علی بن حمشاد سے، اور محمد بن عبداللہ صفا وغیرہ سے۔آپ امام فی المذہب تھے۔علم شروط میں متبحر تھے، عربیت میں ماہر تھے، بڑی شان والے تھے، اصحاب حدیث کے امام تھے، ان کی سند تھے اور ان کے مفتی تھے۔ان سے ابوبکر بیہقی روایت کرتے ہیں اور عبدالرحمن بن عبداللہ بن برزہ، اور قاسم بن فضل ثقفی تحقیق ان سے روایت ان کے ہم عصروں میں سے حاکم بھی کرتے ہیں۔

(۱۲) امام الشریف ابوالفتح ناصر بن حسین العمری .... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔ان کا نسب حضرت عمر بن خطاب تک پہنچتا ہے۔انہوں نے حدیث کی سماعت ابوالعباس سرخسی سے کی۔اور ابومحمد مخلدی سے، اور عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب رازی سے، اور ابوبکر قفال کے پاس فقیہ بنے تھے، اور ابن محمش زیادی سے۔وہ اپنے مسلک میں یکتا تھے۔انہوں نے اپنے ایام پیری میں بھی علم کی تدریس کی۔اہل نیشاپور نے ان سے فقاہت سیکھی۔فتویٰ اور مناظرہ کی مرکزی شخصیت تھے۔ان سے ابوبکر بیہقی نے علم حاصل کیا اور مسعود بن ناصر نے اور ابوصالح مؤذن نے اور دیگر لوگوں میں چنیدہ تھے۔فقیہ مگر سوال سے بچنے والے تھے، کم چیز پر قناعت کرنے والے تھے، عاجزی کرنے والے تھے، بڑی عزت والے تھے۔نیشاپور میں ماہ ذیقعدہ ۴۴۴ھ میں انتقال کیا۔

(۱۳) العلامۃ ابوالقاسم حسن بن محمد بن حبیب بن ایوب نیشاپوری .... مفسر، واعظ، صاحب کتاب، عقلاء المجانین تھے۔انہوں نے تفسیر اور ادب میں تصنیف کی۔ابوالعباس اصم سے سماع کیا، اور محمد بن صالح بن ہانی اور ابن حبان وغیرہ سے۔ذالحجہ میں وفات ہوئی ۴۰۶ھ میں۔

(۱۴) ابوعمر محمد عبداللہ بن احمد بسطامی .... فقیہ تھے، ادیب تھے، محدث تھے، عربی پڑھاتے تھے، ان کا یقین اور اعتماد ابوسعید صعلوکی پر تھا۔ابن عدی سے اور ان کے طبقے سے زیادہ کسب علم کیا تھا۔ان کی وفات ربیع الاول میں ہوئی تھی جبکہ اس وقت ان کی عمر ۸۵ سال تھی۔

(۱۵) ہلال بن محمد بن جعفر حفار .... ابوالفتح، شیخ صدوق تھے۔ولادت ۳۲۲ھ، وفات ۴۱۴ھ میں ہوئی۔اسماعیل صفار سے حدیث کی سماعت کی اور عثمان بن محمد دقاق سے، اور اسماعیل بن علی خزاعی سے، اور دیگر لوگوں سے۔اور ان سے خطیب بغدادی نے حدیث نقل کی اور امام بیہقی نے اور ابونصر سجزی نے اور ان کے سوا کثیر مخلوق نے خطیب فرماتے ہیں کہ وہ صدوق تھے۔ماہ صفر ۴۱۴ھ میں انتقال ہوا۔

(۱۶) ابوالحسن علی بن حسن مصری .... قاضی (جج) تھے، فقیہ شافعی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عمر نحاس سے اور ابوسعد مالینی سے حدیث سُنی تھی اور اس کے علوم کی اسناد مصر میں ان تک پہنچتی ہے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ قضاء کے ولی بنائے گئے۔ ایک فیصلہ کیا، پھر استعفیٰ دے دیا اور اپنے آپ کو اس کام سے سمیٹ لیا۔

(۱۷) ابومحمد عبداللہ بن یحییٰ بن عبدالجبار بغدادی سکری .... معمر شیخ تھے۔ انہوں نے اسماعیل صفار سے حدیث سُنی۔ متعدد جلدیں وہ اپنی سند کی برتری کے لحاظ سے منفرد تھے۔ انہوں نے جعفر خلدی سے اور ابوبکر نجاد سے اور ایک جماعت سے بھی حدیث سُنی۔ ان سے خطیب نے، اور بیہقی اور حسین بن علی بشری نے احادیث روایت کی ہیں۔ خطیب فرماتے ہیں ہم لوگوں نے ان سے حدیث لکھی تھی۔ وہ صدوق تھے۔ ان کی وفات ماہ صفر ۴۱۷ھ میں ہوئی۔

(۱۸) احمد بن ابوعلی حسن بن حافظ ابوعمر احمد بن محمد بن حفص بن مسلم حرشی حیری نیشاپوری شافعی .... الامام، محدث، عالم، اہل خراسان کی سند۔ قاضی القضاۃ۔ ولادت ۳۲۵ھ وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی۔ وہ حدیث بیان کرتے ہیں ابوالعباد اصم سے اور ابواحمد بن عدی اور حاجب بن احمد طوسی اور ابومحمد فاکہی وغیرہ سے۔ اور انہوں نے فقہ کا علم سیکھا ابوالولید حسان بن محمد سے اور علم کلام اور علم اصول کا انہوں نے ابوالحسن اشتری کے اصحاب سے حاصل کیا۔

فقیہ تھے مذہب کی بصیرت رکھنے والے تھے، یاگہداشت کرنے والے تھے۔ ان سے حاکم نے حدیث بیان کی، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے، اور ابومحمد جوشی نے اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری اور ابوبکر خطیب نے اور حسن بن محمد صفار وغیرہ نے حاکم سے تعریف کی ہے۔ ان کی اور ان کے امر کو بہت قرار دیا اور انہوں نے اصول حدیث تصنیف کی تھی۔

(۱۹) ابوالحسن علی محمد الواعظ مصری .... وہ بغداد کے رہنے والے تھے، ایک مدت تک وہ مصر میں مقیم رہے۔ انہوں نے احمد بن عبید ابن ناصح سے روایت کی اور ابویزید قراطیسی سے اور ان دونوں کے طبقے سے۔ صاحب حدیث تھے۔ ان کی تصانیف کثیر ہیں۔ علم حدیث میں اور زہد میں ان کے زمانے کا آغاز وعظ و تقریر تھا۔ ان کی وفات ذیقعدہ ۴۳۸ھ میں ہوئی۔

(۲۰) ابوعلی حسین بن محمد بن محمد بن علی بن حاتم روذباری طوسی .... انہوں نے سنن ابوداؤد کو روایت کیا تھا ابن داسہ سے۔ اور اس کو نیشاپور میں بیان کیا تھا۔ اور ان سے اسماعیل صفار نے اور عبداللہ بن عمر بن شوذب نے اور حسین بن حسن طوسی نے اور ان سے حدیث بیان کی یا نقل کی۔ حاکم اور وہ ان کے ہم عصروں میں سے تھے۔ اور ابوبکر بیہقی نے اور ابوالفتح نصر بن علی طوسی نے اور فاطمہ بنت ابوعلی دقاق نے اور بے شمار لوگوں نے جو اسی (۸۰) کے قریب تھے۔ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۱) ابواسحاق اسفرائنی .... امام، علامہ اوحد، استاذ ابواسحاق ابراہیم بن محمد ابراہیم بن مہران اسفرائنی۔ اصولی شافعی، دین کے ستون، اپنے زمانے کے ایک مجتہد تھے۔ صاحب مصنفات باہرہ، حدیث سیکھنے کے لئے انہوں نے بھی سفر کیا، اور انہوں نے دعلج سنجزی سے حدیث کی سماعت کی اور عبدالخالق بن روبا سے اور محمد بن عبداللہ شافعی سے اور محمد بن یزداد وغیرہ سے حدیث نقل کی ابوبکر بیہقی نے اور ابو القاسم قشیری نے اور ابوالطیب نے طبری وغیرہ سے۔ محدث حاکم کہتے ہیں کہ وہ ابواسحاق اصولی، فقیہ، متکلم تھے اور ان علوم میں متقدم تھے۔ عراق منتقل ہوئے تو علماء نے ان کے تقدم کا اعتراف کیا اور ان کے لئے نیشاپوری میں قدر قائم کیا گیا، ایسا کہ اس سے قبل ایسا قائم نہیں ہوا تھا۔ اس میں وہ پڑھاتے رہے۔ ان کی وفات ۴۱۸ھ میں ہوئی۔

(۲۲) ابوذر ہروی .... حافظ الحدیث، امام، مجود، علامہ، شیخ الحرم تھے۔ ابوذر عبداللہ بن احمد بن محمد بن عبداللہ انصاری، مالکی، صاحب تصانیف، صحیح بخاری کے روایت کرنے والے تینوں سے (یعنی مستملی سے اور حموی سے اور کشمیہنی سے)۔ ولادت ۳۵۵ھ یا

www.ahlehaq.org

۳۵۶ھ۔ انہوں نے حدیث کی سماعت کی ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن خمیرویہ سے اور بشر بن محمد خزنی سے اور ابوالحسن دارقطنی سے اور دینوری سے وغیرہ سے انہوں نے اپنے شیوخ کی معجم تالیف کی۔ خراسان میں حدیث بیان کی اور بغداد میں اور حرم میں ثقہ تھے۔ ضابط تھے، دیندار تھے۔ وفات ۴۳۳ھ میں ہوئی۔

(۲۳) ابن فورک شیخ المتکلمین۔ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصفہانی .... وہ امام جلیل، عالم بارعب، عالم متقی پرہیزگار، واعظ، لغوی، نحوی، دنیا کو اور اس کی رونقوں کو ترک کرنے والا، خلوت وجلوت میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا، ایسی تصانیف والا جو علم سے بھری پڑی ہیں اور ایسی تالیفات جو حکمت سے آراستہ ہیں۔ ایسا استاذ جس کی برابری نہیں کی جاسکتی اور ایسا فلسفی جس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ محمد بن حسن فورک ابوبکر انصاری اصفہانی (اصفہان کے اطراف میں) پیدا ہوئے تھے۔ ۳۳۲ھ کے شروع شروع میں عراق میں اشعری مذہب کا ابوالحسن باہلی سے درس لیا۔ پھر نیشاپور کوچ کر گئے، وہاں انہوں نے اپنا علمی مقام پیدا کیا اور شہرت حاصل کی۔ وہاں پر ان کے لئے ایک حویلی اور ایک مدرسہ بنایا گیا۔ وہاں پر وہ حدیث بیان کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے کئی اقسام کے علوم زندہ کردیئے اور اہل فقہ پر آپ کی برکات ظاہر ہوئیں۔ استاذ ابن فورک نے عبداللہ بن جعفر اصفہانی سے پوری مسند طیالسی سُنی تھی اور اسی طرح انہوں نے ابن حزاز اہوازی سے سُنی اور ان سے حافظ ابوبکر بیہقی نے اور ابوالقاسم قشیری نے اور ابوبکر بن علی بن خلف نے حدیث روایت کی۔

اس کے بعد ہند میں غزنہ شہر سے ان کو بلایا گیا۔ لہٰذا انہوں نے کوشش اور سعی کی اور وہاں چلے گئے اور انہوں نے وہاں پر حق کی نصرت کی اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ استاذ رحمۃ اللہ فقیہ، مفسر، اصولی، واعظ۔ ادیب، نحوی، لغوی، اسماء الرجال کے ماہر تھے۔ وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی۔

ذکر کیا گیا ہے کہ ابن سبکتگین کے ہاتھ سے ان کو زہر دے کر مار دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ دین کی نصرت پر سختی سے قائم تھے اور فرقہ مشبہ کرامیہ کار د ویسے انداز سے کر رہے تھے جس کا مقابلہ کرنے کی ان کو سکت نہیں تھی۔ لہٰذا انہوں نے ان کے خلاف گروپ بنالیا تھا۔

(۲۴) ابوبکر طوسی۔ محمد بن ابوبکر طوسی نوقانی .... انہوں نے نیشاپور میں ماسرجی کے پاس فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اور بغداد میں جا کر ابومحمد باقی خوارزمی سے تعلیم حاصل کی۔ شافعی المسلک علماء کے امام تھے۔ نیشاپور میں ان کا ایک اپنا حلقہ تھا اور مجلس مشاورت تھی۔ متقی پرہیزگار تھے، تارک دنیا تھے، دنیاوی مرتبے اور مقام کی طلب کو اور بادشاہوں کے پاس جانے کی خواہش کو انہوں نے چھوڑ رکھا تھا، اور عہدوں اور منصوبوں کی طلب سے بیگانہ تھے۔ حسن خلق کے مالک تھے۔ خلقت کثیر نے ان سے دین کی فہم حاصل کی اور ان لوگوں پر ان کی برکت کا ظہور ہوا۔ ان علماء میں سے ایک ابوالقاسم قشیری بھی تھے۔ شہر نوقان میں ان کی وفات ۴۲۰ھ میں ہوئی۔

(۲۵) ابوالحسن بن بشران علی بن محمد بن عبیداللہ بن بشران۔ المعتدل .... ولادت ۳۲۸ھ اور وفات ۴۱۵ھ میں ہوئی۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابوجعفری بختری سے اور اسماعیل صفار سے کی اور عثمان بن سماک اور دیگر علماء سے ان کی حدیث روایت کی۔ امام بیہقی نے خطیب بغدادی نے رئیس ابوعبداللہ ثقفی نے اور ان کے سوا دیگر علماء نے خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ وہ کامل اخلاق و مروت والے تھے۔ واضح دینداری والے سچے پلے آدمی تھے۔

(۲۶) احمد بن عبیداللہ بن اسماعیل الحافظ .... امام ذہبی فرماتے ہیں، وہ اس سنن کے مصنف تھے جس سے بیہقی نے اپنی سنن میں کثرت کے ساتھ احادیث کی تخریج کی ہے۔ اور خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ان سے دارقطنی نے بھی روایت کی ہے۔ وہ ثقہ عالم تھے، پکے اور مضبوط علم والے تھے۔ انہوں نے المسند تصنیف کی اور اس کو انتہائی بہترین بنایا۔

(۲۷) ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان اہوازی .... شیخ، محدث صدوق، ثقہ میں مشہور تھے۔ ۴۱۵ھ میں خراسان میں وفات پائی۔

(۲۸) ابو عبداللہ حلیمیؒ .... حسین بن حسن بن محمد بن حلیم بخاری، شافعی، قاضی، علامہ، رئیس المحدثین، رئیس المتکلمیں، ماوراء النہر ہیں۔ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ذہانت و فطانت کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں۔ مذہب شافعی میں اصحاب وجاہت میں سے ہیں۔ انہوں نے قفال سے علم حاصل کیا۔ امام ابوبکر اودنی اور ابوبکر محمد بن احمد بن خنب سے اور دُمیسی وغیرہم سے صاحب تصانیف نفیسہ تھے۔ ان سے حاکم نے بھی حدیث نقل کی ہے، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے۔ اور عبدالرحیم بخاری نے اور حافظ بیہقی کو تو حلیمی کے کلام کے ساتھ خاص محبت اور خاص توجہ تھی، خصوصاً شعب الایمان کے اندر۔ وفات ۴۰۳ھ میں ہوئی۔

(۲۹) ابو سعد مالینی .... امام، محدث صادق، زاہد، گشت وسیاحت کرنے والے ابو سعد احمد بن محمد بن احمد بن عبداللہ انصاری ہروی مالینی، صوفی، طاؤس فقراء کے لقب یافتہ تھے۔ علم کی طلب اور مشائخ سے ملاقات کرنے کے لئے نیشاپور تک اور اصفہان، بغداد، شام، حرمین تک گھومے۔ علم جمع کیا اور کتابیں تصنیف کیں۔ خطیب بغدادی نے ان سے حدیث بیان کی اور امام بیہقی نے اور ابونصر سجزی وغیرہم نے۔ صاحب صدق اور صاحب تقویٰ تھے۔ بڑے بڑے منصب حاصل کئے۔ ۴۰۹ھ میں وفات پائی۔

(۳۰) ابو سعید صیرفی۔ محمد بن موسیٰ بن فضل۔ متوفی ۴۲۱ھ .... شیخ تھے، ثقہ تھے، مأمون تھے، شیخ الاصم کے بڑے تلامذہ سے تھے۔ امام بیہقی نے امام شافعی کی کتب ان سے روایت کی تھیں۔

(۳۱) ابوالحسن علی بن حسین بن علی البیہقی صاحب المدرسہ .... امام تھے، محدث، عبادت گزار تھے۔ انہوں نے نیشاپور میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

(۳۲) ابو عبداللہ محمد بن فضل بن نظیف فراء مصری۔ متوفی ۴۳۱ھ .... وہ دیار مصر میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ بیہقی نے ان سے مکہ میں حدیث سُنی تھی۔

(۳۳) ابوالطیب سہل بن محمد بن سلیمان صعلوکی نیشاپوری .... شیخ اَصَم سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی اور ابوعلی رفاء سے اور ایک جماعت سے۔ حاکم نے کہا کہ میں نے جتنے لوگ دیکھے یہ زیادہ علم و بصیرت والے تھے۔ اور حاکم نے ان سے حدیث روایت کی ہیں، حالانکہ وہ ان سے بڑے تھے اور بیہقی بھی۔ اور بعض علماء سہل بن محمد کو اس اُمت کا مجدد شمار کرتے تھے، جس نے اُمت کے لئے چوتھی صدی کے سرے پر دین کی تجدید کی تھی۔ اور ان کے بعد ابن باقلانی کو شمار کیا گیا۔

(۳۴) ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی۔ البرقانیؒ .... امام، علامہ، فقیہ، حافظ قوی، شیخ الفقہاء، شیخ المحدثین تھے۔ خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ عالم تھے، پرہیزگار تھے، ٹھوس علم والے تھے اور فہم والے تھے۔ ہم لوگوں نے اپنے شیوخ میں ان سے زیادہ ٹھوس اور ثبت علم والا نہیں دیکھا۔ عارف الفقہ تھے، عربیت کے علم میں سے آپ کا کامل حصہ تھا، کثیر الحدیث تھے۔ انہوں نے مسند کی تصنیف کی جو ان تمام احادیث پر مشتمل ہے جن پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم مشتمل ہیں، اور انہوں نے سفیان ثوری اور ایوب اور شعبہ اور عبیداللہ بن عمر وغیرہم کی احادیث کو جمع کیا۔ انہوں نے وفات تک تصنیف کا سلسلہ ختم نہیں کیا تھا۔ وہ علم کے حریص تھے اور اپنی ہمت کو اسی طرف متوجہ رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی نے کہا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی شیخ ان سے زیادہ ٹھوس علم والا ہو۔ ان کی ولادت ۳۳۶ھ اور وفات ۴۲۵ھ میں ہوئی۔

(۳۵) ابو منصور بغدادی عبدالقاہر بن طاہر بن محمد تمیمی .... علامہ، بارع، تمام علوم وفنون کے استاذ تھے۔ صاحب تصانیف بدیعہ تھے، طبقہ شافعیہ کے بڑے علماء میں سے تھے۔ ابوبکر بیہقی نے ان سے حدیث نقل کی ہیں اور ابوالقاسم قشیری نے اور ایک جماعت نے۔ اور آپ علم اصول کے امام تھے۔

(۳۶) ابوعبداللہ غضائری حسین بن حسن بن محمد مخزومی بغدادی .... امام صالح، ثقہ۔ ابوعبداللہ انہوں نے حدیث سُنی محمد بن یحیٰی صولی سے اور اسماعیل بن محمد صفار سے اور ابوجعفر بختری سے اور دیگر علماء سے۔ ان سے ابوبکر بیہقی حدیث نقل کرتے ہیں اور ابوبکر الخطیب اور ابوالحسن بن مہتدی باللہ اور دیگر لوگ۔ خطیب بغدادی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے، فاضل تھے۔ ان کی وفات ماہ محرم ۴۱۴ھ میں ہوئی تھی۔

(۳۷) ابوعبداللہ حسین بن محمد بن فنجویہ دینوری .... محدث مفید، مشائخ میں سے باقی رہنے والے۔ یہ حدیث بیان کرتے ہیں ہارون عطار سے اور ابوبکر سنی اور ابوبکر قطیعی اور شیرویہ نے۔ اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ وہ ثقہ تھے، صدوق تھے، کثیر تعداد میں منکر روایات بھی روایت کرتے تھے۔ خوبصورت خط والے، کثیر تصانیف والے۔ ماہ ربیع الاول ۴۱۴ھ میں نیشاپور میں انتقال کیا۔

(۳۸) ابن بقّال عبیداللہ بن عمر بن علی مقری .... فقہاء ثقات میں سے تھے۔ خطیب بغدادی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا بغداد میں انتقال ہوا ۴۱۵ھ میں۔

(۳۹) محمد بن عبداللہ بن احمد بسطامی زرھاجی۔ متوفی .... علامہ، محدث، ادیب، فقیہ شافعی، تلمیذ ابوسہل صعلوکی تھے۔ انہوں نے ابوبکر اسماعیلی سے حدیث کا سماع کیا۔ اور ابواحمد بن عدی سے اور ابواحمد حاکم سے اور ان کی حدیث روایت کی ابوبکر بیہقی نے۔ اور رئیس ثقفی نے اور علی بن محمد قفاعی وغیرہ نے۔ ولادت ۳۴۱ھ اور وفات ۴۲۶ھ ہوئی۔

(۴۰) قاضی ابوعمر محمد بن حسین بسطامی .... طبقہ شافعیہ کے شیخ تھے۔ نیشاپور کے قاضی (جج) تھے۔ لمبی سیر وسفر کیا، کئی کئی فضائل کے مالک تھے۔ منصب قضاء پر فائز رہے تھے۔ ان سے حاکم نے احادیث روایت کی ہیں اور بیہقی نے اور ابوصالح مؤذن وغیرہ نے۔

(۴۱) ابوبکر احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم منجویۃ یزدی اصفہانی .... قوی حافظ حفاظ میں سے تھے۔ انہوں نے بخارا، سمرقند، ہراۃ، جرجان کے علمی سفر کئے۔ ابوبکر بیہقی نے ان سے حدیث بیان کی اور خطیب نے اور سعید بقال وغیرہ نے۔ انہوں نے بخاری، مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد پر استخراج کیا تھا۔ وفات ۴۲۸ھ میں ہوئی۔

(۴۲) ابوالحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان بغدادی .... شیخ، العالم، ثقہ، جن کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ ان سے بیہقی نے احادیث روایت کی ہیں اور خطیب اوالالکائی نے اور ابوعبداللہ ثقفی وغیرہ نے۔

امام بیہقیؒ کے شاگردانِ گرامی قدر

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۱۱۳۳۔۱۱۳۴ پر لکھتے ہیں کہ امام بیہقی سے خلق کثیر نے روایت کی۔ انہوں نے اپنی کتب اپنے کثیر شاگردوں کے سامنے خود پڑھ کر (ان کو پڑھا دیں) اور ان لوگوں نے ان احادیث کو شہروں میں پھیلا دیا۔ آپ کے شاگردوں میں سے سب سے زیادہ وہ لوگ مشہور ہوئے جنہوں نے آپ سے علم کو نقل کیا اور جو کثرت کے ساتھ ان کے ساتھ جڑے رہے۔ اور جن لوگوں کا بیہقی کے ساتھ مضبوط تعلق تھا وہ مندرجہ ذیل شاگرد ہیں :

ا۔ ابوعبداللہ فراوی۔ محمد بن فضل .... یہ منفرد ہیں، ان سے صحیح مسلم روایت کرتے ہیں۔ یہ فقیہ حرم کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ اس لئے کہ طویل مدت تک حرمین شریفین میں مقیم رہے اور علم نشر کرتے رہے۔ انہوں نے ان سے حدیث سُنی تھی فقہ میں اور اصول میں مہارت رکھتے تھے۔ اور ان کے قواعد کے حافظ تھے۔ ایسے ہیں وہ دلائل النبوۃ کی روایت کرنے اور اسماء اور صفات میں منفرد تھے۔

ابن سمعانی نے کہا ہے کہ عبد بن فضل امام محکم تھے۔ مناظرہ، واعظ، احسن الاخلاق تھے۔ حسن معاشرت والے تھے، سخی تھے۔ مسافروں کا اکرام کرتے تھے۔ ہم نے اپنے شیوخ میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

۲۔ابومحمد عبدالجبار بن محمد بن احمد بیہقی خواری .... امام تھے، فاضل تھے، مفتی متواضع تھے۔سمعانی نے ان سے نیشاپور میں بہت سی احادیث کتابت کیں۔بیہقی نے اپنی کتب ان کو پڑھائیں۔وفات ۵۳۳ھ میں ہوئی۔

۳۔ابونصر علی بن مسعود بن محمد شجاعی .... انہوں نے امام بیہقی سے ان کا رسالہ روایت کیا ابومحمد جوینی کی طرف۔

۴۔زاہر بن طاہر بن محمد ابوالقاسم مستملی شحامی المعدل .... انہوں نے بیہقی سے کتاب الزہد روایت کی ہے۔اور اس کو ابن عساکر نے مستملی سے روایت کیا ہے۔

۵۔ابوعبداللہ بن ابومسعود صاعدی .... ان سے روایت کی ابن عساکر نے،ایسے ہی کتاب تبیین کذب المفتری میں ہے۔

۶۔ابوالمعالی۔محمد بن اسماعیل بن محمد بن حسین فارسی نیشاپوری .... یہ سنن کبیر کے راوی ہیں بیہقی سے۔ان کی وفات ۵۳۹ھ میں ہوئی۔

۷۔قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی بن فطمہ بیہقی قاضی خسر گرد (وہیں کے متوفی ہیں)

۸۔اسماعیل بن احمد بیہقی۔(مصنف بیہقی کے صاحبزادے تھے) .... انہوں نے اپنے والد سے حدیث کی سماعت کی اور طلب علم کے لئے انہوں نے سفر کئے۔بیہق میں انتقال ہوا۔فاضل تھے،پسندیدہ طریق والے تھے۔

۹۔حفید البیہقی (نواسے) ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن احمد .... یہ کتاب دلائل النبوۃ کے راوی تھے۔ایسے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ سے متعدد کتب روایت کی تھیں۔ان کی وفات ۵۳۲ھ میں ہوئی۔ان کی عمر چوہتر (۷۴) سال تھی۔

۱۰۔حافظ ابوزکریا یحیٰی بن عبدالوہاب بن محمد بن اسحاق بن مندہ عبدی اصفہانی۔متوفی ۵۱۱ھ .... یہ صاحبِ تاریخ تھے۔انہوں نے نیشاپور میں بیہقی سے حدیث کی سماعت کی تھی۔سمعانی نے کہا کہ یہ جلیل القدر تھے۔زیادہ علم فضل والے تھے۔واسع روایت تھے، حافظ تھے،ثقہ تھے،کثرت کے ساتھ حدیث بیان کرنے والے تھے،کثیر التصانیف تھے۔

امام بیہقیؒ کی تصانیف

۱۔　سنن الکبریٰ : جس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں،اس جیسی کتاب کسی کی نہیں ہے۔

۲۔　سنن صغریٰ : صاحب کشف الظنون نے کہا ہے کہ دونوں سنن (دونوں کتابیں) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی مختصر المزنی کی ترتیب پر ہیں۔اور مختصر المزنی اور مذکورہ دونوں کتابوں کی مثل اسلام میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔

۳۔　دلائل النبوۃ ومعرفت احوال صاحب الشریعہ : یہ بیہقی کی تصانیف کا موتی ہے۔اوراس موضوع پر نفیس ترین اور جامع ترین کتاب ہے۔

۴۔　احکام القرآن : اس کو انہوں نے کلام شافعی سے جمع کیا ہے۔

۵۔　کتاب الاعتقاد

۶۔　کتاب القراءت خلف الامام

۷۔　حیات الانبیاء فی قبورھم

۸۔　مناقب الشافعی

۹۔　المدخل الی السنن

۱۰۔　البعث والنشور

۱۱۔　کتاب القدر

۱۲۔　کتاب الادب

۱۳۔　کتاب الترغیب

۱۴۔ کتاب فضائل الصحابه
۱۵۔ کتاب الاربعین الکبریٰ
۱۶۔ کتاب مناقب الامام احمد
۱۷۔ کتاب شعب الایمان یا المصنف الجامع فی شعب الایمان
۱۸۔ کتاب الدعوات الکبیر
۱۹۔ کتاب الدعوات الصغیر
۲۰ رساله فی حدیث الجویباری
۲۱۔ رساله ابو محمد الجوینی
۲۲۔ جامع ابواب قراء ت القرآن
۲۳۔ کتاب الاسلامی
۲۴۔ ینابیع الاصول
۲۵۔ کتاب الانتقاد علی ابو عبدالله شافعی

۲۶۔ کتاب ایام ابو بکر صدیق : س کا ذکر دلائل النبوۃ کے پانچویں دفتر میں مسیلمہ کے اخبار میں سے ایک خبر میں۔ ہم اس پر آئیں گے ایام ابوبکر صدیق میں یہ حصہ ہے قتل مسیلمہ کذاب کا۔

کثرتِ تصانیف بیہقی پر عدم تعجب

ہم لوگ امام بیہقیؒ کی تصانیف کی کثرت پر حیرت زدہ نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ چوہتر (۷۴) سال تک زندہ رہے اور ان کے علم کے سماع کی ابتداء اس وقت سے ہوئی جب وہ پندرہ (۱۵) سال کے تھے۔ وہ بلاد کثیرہ کی طرف محوِ سفر رہے اور وہاں شیوخ سے انہوں نے سماعت کی۔ یہاں تک ان کے شیوخ کی تعداد ایک سو سے تجاوز کر گئی اور انہوں نے اپنی عمر کو تصنیف و تالیف میں فنا کر دیا، اور انہوں نے ایسی تالیفات کیں جن کی طرف ان سے قبل سبقت نہیں کی گئی اور ان کی پہلی تصنیف ۴۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ ان کی تصانیف اپنے اندر معلومات کی فراخی اور اپنی جامعیت کے سبب اور اپنے اندر کے مندرجات کی وجہ سے بلند سمجھی گئیں۔ اس لئے انہوں نے روایات مرجوحہ اور ضعیفہ پر اعتماد نہیں کیا جو آفاق میں پھیل رہی تھیں، اور حدیث کے طالب علم ان پر متوجہ تھے۔ طبقات شافعیہ میں جلد چہارم صفحہ ۹ پر ان کی تصانیف کے بارے میں امام سبکی فرماتے ہیں

(۱) بہرحال سنن کبریٰ علم حدیث میں اس کی مثل تصنیف نہیں ہوئی، تہذیب و ترتیب اور جودۃ کے اعتبار سے۔

(۲) بہرحال معرفة السنن والآثار۔ کوئی فقیہ شافعی اس سے مستغنی نہیں ہے، اور میں نے شیخ الامام سے سُنا، وہ فرماتے تھے کہ مصنف کا مقصد شافعی کی معرفت سنن و آثار کے ساتھ ہے۔

(۳) بہرحال مبسوط فی نصوص الشافعی۔ اپنی نوعیت کی مفرد کتاب ہے۔

(۴) کتاب الاسماء والصفات۔ میں نے اس کی نظیر نہیں دیکھی۔

(۵) کتاب الاعتقاد اور کتاب دلائل النبوۃ۔ اور کتاب شعب الایمان، اور کتاب مناقب امام شافعی، اور کتاب الدعوات الکبیر۔ تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی نظیر نہیں ہے۔

(۶) کتاب الخلافیات۔ تو اس کی نوع کی طرف کوئی سبقت نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی مثل کوئی کتاب تصنیف کی گئی ہے بلکہ وہ ایک مستقل حدیثی سلسلہ ہے جس کی تالیف پر صرف وہی شخص قادر ہو سکتا ہے جو فقہ اور حدیث میں مبارزہ و مقابلہ کر سکتا ہو نصوص کے ساتھ قائم ہو۔

(۷) اور ان کی کتاب مناقب امام احمد بھی ہے۔ اور کتاب احکام القرآن للشافعی، اور کتاب الدعوات الصغیر، کتاب البعث والنشور، کتاب الزهد الکبیر، کتاب الاداب، کتاب الاعتقاد، کتاب الاسریٰ، کتاب سنن الصغیر، کتاب الاربعین، کتاب فضائل وغیرہ۔

سب کی سب صاف ستھری دل پسند ترتیب وتہذیب، کثیر الفوائد ایسی کتب ہیں کہ جو بھی عارفین میں سے دیکھتا ہے وہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان سے پہلے لوگوں میں سے کسی کے لئے ایسی کتب وجود میں نہیں آسکیں۔

یہ تصنیف جید اور باہر ہے، کثیر الفائدہ ہے۔ یہ وہی ہے جس کی وجہ سے امام الحرمین نے دعویٰ کیا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلک شافعی پر جتنے لوگ چلنے والے ہیں سب کی گردن پر امام شافعی کی احسان ہے ماسوا امام بیہقی کے۔ بے شک مذہب کی تائید ونصرت میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔

ان کے بیٹے شیخ القضاۃ ابوعلی نے کہا کہ میرے والد نے مجھے حدیث بیان کی تھی جب میں نے اس کتاب یعنی معرفۃ السنن والآثار کی تصنیف کی ابتداء کی تھی اور میں اس کے کچھ اجزاء کی تہذیب سے میں نے فراغت پائی، تو میں نے فقیہ ابومحمد احمد بن علی سے سُنا۔ وہ کہتے تھے کہ وہ میرے اصحاب میں سے نیک آدمی تھے اور ان میں سب سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کرنے والے تھے اور سچی زبان والے تھے۔ کہتے تھے کہ میں نے خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا۔ ان کے ہاتھ میں اس کتاب کی بعض جلدیں تھیں (یا بعض اجزاء تھے) اور وہ کہہ رہے تھے، میں نے آج فقیہ احمد کی کتاب سے سات جلدیں یا اجزاء لکھ لئے ہیں۔ یا یوں کہا تھا کہ میں نے ان کو پڑھ لیا ہے۔

کہتے ہیں کہ اسی دن صبح ایک اور فقیہ نے میرے بھائیوں میں سے جن کا نام عمر بن محمد تھا خواب میں امام شافعیؒ کو دیکھا کہ وہ جامع مسجد خسروگرد میں تخت پر بیٹھے ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ آج میں نے احمد کی کتاب سے اتنا اتنا استفادہ کیا ہے۔

شیخ القضاء فرماتے ہیں کہ ہمیں بات بیان کی ہے، میرے والد نے وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا فقیہ ابواحمد محمد حسین بن احمد سمرقندی حافظ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا فقیہ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن عبدالعزیز مروزی جلوگردی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا گویا کہ ایک تابوت ہے جو آسمان کی طرف بلند ہو گیا ہے۔ اس کے اُوپر سے ایک نور اور روشنی نکل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ بیہقی کی تصانیف ہیں۔

امام بیہقیؒ کے علم وفضل بارے میں علماء کی شہادات

یاقوت حموی کا فرمان .... وہ (امام بیہقیؒ) امام تھے، حافظ تھے، فقیہ تھے، اصول دین کے اندر پرہیز گار تھے۔ دین متین کے ساتھ حفظ واتقان میں یگانہ روزگار تھے۔ ابن عبداللہ الحاکم کے جلیل القدر شاگرد تھے اور کثرت سے ان سے احادیث نقل کرنے والے تھے۔ بعد میں کئی علمی فنون میں ان سے فوقیت حاصل کر گئے تھے اور ان کے بعد میں وہ متفرد ہو گئے تھے۔

علامہ ابن ناصر کا فرمان .... اپنے زمانے میں منفرد تھے۔ اپنے ہم عصروں میں منفرد تھے۔ حفظ حدیث میں اپنے زمانے کے امام بیہقیؒ منفرد آدمی تھے۔ اتقان، اور ثقاہت میں وہ شیخ خراسان تھے۔

علامہ ابن جوزی کا فرمان .... کہ (امام بیہقی) حفظ واتقان میں اپنے زمانے کے منفرد آدمی تھے اور حسن تصنیف میں اور علوم حدیث کو جمع کرنے میں اور فقہ اور اصول فقہ کو جمع کرنے میں وہ حاکم کے بڑے شاگردوں میں سے تھے (حاکم سے مراد ابوعبداللہ حاکم متدرک ہیں)۔ انہوں نے ان سے حدیث کی تخریج کی اور سفر کئے اور کثیر علم جمع کیا اور ان کی خوبصورت کثیر تصانیف ہیں۔

امام ذہبی کا فرمان .... اگر امام بیہقی چاہتے کہ وہ اپنے لئے خود ایک مذہب یا مسلک بناتے جس میں خود اجتہاد کرتے تو وہ علوم کے اندر وسعت کی اور اختلاف کی معرفت رکھنے کی وجہ سے اس پر پوری طرح قادر تھے (یعنی وہ نئے اجتہادی مسلک کی بنیاد رکھ سکتے تھے)۔

علامہ بن خلکان کا فرمان .... (کہ امام بیہقی) فقیہ شافعی، حافظ کبیر، مشہور، اپنے زمانے کے منفرد انسان، اپنے ہم عصروں میں سے نرالے، فنون کے اندر ابوعبداللہ حاکم کے بڑے اصحاب میں سے تھے۔ حدیث میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ اور یہ مزید تھا ان پر اقسام علوم میں بھی۔

علامہ سمعانی کا فرمان .... امام تھے، فقیہ تھے۔ انہوں نے معرفت حدیث اور فقہ حدیث کو ایک ساتھ اپنے اندر جمع کر لیا تھا۔

امام بیہقیؒ کا زہد وتقویٰ

امام بیہقیؒ علماء عاملین میں سے امام تھے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع واقتداء کرتے تھے اور آپ کے طریقے پر چلتے تھے اور سیرت صحابہ پر۔ اور امام بیہقی نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام کے زہد (اور دنیا سے بے رغبتی سے) روشنی حاصل کرتے تھے۔ لہٰذا وہ ان کے طرز پر چلتے رہے اور زہد اور دنیا سے کم حصہ حاصل کرنے والے۔ کثیر العبادۃ اور کثیر التقویٰ بن گئے تھے۔ اور ہر چھوٹے بڑے امر میں اللہ کی رضا کی نگرانی کرنے والے بن گئے۔

عبداللہ عافر کا قول.......... کہ بیہقی علماء کی سیرۃ پر عمل پیرا تھے۔ دنیا سے تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے والے تھے۔ زہد وتقویٰ میں آراستگی حاصل کرنے والے تھے۔

علامہ ابن خلکان کا قول .... کہ بیہقی زاہد (دنیا سے بے رغبت) تھے۔ دنیا میں سے قلیل پر قناعت کرنے والے تھے۔ کثیر عبادت کرنے والے تھے۔ کثیر تقویٰ والے تھے۔ سلف صالحین کے طریقے پر تھے۔

علامہ ذہبی کا قول .... بیہقی تیس سال تک مسلسل روزے رکھتے رہے۔

مؤرخ ابن عساکر کا قول.......... کہ امام بیہقی علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا سے کم پر قناعت کرنے والے تھے۔ اپنے زہد وتقویٰ میں اپنے آپ کو آراستہ کرنے والے تھے۔ وہ اسی صفت پر نیشاپور میں اپنی وفات تک قائم رہے۔

علامہ ابن کثیر کا قول.......... کہ امام بیہقیؒ زاہد تھے، دنیا میں کمی کے خواہاں تھے۔ کثیر العبادت تھے، کثیر التقویٰ تھے۔

علامہ علی القاری کا قول .... کہ امام بیہقیؒ مناظرے اور مباحثے میں حد درجہ انصاف کرتے تھے۔ علماء کی سیرت پر تھے۔ دنیا میں سے انتہائی قلیل پر قناعت کرتے تھے۔ اپنے زہد وتقویٰ کے ساتھ خوبصورتی اختیار کرتے تھے۔ لمبے زمانے تک روزے رکھتے تھے۔ کہا گیا ہے کہ تیس سال تک روزے رکھتے رہے۔

امام بیہقیؒ کے اشعار

شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ امام بیہقی کبھی کبھی اشعار نظم کرتے تھے۔

من اعتزَّ بالمولیٰ فذاك جليل — ومن رام عزًّا من سواه ذليل

ولو أن نفسي مذ برأها مليكها — مضى عمرها في سجدة لقليل

أحب مناجاة الحبيب بأوجه — لكن لسان المذنين كليل

جو شخص مولیٰ (اللہ) کے ساتھ عزت حاصل کرتا ہے وہ عزت والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے ماسوا سے عزت کا ارادہ کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے

اگر مرا نفس، جب سے اس کے مالک نے پیدا کیا۔ اس کی عمر سجدے میں پڑے پڑے گزر جائے تو پھر بھی کم ہے

محمد مصطفیٰ ﷺ کی مناجات اور ادعیہ تو انتہائی پیاری ہیں۔ مگر گنہگاروں کی زبانیں گنگ ہیں

امام بیہقیؒ کی وفات

ابن خلکان کا قول .... کہ بیہقی نشر علم کے لئے نیشاپور بُلائے گئے تھے۔انہوں نے یہ فرمائش مان لی تھی اور وہیں چلے گئے تھے۔ یاقوت حموی نے کہا کہ آپ کتاب المعرفۃ کی سماع کے لئے نیشاپور بُلائے گئے تھے۔لہٰذا ۴۴۱ھ میں وہاں چلے گئے تھے۔اس کے بعد اس کے اطراف میں واپس آ گئے تھے اور وہیں مقیم ہو گئے تھے۔پھر جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں انتقال کر گئے تھے۔چوہتر سال زندہ رہے۔اور ذہبی یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر عمر میں آپ بیہق سے نیشاپور چلے گئے تھے۔اور انہوں نے اپنی کتب حدیث وہاں بیان کیں۔پھر ان کا اجل آن پہنچا، ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ میں۔لہٰذا وہ اپنے تابوت میں واپس لائے گئے اور بیہق میں دفن کئے گئے۔

امام بیہقیؒ کی موت پر مرثیہ کہنے والے .... ابوالقاسم زرہی بیہقی امام احمد کے بارے میں قصیدہ کہتے ہیں جس کا مطلع ہے :

یا احمد بن الحسن البیہقی لقد .... دوخت ارض المساعی ای تدویخ

اے احمد بن حسین بیہقی! آپ تمام کوششوں اور مساعی کی زمین پر غالب آ گئے

امام بیہقیؒ کے خلف اور جانشین ان کے بیٹے شیخ القضاۃ اسماعیل تھے۔بیہقی کے شاگردوں میں ان کا عنوان گزر چکا ہے۔آپ شہر خوارزم کے قاضی اور جج مقرر ہوئے تھے۔

رسالہ مصادر و مراجع ۔یعنی کتابیات

کتاب دلائل النبوۃ کی تحقیق کے دوران جن کتب کی طرف مراجعت کی گئی

جلد نمبر۔صفحات نمبر اور ان کی تاریخ طباعت کے اندراج کے ساتھ

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن .... تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم الہیئۃ العامہ للکتاب۔قاہرہ

۲۔ ادب المفرد للبخاری

۳۔ اسد الغابہ .... ابن الاثیر۔دار الشعب۔قاہرہ

۴۔ الاستبصار فی نسب الصحابہ من الانصار .... ابن قدامہ مقدسی۔طباعت بیروت

۵۔ الاصابہ لا بن حجر .... مع حاشیہ الاستیعاب لابن عبدالبر۔طبع مصر

۶۔ اصول الحدیث .... محمد حجاج الخطیب۔دار الفکر دمشق

۷۔ الاعتبار فی ناسخ الحدیث و منسوخہ .... للحازمی۔دار الوعی حلب

۸۔ اعجاز القرآن............ بنت شاطیٔ۔طبع دار المعارف

۹۔ اعجاز القرآن للرافعی .... طبع مکتبہ تجاریہ کبریٰ

۱۰۔ اعلام الموقعین عن ربّ العالمین .... ابن قیم

۱۱۔ الاغانی للاصفہانی............ دار الکتب قاہرہ

۱۲۔ الاکمال .... لابن ماکولا۔طبع ہند

۱۳۔ انجاءالوطن عن الازدراء بامام الزمن .... کراچی ۱۳۸۷ھ

۱۴۔ الانساب للسمعانی .... طبع بیروت

۱۵۔ انسان العیون فی سیرت الامین المأمون .... برہان الدین حلبی۔طبع قاہرہ ۱۳۲۰ھ

۱۶۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث .... احمد شاکر

۱۷۔ البرہان فی علوم القرآن .... عیسیٰ حلبی ۴جلد

۱۸۔ بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة .... للسیوطی

۱۹۔ تاریخ الامم والملوك .... طبری۔طبع دارالمعارف مصر

۲۰۔ تاج العروس من جواهر القاموس .... زبیدی۔قاہرہ ۱۳۰۷ھ

۲۱۔ تاریخ بغداد للخطیب البغدادی ۱۳۴۹ھ

۲۲۔ تاریخ لابن معین .... تحقیق احمد محمد نور سیف ہیئہ عامہ للکتاب۔قاہرہ ۱۳۷۹ھ

۲۳۔ تاریخ التراث العربی .... جلداول وثانی۔طبع ہیئہ عامۃ للکتاب

۲۴۔ تاریخ الصغیر للبخاری .... تحقیق محمود ابراہیم۔زاید دارالوعی حلب

۲۵۔ التاریخ الکبیر للبخاری .... طبع ہند

۲۶۔ تجرید التمهید لمافی المؤطا من المعانی والاسانید .... لابن عبدالبراندلسی۔طبع حسام الدین القدسی

۲۷۔ تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف .... للمزی۔طبع ہند

۲۸۔ تذكرة الحفاظ للذهبی .... طبع ہند

۲۹۔ ترتیب ثقات العجلی .... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی۔دارالکتب علمیہ بیروت

۳۰۔ تعجیل المنفعة بزوائد الائمة الاربعة .... ابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۳۱۔ تفسیر الفخر الرازی

۳۲۔ تفسیر ابن کثیر .... طبع عیسیٰ حلبی

۳۳۔ تقریب التهذیب .... تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۳۴۔ تنزیه الشریعه .... لابن عراق۔تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۳۵۔ تهذیب التهذیب .... لابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۳۶۔ تهذیب تاریخ دمشق الکبیر .... عبدالقادر۔بدران

۳۷۔ تهذیب الآثار .... ابوجعفر طبری۔تحقیق محمود شاکر

۳۸۔ تهذیب الاسماء واللغات .... شرف الدین نووی۔طبع منیر دمشقی۔قاہرہ

۳۹۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول .... طبع مصر

۴۰۔ الثقات .... ابن حبان۔طبع ہند

۴۱۔ جامع بین العلم و فضله .... ابن عبدالبر۔ مطبع منیریہ ۱۳۴۶ھ
۴۲۔ الجامع لا حکام القرآن .... للقرطبی۔ دارالکتب مصریہ
۴۳۔ الجرح والتعدیل........... للرازی۔ طبع ہند
۴۴۔ الجواھر المضیه فی طبقات الحنفیه .... قرشی طبع ہند
۴۵۔ جوامع السیرت .... ابن حزم۔ طبع دارالمعارف
۴۶۔ حیات محمد صلی اللّٰه علیه وسلم .... لہیکل۔ طبع دارالمعارف
۴۷۔ خصائص التصور الاسلامی .... سید قطب عیسیٰ البابی۔ حلبی قاہرہ
۴۸۔ الخصائص الکبریٰ .... للسیوطی۔ تصویر دارالکتب علمیہ، بیروت
۴۹۔ حلیة الاولیآء .... ابونعیم۔ السعادة، مصر
۵۰۔ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور .... للسیوطی۔ طبع حلب
۵۱۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر .... لابن عبدالبر۔ تحقیق شوقی ضیف۔ دارالمعارف
۵۲۔ دلائل النبوة .... تالیف عبدالحلیم محمود۔ دارالانسان، قاہرہ
۵۳۔ دلائل النبوة .... ابونعیم۔ طبع ہند
۵۴۔ دیوان حسان بن ثابت .... الھیئہ العامہ۔ للکتاب، قاہرہ
۵۵۔ الرساله للشافعی .... تحقیق احمد شاکر۔ دارالتراث، قاہرہ
۵۶۔ الرساله المستطرفه .... لبیان مشہور کتب السنة المشرفه
۵۷۔ الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل .... تحقیق عبدالفتاح ابوغدہ۔ طبع حلب
۵۸۔ الروض الانف .... للسہیلی
۵۹۔ الزھد الکبیر للبیهقی .... دارالقلم، کویت
۶۰۔ سُبل الهدیٰ والا رشاد فی هدی خیر العباد .... (۱ : ۶) المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ، قاہرہ
۶۱۔ سنن ابن ماجه .... تحقیق محمد فواد عبدالباقی البابی۔ حلبی
۶۲۔ سنن ابو داؤد .... مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۴ھ
۶۳۔ سنن نسائی ومعها .... شرح السیوطی والسندی، المصریہ۔ ۱۳۴۸ھ
۶۴۔ سنن الترمذی .... تحقیق احمد شاکر و محمد فواد عبدالباقی البابی۔ حلبی
۶۵۔ سنن الدارمی .... قاہرہ۔ ۱۳۸۶ھ
۶۶۔ السنن الکبری للبیهقی .... الہند۔ ۱۳۱۴ھ
۶۷۔ السنة قبل التدوین .... محمد عجاج خطیب
۶۸۔ سیرت ابن هشام .... تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید۔ طبع المکتبہ تجاریہ، مصر۔ ۱۹۳۷ء

۶۹۔ سیرت اعلام النبلآء .... ذہبی۔ مکتبہ الرسالہ، بیروت
۷۰۔ شذرات الذھب .... ابن عماد حنبلی۔ طبع قدسی
۷۱۔ شرح النووی .... علی صحیح مسلم۔ مصریہ۔ ۱۳۴۷ھ
۷۲۔ شروط الائمتہ الخمسة لاحازمی .... تعلیق کوثری۔ مکتبہ القدسی۔ ۱۳۵۷ھ
۷۳۔ شمائل الرسول للترمذی .... طبع عیسیٰ حلبی، قاہرہ
۷۴۔ الشفا فی حقوق المصطفیٰ .... قاضی عیاض۔ الازہریہ۔ ۱۳۲۷ھ
۷۵۔ صبح الاعشی .... قلقشندی۔ دارالکتب، قاہرہ
۷۶۔ صحیح ابن حبان .... جز اول، جز ثانی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی۔ دارالوعی، حلب
۷۷۔ صحیح البخاری .... طبع بولاق
۷۸۔ صحیح مسلم .... تحقیق محمد فواد عبدالباقی عیسیٰ البابی، حلبی
۷۹۔ صحیح مسلم شرح نووی .... مصر، قاہرہ
۸۰۔ ضُحی الاسلام .... احمد امین۔ مجلس تالیف وترجمہ
۸۱۔ الضعفاء الصغیر .... بخاری۔ دارالوعی، حلب
۸۲۔ الضعفاء الکبیر .... عقیلی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالکتب علمیہ، بیروت
۸۳۔ الطب النبوی .... ابن قیم جوزی ڈاکٹر عبدالمعطی
۸۴۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ .... عیسیٰ البابی حلبی، قاہرہ
۸۵۔ طبقات الکبریٰ .... ابن سعد۔ طبع بیروت
۸۶۔ طوالع البعثة المحمدیہ .... عباس عقاد۔ دارالہلال
۸۷۔ العقد الفرید .... ابن عبداللہ اندلسی۔ لجنہ تالیف وترجمہ ونشر
۸۸۔ العقود الؤلؤیہ .... فی تاریخ الدولة الرسولیہ۔ خزرجی، قاہرہ
۸۹۔ علل الحدیث ومعرفة الرجال .... علی بن مدینی۔ تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالوعی، حلب
۹۰۔ علوم الحدیث .... ابن صلاح۔ تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن
۹۱۔ علل الحدیث .... ابن ابی حاتم رازی۔ طبع سلفیہ
۹۲۔ عمدة القاری شرح بخاری .... شیخ بدرالدین عینی
۹۳۔ عُیُون الاثرفی فنون .... المغازی والسیر۔ طبع بیروت
۹۴۔ الفائق فی غریب الحدیث .... زمخشری عیسیٰ الحلبی۔ قاہرہ
۹۵۔ فتاویٰ ابن صلاح فی التفسیر والحدیث والاصول والفقه .... تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی۔ دارالوعی، حلب
۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری .... ابن حجر عسقلانی۔ طبع سلفیہ۔ محمد فواد عبدالباقی

۹۷۔ الفتح الربانی بترتیب مسند امام احمد بن حنبل شیبانی .... تالیف احمد عبدالرحمٰن البنا۔طبع مصر

۹۸۔ فتح الملھم شرح صحیح مسلم .... شبیر احمد عثمانی۔مکتبہ الحجاز، کراچی

۹۹۔ الفہرست .... ابن ندیم۔التجاریہ الکبریٰ، مصر

۱۰۰۔ فوات الوفیات .... ابن شاکر۔النہضہ المصریہ، قاہرہ

۱۰۱۔ الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ .... شوکانی۔تحقیق عبدالوہاب عبداللطیف

۱۰۲۔ فیض القدیر شرح جامع صغیر .... علامہ مناوی۔طبع مصر

۱۰۳۔ قواعد التحدیث .... تالیف جمال الدین قاسمی۔طبع عیسیٰ وبابی، حلبی

۱۰۴۔ قواعد فی علوم الحدیث .... تھانوی۔تحقیق فضیلۃ الاستاذ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ۔حلب

۱۰۵۔ الکامل فی التاریخ .... ابن اثیر بولاق۔۱۳۸۹ھ

۱۰۶۔ کشف الاستار عن ذوائد البزار للبیھقی .... تحقیق عبدالرحمٰن اعظمی۔طبع مؤسسۃ الرسالۃ

۱۰۷۔ کشف الخفاء ومزیل الالباس .... عجلوتی۔طبع القدسی

۱۰۸۔ الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات .... دارالمأمون للتراث، دمشق

۱۰۹۔ اللآلیء المصنوعہ فی الا حادیث الموضوعہ للسیوطی .... المکتبہ تجاریہ، مصر

۱۱۰۔ لسان العرب .... ابن منظور۔طبع دارالمعارف، مصر

۱۱۱۔ لسان المیزان .... لابن حجر عسقلانی۔طبع ہند

۱۱۲۔ لمحات فی اصول الحدیث .... تالیف ڈاکٹر محمد ادیب صالح۔مکتبہ اسلامی، دمشق

۱۱۳۔ اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان .... عبدالباقی عیسیٰ الحلبی۔قاہرہ

۱۱۴۔ المبتکر الجامع لکتابی المختصر فی علوم الاثر .... تالیف عبدالوہاب عبداللطیف

۱۱۵۔ المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین .... ابن حبان۔تحقیق محمود ابراہیم زائد دارالوعی۔حلب

۱۱۶۔ مجمع الزوائد للھیثمی .... طبع حسام الدین قدسی

۱۱۷۔ مجموعۃ الوثائق السیاسیہ فی العھد النبوی .... محمد حمید اللہ لجنۃ التالیف۔قاہر

۱۱۸۔ محاسن البلقینی علی مقدمۃ .... ابن صلاح۔تحقیق ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن

۱۱۹۔ مراۃ الجنان .... للیافعی

۱۲۰۔ المستدرک علی صحیحین فی الحدیث .... الحاکم وفی ذیلہ المستدرک للذھبی۔طبع ہند

۱۲۱۔ مسند امام احمد .... تحقیق احمد محمد شاکر۔دارالمعارف، مصر

۱۲۲۔ المشتبہ فی الرجال .... للذھبی عیسیٰ الحلبی، قاہرہ۔۱۹۶۳ء

۱۲۳۔ مشکل الحدیث وبیانہ .... ابن فورک۔تحقیق ڈاکٹر عبدالمعطی امین قلعجی

۱۲۴۔ معالم السنن للخطابی .... نشر راغب طباخ۔حلب

۱۲۵۔ معجم ما استعجم للبکری .... لجنۃ تالیف وترجمہ نشر۔قاہرہ

۱۲۶۔ معجم البلدان .... یاقوت حموی۔قاہرہ

۱۲۷۔ المعجم المفهرس .... لالفاظ الحدیث

۱۲۸۔ المعجم المفهرس لالفاظ القرآن .... وضع محمد فواد عبدالباقی

۱۲۹۔ المعجم الوسیط .... مجمع اللغۃ العربیہ۔قاہرہ

۱۳۰۔ مغرفۃ السنن والآثار للبیهقی .... تحقیق سید صقر

۱۳۱۔ المغازی .... للواقدی۔طبع دارالمعارف،مصر

۱۳۲۔ المغازی الاولیٰ .... مؤلفوھا بقلم ھوروفتز۔ترجمہ حسین نصار،قاہرہ

۱۳۳۔ المغرب فی ترتیب المعرب .... للمطرزی

۱۳۴۔ مفتاح الکنوز السنۃ .... محمد فواد عبدالباقی

۱۳۵۔ مفتاح السنۃ .... تالیف محمد عبدالعزیز خولی

۱۳۶۔ المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرعلی الالسنۃ .... للسخاوی

۱۳۷۔ مقدمۃ ابن خلدون

۱۳۸۔ مناقب علی والحسنین وامها فاطمۃ الزهراء .... وضع ڈاکٹر عبدالمعطی۔دارالوعی حلب

۱۳۹۔ المنقذ من الضلال .... للغزالی

۱۴۰۔ الموضوعات .... لابن جوزی

۱۴۱۔ المواهب اللدنیہ .... للقسطلانی مع شرح زرقانی ازہریہ

۱۴۲۔ میزان الاعتدال .... للذہبی۔طبع عیسیٰ البابی الحلبی

۱۴۳۔ مؤطامالک .... تحقیق محمد فواد عبدالباقی۔عیسیٰ البابی الحلبی

۱۴۴۔ نصب الرایۃ لاحادیث الهدایۃ .... للزیلعی۔ادارہ المجلس العلمی۔ہند

۱۴۵۔ نهایۃ الارب للنووی .... دارالکتب،قاہرہ

۱۴۶۔ النهایۃ فی غریب الاحادیث .... لابن اثیر۔عیسیٰ ابن البابی الحلبی

۱۴۷۔ هدی الساری .... لابن حجر عسقلانی۔طبع سلفیہ

۱۴۸۔ وفاء الوفآء .... للسمهودی۔القاہرہ

۱۴۹۔ وفیات الاعیان .... لابن خلکان۔میمنہ،القاہرہ

☆☆☆

دلائل النبوة
اور
صاحبِ شریعت کے احوال کی معرفت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اللہ تعالی رحمتیں نازل فرمائے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اصحاب پر اور سلام نازل کرے، سلام کثیر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک﴾

ہمیں خبر دی تھی شیخ امام سدید نے کہ ابوالحسن عبیداللہ بن محمد بن احمد بیہقی ؒ نے (اس طرح کہ) یہ روایت شیخ کے سامنے پڑھی گئی اور میں نے سماع کیا اور شیخ نے اس کا اقرار فرمایا (درست قرار دیا)۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شیخ امام (زاہد، حافظ، ناقد) ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی ؒ نے فرمایا:

خطبۂ کتاب دلائل النبوة از امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للّٰه الاول بلا ابتداء، والأخر بلا انتهاء، القديم الموجود لم يزَل، الدَّائم الباقي بلا زوال، المتوحّد بالفَرْدَانِيَّةِ، المُنْفَرِدِ بالا لهيَّة، له الأسماء الحُسْنى، والصفات العُلىٰ ـ لِيسَ كَمِثْلِهِ شيء وهو السَّمِيْعُ البَصِيْرُ ـ العليم القدير، العلى الكبير الولى الحميد، العزيز المجيد، المُبدئ، المُعيد، الفعال لما يريد، له الخلق والامر، وبه النفع والضر، وله الحكم والتقدير، وله الملك والتدبير، ليس له فى صفاته شبيه ولا نظير، ولا له فى الَهِيَّتِهِ شريك ولا ظهير، ولا فى ملكه عديل ولا وزير، ولا له فى سلطانه ولي ولا نصير، فهو المتفرد بالملك والقدرة، والسلطان والعظمة، لا اعتراض عليه فى ملكه ولا عتاب عليه فى تدبيره، ولا لوم فى تقديره ـ

ونشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريك له الها واحدا احدا سيدا صمدا لم يتخذ صاحبة ولا ولدا ونشهد ان محمدا عبده ورسوله ونبيهٗ وصفيه ونجيه، ووليه ورضيه واميه على وحيه وخيرته من خلقه ارسله بالحق بشيرا ونذيرا وداعيا الى اللّٰه بادنه وسراجا منيرا صلى اللّٰه عليه وعلى اله الطيبين، وعلى اصحابه الطاهرين، وعلى ازواجه أمهات المؤمنين، وسلم تسليمًا كثيرًا ـ والحمد للّٰه الذى خلق الخلق بقدرته، وجنسهم بارادته وجعلهم دليلًا على الهيته، فكل مفطور شاهد بوحدانيته، وكل مخلوق دال على ربوبيته ـ وخلق الجن والانس ليامرهم بعبادته من غير حاجة له اليهم، ولا الى احد من بريته، وركب فيهم العقل الذى به يدرك دلائل قدمه ووجوده، وتوحيده وتمجيده، وحدوث غيره بابداعه واختراعه، واحداثه وايجاده ـ وبعث فيهم الرسل كما قال جل ثناؤه ـ انا اوحينا اليك كما اوحينا الى نوح والنبيين من بعده واوحينا الى ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط وعيسىٰ وايوب

ويونس وهارون وسليمان ـ واتينا داود زبورًا ، ورسلًا قد قصصنا هم عليك من قبل ورسلًا لم نقصصهم عليك وكلم الله موسىٰ تكليما ـ رسلًا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزًا حكيما ـ

مفہوم خطبۂ کتاب .... سب تعریفیں اللہ رب العزت کی لائق ہیں جو اوّل ہے مگر ابتداء سے پاک ہے۔آخر ہے مگر انتہاء سے پاک ہے۔ ہمیشہ موجود ہے، ہمیشہ موجود رہے گا۔ دائمی بقا کا مالک ہے جس کو کبھی کوئی زوال نہیں۔ فرد ہونے میں خود بخود اکیلا ہے۔ معبود ومشکل کشا ہونے میں منفرد ہے۔اس کے خوبصورت نام ہیں۔اس کی صفات اُونچی ہیں۔اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔وہی سمیع ہے، وہی بصیر ہے۔علم والا ،قدرت والا ہے۔بلند ہے، بڑا ہے، سب کا سرپرست، تعریفوں والا ہے۔ غلبے والا ہے، مجد و بزرگی والا ہے۔

سب شئے کو از سرِ نو بنانے والا ہے۔سب شئے کو ختم کر کے دوبارہ بنانے والا ہے۔ جو ارادہ کرتا ہے اس کو کر ڈالنے والا ہے۔مخلوق بھی اس کی اور حکم بھی اس کا ہے۔نفع اور نقصان کا مالک بھی وہی ہے۔حکم اور تقدیر بھی اسی کی ہے۔ملک و بادشاہت اسی کی ہے اور اس میں تدبیر و تصرف بھی اسی کا ہے۔ اس کی صفات میں نہ اس کی کوئی شبیہ ہے، نہ کوئی مثال ونظیر ہے۔اس کی معبودیت میں نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ کوئی معین ومددگار ہے۔اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، نہ کوئی وزیر ہے۔اس کی بادشاہت میں نہ اس کا کوئی سرپرست ہے، نہ کوئی مددگار ونصیر ہے۔وہ اپنی بادشاہت میں بھی منفرد ہے اور اپنی قدرمیں بھی۔اپنے اقتدار میں بھی اور اپنی عظمت میں بھی۔اس کی بادشاہت میں اس پر نہ تو کسی کا اعتراض ہے، نہ ہی اس کی تدبیر و تصرف میں اس پر کسی کا عتاب ہے۔نہ ہی اس کی تقدیر میں اس کے لئے کسی کو ملامت کا حق ہے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ کوئی بھی معبود و مشکل کشا نہیں ہے سوائے اللہ کے۔وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اِلٰہ ہے اور واحد ہے، احد ہے، سردار ہے، بے پرواہ ہے۔نہ اس نے کسی کو بیٹی ٹھہرایا ہے، نہ ہی بیٹا ٹھہرایا ہے۔اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نبی ہیں۔ اس کے چنیدہ اور اس کے برگزیدہ ہیں۔اس کے دوست اور اس کے پسندیدہ ہیں۔اور اس کی وحی کے وہ امین ہیں۔اور اس کی مخلوق میں سے بہتر ہیں۔انہیں کو اس نے بشارت دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اللہ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ بلانے والا اور چمکتا ہوا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔اللہ رحمتیں نازل کرے ان پر اور ان کی آل پاک طیبین پر۔اور ان کے اصحاب طاہرین پر اور ان کی بیویوں اُمہات المؤمنین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے۔ آمین یارب العالمین

خطبۂ ثانیہ کا مفہوم .... اور سب تعریفیں اللہ کے تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے محض اپنی قدرت کے ساتھ مخلوق تخلیق فرمائی۔اور ان کو محض اپنے ارادے اور خواہش کے ساتھ قسم قسم بنایا۔اور تمام اقسام مخلوق کو اپنی معبودیت کی دلیل بنا دیا۔سو ہر مخلوق شدہ چیز اس کی وحدانیت پر شہادت دے رہی ہے۔اور ہر پیدا ہونے والی شئے اس کی ربوبیت پر دلالت کر رہی ہے۔اور اس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت پر مأمور کرنے کے لئے پیدا فرمایا۔جبکہ اس کو ان کی عبادت کی کوئی ضرورت ومجبوری نہیں تھی۔اور نہ ہی اس طرح ان کو اس کی مخلوق میں سے کسی ایک کے پیدا کرنے کی حاجت وضرورت تھی۔

اور جن وانس کو پیدا کر کے ان میں عقل بھی پیدا کر دی، جس کے ساتھ ان کو پیدا کرنے والے کے موجود ہونے اور ہمیشہ سے ہونے کے دلائل کا ادراک کیا جا سکے۔اور اس کی وحدانیت اور اس کی بزرگی کے دلائل کا ادراک کیا جا سکے۔اور اسی عقل کے ساتھ اس بات کا ادراک کیا جا سکے کہ اس خالق ومالک کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ حادث ہے جو محض اسی اللہ کی ایجاد واختراع سے اور اسی کے پیدا کرنے سے وجود میں آئی ہے، پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کرنے کے بعد ان کے اندر رسولوں کو بھیجا۔جیسے اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

سلسلہ انبیاء ورسل کی بعثت اوران کی وحی کے بارے میں تفصیلی تصریحی وضاحت خداوندی

اِنَّـا اَوْحَيْنَـآ اِلَيْكَ كَمَـا أَوْحَيْنَـآ اِلٰى نُـوْحٍ والـنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ وَأَوْحَيْنَا الىٰ ابراهيم واسماعيل واسحاق والا سباط وعيسىٰ وايوب ويونس وَهارونَ وسليمان ـ واتينا داود زبورًا ، ورسلًا قد قصصنا هم عليك من قبل ورسلًا لم نقصصهم عليك وكلم الله موسىٰ تكليما ـ رسلًا مبشرين ومنذرين لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل وكان الله عزيزًا حَكِيْمًا ـ الخ (سورۂ نساء : آیت ۱۶۳۔۱۶۵)

(اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف اس طرح وحی کی ہے، جس طرح ہم نے نوح علیہ السلام کی طرف اوران کے بعد بہت سارے نبیوں کی طرف وحی کی تھی۔اور ہم نے وحی کی حضرت ابراہیم، اسماعیل واسحاق ویعقوب کی طرف اوران کی اولاد کے نبیوں کی طرف۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف۔اور ہم نے داود علیہ السلام کو (کتاب) زبور عطا کی تھی۔اور ہم نے (دیگر) بہت سارے رسولوں کی طرف وحی بھیجی۔ان میں سے کئی رسولوں کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کردیا ہے۔اور بہت سارے رسول اور بھی ہیں جن کا تذکرہ ہم نے آپ کے سامنے کیا ہی نہیں ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہم کلامی بھی کی تھی۔ہم نے بشارت دینے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے تاکہ لوگوں کے پاس رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ کے خلاف کوئی حجت اوراعتراض باقی نہ رہے۔اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والے ہیں۔

انبیاء ورُسُل کی بعثت کا مقصد: اتمام حجت

رسول اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجے تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اگرچہ ہم اپنے اپنے عقلوں کے ساتھ یہ تو سمجھتے تھے کہ ہم لوگوں کا صانع اور پیدا کرنے اور بنانے والا ضرور ہے اور وہی ہمارے امور، ہمارے معاملات میں تدبیریں اور تصرف بھی کرتا ہے۔مگر ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہمارے اُوپر اس کی عبادت کرنا بھی لازمی ہے۔اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ہم اس کی عبادت کیسے کریں۔اس کی کیفیت اور طریقہ کار کا بھی پتہ نہیں تھا۔اور ہمیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ اگر ہم اس کی عبادت کریں گے تو ہمارے لئے اس کے بدلے میں کیا ہوگا؟ اور اگر ہم اس کی عبادت نہیں کریں گے تو ہمارے لئے کیا ہوگا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حجت کاٹ دی اوران کا الزام واعتراض ختم کردیا ہے۔وہ اس طرح پر کہ ان کے اندر رسول بھیج دیئے، جنہوں نے آکر ان کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔اوران کے لئے عبادت کی کیفیت اور طریقے بیان کئے، اوراس کی اطاعت کرنے والوں کے لئے جنت کی بشارت دی۔اور اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے جہنم سے ڈرایا۔اس بات کو یعنی لوگوں کی حجت اوراعتراض کرنے کو اللہ تعالیٰ ایک آیت میں اس طرح بیان کرتا ہے:

ولو انّـا أهلكنا هم بعذاب من قبله لقالوا : ربنا لولا ارسلت الينا رسولًا فنتبع ايٰتك من قبل ان نذل ونخزى ـ (سورۂ طٰہٰ : آیت ۱۳۴)

اگر ہم، لوگوں کو رسولوں کے آنے سے پہلے اوران کو پیغام دینے سے پہلے ہلاک کردیتے تو (قیامت کے روز) وہ یہ کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیج دیئے کہ ہم تیری آیات کی اتباع کرلیتے اور ہم ذلیل ورسوا نہ ہوتے۔

آیات ومعجزات کے ساتھ رسولوں کی تائید وتصدیق

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں میں سے ہر ایک کو تائید عطا کی تھی۔آیات کے ساتھ اور معجزات کے ساتھ، جوان کی سچائی پر دلالت کرتے تھے۔ جن کے ساتھ وہ اپنے ماسوا دیگر رسولوں سے ممتاز ہوتے تھے، باوجود اس کے کہ وہ رسول عین اس چیز میں برابر تھے جس چیز کے ساتھ وہ تائید عطا کی گئی تھی۔ نیز رسول اور نبی دیگر عام لوگوں سے بھی ممتاز ہوتے تھے معجزات وآیات کے ساتھ۔

معجزات رُسُل کی بہت ساری اقسام تھیں .... رسولوں کے معجزات اجناس کثیرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود خبر دی ہے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) نشانیاں عطا کی تھیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات .... (۱) عصا (۲) ید بیضاء (۳) خون کی بارش (۴) طوفان (۵) ٹڈیوں کی آمد (۶) چیچڑیوں کی آمد (۷) مینڈکوں کی آمد (۸) طمس اموال (۹) دریا کو چیرنا۔ نو نشانیوں کا ذکر قرآن میں (از جاروی)

فارسلنا علیھم الطوفان ، والجراد ، والقمل ، والضفادع ، والدم ، ایات مفصلات فاستکبروا و کانوا قوما مجرمین ۔(سورۃ الاعراف : آیت ۱۳۳)

بس ہم نے ان لوگوں (بنی اسرائیل) پر یہ نشانیاں بھیج دی تھیں۔ طوفان، ٹڈیاں، چیچڑیاں، مینڈکیاں، خون، تفصیلی آیات اور نشانیاں۔ ان لوگوں نے استکبار کیا اترا کے، وہ مجرم لوگ تھے۔ یعنی بطور عذاب یہ بلائیں ان پر مسلط کی گئیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے معجزات کی تصریح کی ہے

یہ سولہ معجزات موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل تھے .... سورۂ بنی اسرائیل میں ہے :

ولقد اٰتینا موسیٰ تسع اٰیات بینات فاسأل بنی اسرائیل اذ جاء ھم فقال لہ فرعون : انی لاظنك یا موسیٰ مسحورا ۔ سورۃ الاسراء : آیت ۱۰۱)

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح نو نشانیاں عطا کی تھی۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ جب وہ ان کے پاس آئی تھیں تو ان کا کیا حال تھا۔ تاہم فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا، اے موسیٰ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے اُوپر جادو ہو گیا ہے۔

قرآن مجید میں معجزات موسیٰ علیہ السلام میں کئی باتوں کا ذکر ہے :

(۱) ان کی زبان کا عقدہ اور گرہ کھل جانا۔ (۲) عصا کا اژدہا بن جانا۔ (۳) جادوگر کی رسیوں اور لاٹھیوں کو ان کی کثرت کے باوجود ہڑپ کر جانا۔ (۴) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے روشنی پھوٹنا۔ اور پانچ نشانیوں کا گروپ (۵) طوفان (۶) ٹڈیاں (۷) چیچڑیاں (۸) مینڈکیاں (ہر چیز میں ہر برتن میں) اور (۹) خون۔ اور (۱۰) دسویں چیز دریا کا پھٹ جانا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ فرقنا بکم البحر .... یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا تھا

(۱۱) پتھر سے چشمہ بہنا۔ ارشاد باری ہے : اضراب بعصاك الحجر .... اے موسیٰ ! پتھر پر عصا ماریئے (انہوں نے مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے)

(۱۲) پہاڑ کو اُٹھا کر اُوپر سائبان کی طرح کر دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : واذ نتقنا الجبل فوقھم کأنہ ظلة

(۱۳) من سلویٰ کا نزول (۱۴) آل فرعون کو قحط سالی میں گرفتار کرنا (۱۵) پھلوں میں نقص پیدا کرنا

ارشاد ہوا : ولقد اخذنا ال فرعون بالسنین ، و نقص من ثمرات

(۱۶) بنی اسرائیل کے مالوں پر طمس واقع کرنا اور مٹا دینا کھجوروں کو، آٹا ہو یا کھانے کا سامان وغیرہ۔ یہ تمام امور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے دلائل تھے۔ (مترجم)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں :

عصاء موسیٰ علیہ السلام والا معجزہ الحادو بے دینی کرنے والوں اور ساحروں، جادوگروں سب کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت اور دلیل تھا۔ اس دور میں جادو عام اور کھلم کھلا ہو رہا تھا، بلکہ ننگا ہو رہا تھا۔ جب عصاء موسیٰ دوڑتے ہوئے اژدہے کی صورت میں بدل گیا (اور دیکھتے ہی دیکھتے) جادوگروں کی رسیوں اور ان کی لاٹھیوں کو ہڑپ کر گیا تو ان سب نے اچھی طرح جان لیا کہ اس عصاء سے اژدہے میں تبدیل ہو کر ہڑپ کر جانے

والی حرکت اس حیات کی وجہ سے ہے جو حیات فی الحقیقت اس میں پیدا ہوگئی ہے، یہ حرکت اس قبیل سے نہیں ہے جس کا مختلف حیلوں اور تدبیروں سے محض خیال یا تخیل اور تصور پیدا کردیا جاتا ہے (جیسے شعبدہ باز اور جادوگر کرتے ہیں)۔ لہٰذا اس اعتبار سے عصاء موسیٰ کی یہ تبدیلی اور یہ حرکت دُہری دلیل ہے۔ ایک طرف صانع اور خالق کے وجود اور اس کے تصرف کرنے پر اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام کے اللہ کا نبی ہونے پر یہ مجموعی طور پر دلالت کرتی ہے۔

بہر حال دیگر تمام آیات اور نشانیاں موسیٰ علیہ السلام کو جادوگروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے جن کی ضرورت نہیں تھی ان کی دلالت اور ان کا ثبوت فرعون اور اس کی قوم کے خلاف تھا اور ان کے مقابلے میں تھا جو دہریئے تھے۔ زمانے کو خالق مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے ان امور کی صحت کو ظاہر کیا تھا جن امور کے بارے میں ان کو موسیٰ علیہ السلام نے خبر دے رکھی تھی کہ میرا اور تمہارا ایک رب ہے جو کہ خالق بھی ہے۔

حضرت داود علیہ السلام کے تین معجزے جوان کی نبوت کی دلیل تھے

(۱) تَلْیِیْنِ حَدِیْدُ (لوہے کا نرم ہوجانا، ان کے ہاتھوں میں آکر)
(۲) تَسْخِیْر جبال (پہاڑوں کا ان کے ساتھ مل کر اللہ کا ذکر کرنا)
(۳) تسخیر طیور (پرندوں کا ان کی مرضی سے بولی اور پرواز کرنا)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔ اور ان کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو مسخر کردیا تھا۔ چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے ساتھ شام کو بھی اور صبح کو بھی اللہ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ (مترجم کہتا ہے)

دلیل نمبر ۱ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ولقد اتینا داود منا فضلًا یا جبال اوبی معه والطیر ، والنا له الحدید ۔ (سورۃ سبا : ۱۰)

ہم نے داوٗد علیہ السلام کو اپنی طرف سے خصوصی فضل عطا کیا تھا (ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا)۔ اے پہاڑ حضرت داؤد کے ساتھ آپ بھی بارگاہ ایزدی میں رجوع کریں (تسبیح کریں) اور پرندوں کو ان کے تابع فرماں کردیا اور ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا۔

دلیل نمبر ۲ : ارشاد باری تعالیٰ ہے :

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والا شراق

بے شک ہم نے پہاڑوں کو مسخر کردیا۔ وہ شام کو بھی اور صبح کو بھی ان کے ساتھ اللہ کی پاکیزگی بیان کرتے تھے۔ یہ سب ان کی نبوت کے دلائل تھے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے مشہور پانچ معجزے
یا نبوت عیسوی کے چار نا قابل انکار دلائل

(۱) تکلم فی المهد (گود میں یا جھولے میں ہونے کی عمر میں حکیمانہ کلام کرنا)
(۲) اِحیاء موتیٰ (قُم بِاذن اللّٰه کے حکم کے ساتھ اُٹھ جایئے کہہ کر مُردوں کو زندہ کرنا)
(۳) اِبْراء اَکْمَهْ وَاَبْرَصْ (دعا کرکے یا ہاتھ پھیر کر مادرزاد اندھوں اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کردینا)

(۴) تَطیِیرُ طائر (مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اس میں پھونک مار کر پرندوں کو اُڑانا)
(۵) انباء اکل و دخر (یعنی کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا رکھ کر آئے ہو؟) مترجم

امام بیہقیؒ کا فرمان .... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو قدرت عطا کر دی تھی کہ وہ گود میں بولتے تھے اور حکماء وعقلاء جیسی بات کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور ان کی دعاء کے ساتھ ہاتھ پھیرنے کے ساتھ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھ والوں کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ اور ان کے لئے یہ کیفیت پیدا کر دی تھی کہ وہ مٹی سے پرندے کی شبیہ بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن کر اُڑ جاتا تھا۔ قرآنی دلیل :

یا عیسیٰ ابن مریم اذکر نعمتی علیك وعلی والدتك اذ یدتك بروح القدس تكلم الناس فی المهد وكهلا واذ علمتك الكتاب والحكمة والتوراة والانجیل واذ تخلق من الطین كهیئه الطیر فتنفخ فیها فتكون طیرا باذنی وتبرئُ الاكمه والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتم بالبینات فقال الذین كفروا منهم ان هذا الا سحر مبین ۔ (سورۃ مائدہ : آیت ۱۱۰)

اے عیسیٰ بن مریم یاد کر میری نعمت کو تیرے اور تیری والدہ پر جو ہے، جب میں نے تجھے رُوح القدس کے ساتھ تائید دی تھی کہ تم لوگوں کے ساتھ جھولے میں ہوتے ہوئے کلام کرتے تھے اور بڑھاپے میں بھی کریں گے۔ اور یاد کر جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی توراۃ وانجیل کی اور جب آپ مٹی سے پرندے کی شبیہ بناتے تھے میرے حکم سے، پھر اس میں میرے حکم سے رُوح پھونکتے اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا۔ اور جب مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے تھے میرے حکم سے۔ اور یاد کر جب کل یہودیوں کو تم سے روکا تھا جب آپ واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس گئے تھے تو ان سے کافروں نے کہا یہ تو ظاہر اور واضح جادو ہے۔

نبوت عیسوی کے بعض واضح دلائل .... امام بیہقیؒ لکھتے ہیں :

پھر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی بیچ سے اُٹھا لیا جب انہوں نے ان کے قتل کرنے اور پھانسی لگانے کا پروگرام بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا اس سے کہ وہ ان تک پہنچتے اور ان کے جسم کو قتل یا پھانسی کا درد والم پہنچاتے اور ان کے دور میں طبیب اور علاج معالجہ عروج پر تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ان امور کو ظاہر فرمایا اور وہ کارنامے ان کے ہاتھ پر جاری فرمائے جن کو انجام دینے سے بڑے ماہر ترین طبیب اور معالج عاجز رہ گئے۔ بلکہ اس سے کم تر سے بھی عاجز رہ گئے یعنی اس بدرجہا چھوٹے امور سے بھی عاجز رہے۔ یہ امور دلالت کرتے ہیں کہ طبائع پر غلبہ کرنا اور ان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کا انکار کرنا باطل ہے۔ اور یہ تمام دلائل ہیں اس بات کے کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب دلائل ہیں اس بات کے عالم کا ایک خالق ہے، وہی اس کا مدبر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ امور و معجزات کو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ظاہر فرمایا اور ان کی دعا کے ساتھ تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سچے نبی اور رسول تھے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کے توفیق عطا کرنے سے ممکن ہوا تھا۔ قرآنی دلیل :

وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللّٰه وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً۔ بل رفعه اللّٰه الیه وكان اللّٰه عزیزاً حكیماً وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یكون علیهم شهیداً ۔ (سورۃ النساء : آیت ۱۵۷۔۱۵۹)

یہودیوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا نہ ہی پھانسی چڑھایا، بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا (کہ وہ ان کے ہم شکل ایک دوسرے یہودی کو پھانسی لگا بیٹھے تھے) بے شک وہ ان کے بارے میں اختلاف کر بیٹھے۔ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں۔ انہیں ان کے بارے میں کوئی صحیح علم نہیں ہے محض گمان کی اتباع کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ کہ نہ ہی انہوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ یقینی بات ہے بلکہ اللہ نے ان کو اُٹھا لیا تھا اپنی طرف۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکیم ہے۔ کوئی بھی اہل کتاب میں سے نہیں ہے مگر وہ ان کی موت سے قبل ان کے ساتھ ضرور ایمان لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہ ہوں گے۔

نوٹ : یہ مذکورہ دلائل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت کے بارے میں ذکر کئے گئے ہیں۔ آیئے اب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دلائل نبوت رسالت ملاحظہ فرمائیں۔

رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل

نبی مصطفیٰ، رسول مجتبیٰ، جن وانس میں سے تمام مخلوق کی طرف مبعوث بالحق ابو القاسم، محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ خاتم النبین، رسول ربّ العالمین، صلوات اللہ علیہ۔ ان پر اور ان کی آل طیبین طاہرین پر ہزاروں لاکھوں رحمتیں نازل ہوں۔ ان کی نبوت ورسالت کے دلائل اور آیات بنیات تمام رسولوں سے زیادہ ہیں اور بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی نبوت کے اَعلام اور نشانیاں ایک ہزار کی تعداد تک پہنچتے ہیں۔

قرآن مجید زندہ جاوید معجزۂ محمدی ہے .... بہرحال آپ کی نبوت کا سب سے بڑا نشان جو آپ کی دعوت کے ساتھ جڑا اور ہمیشہ آپ کے ساتھ حیات میں بڑھتا چلا گیا اور آپ کی وفات کے بعد ہمیشہ آپ کی اُمت میں باقی ہے، وہ قرآن عظیم ہے۔ وہ ظاہر اور باہر معجزہ ہے۔ اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ وہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے جیسے اس کو نازل کرنے والے نے اس کی تعریف کی ہے : کہ

(۱) وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ، تنزیل من حکیم حمید۔ (سورۃ فصلت : آیت ۴۱-۴۲)
قرآن مجید عزت اور غلبے والی کتاب ہے۔ باطل نہ تو اس کے آگے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے آسکتا ہے۔ یہ حکمت اور حمد کے مالک نے اُتارا ہے۔

(۲) انہ لقرآن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون۔ تنزیل من ربّ العالمین۔ (سورۃ واقعہ : آیت ۷۷-۸۰)
بے شک پڑھی جانے والی عزت والی (چیز) ہے۔ وہ پوشیدہ محفوظ کتاب میں (لوح محفوظ میں) لکھی ہوئی ہے۔ جس کو پاک فرشتوں کے سوا کوئی بھی نہیں چھوسکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اُتری ہے۔

(۳) بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ (سورۃ البروج : آیت ۲۱-۲۲) بلکہ وہ بزرگی والا قرآن ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

(۴) ان ھذا لھو القصص الحق۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۶۲) بے شک یہ وہی بیان حق ہے۔

(۵) وھذا کتب انزلناہ مبارك فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون۔ (سورۃ الانعام : آیت ۱۵۵)
یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کو ہم نے اُتارا ہے۔ برکت والی ہے، اس کی اتباع کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۶) انھا تذکرۃ، فمن شاء ذکرہ، فی صحف مکرمۃ، مرفوعۃ مطھرۃ، بایدی سفرۃ، کرام بررۃ۔ (سورۃ عبس : آیت ۱۱-۱۶)
یہ قرآن نصیحت ہے (یاددہانی ہے) جو چاہے اس کو یاد کرے (نصیحت مان لے)۔ یہ عزت والے صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ وہ صحیفے بلند قدر ہیں (اُونچے مقام پر رکھے ہوئے ہیں)۔ وہ صحیفے پاکیزہ ہیں۔ وہ کاتبوں اور لکھنے والے فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ وہ کاتب فرشتے بزرگی والے عظمت والے ہیں۔

(۷) قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔
(سورۃ الاسراء : آیت ۸۸) (اے محمد ﷺ) فرمادیجئے کہ البتہ اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کی کوئی مثل بنا کر لے آئیں تو وہ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے ظہیر ومددگار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات میں یہ امر واضح فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو ایسی وصف پر اُتارا ہے جو کلام بشر کے اوصاف کے مبائن ہے اور اس سے مختلف ہے۔ اس لئے یہ کلام منظوم ہے نثر نہیں ہے اور نظم ہے مگر نظم رسائل، نظم خطاب، نظم اشعار کی طرح نہیں۔ اور وہ کاہنوں، ہجعوں کی طرح نہیں ہے۔ اور یقین جانئے کہ کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی مثل لے آئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے (محمد ﷺ) کو حکم فرمایا کہ آپ اس کے مخاطبین کو چیلنج کریں کہ وہ اس جیسا قرآن بنا کر لائیں۔ اگر وہ یہ دعویٰ کریں کہ وہ اس پر قادر ہیں یا ان کو اس بات کا گمان ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

(۸) قل فأتوا بعشر سور مثله مفتريات ۔ (سورۃ ہود : آیت ۱۳) فرمادیجئے کہ وہ اس جیسی دس سورتیں لے آئیں (اختراکی ہوئی)۔

پھران کے لئے ایک ساتھ نوسورتیں کم کر کے فرمایا :

(۹) .فأتوا بسورة من مثله ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۲۳) لے آؤتم ایک سورۃ اس جیسی۔

لہٰذا معاملہ یوں ہی فی الحقیقت رہا جیسے اللہ نے بیان فرمایا ہے (کہ منکرین قرآن اور معترضین نبوت محمدی اس لایزال معجزۂ محمدی کی ایک سورت بنا کر لانے سے عاجز رہے۔لہٰذا قرآن مجید دائمی طور پر نبوت محمدی کی قطعی اور ان ٹوٹ دلیل بن گیا)۔علاوہ ازیں یہ بات بھی تھی کہ نبی کریم ﷺ موافق ہو یا مخالف سب کے نزدیک مقبول انسان تھے۔اپنی شرافت اور متانت اور اپنی قوت عقل اور رائے کی وجہ سے۔

جو شخص اس مقام پر فائز ہو اور پھر اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کو اپنے دین کی طرف دعوت دینے کے لئے کھڑا ہو گیا ہو، کسی بھی طریقے پر درست نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم ایک سورۃ اس جیسی لے کر آجاؤ جو میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں قرآن میں سے۔اور تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھتے۔اگر تم لوگ اس کی مثال لے کر آجاؤ تو میں کاذب ہوں گا۔حالانکہ وہ اپنے دل وجان سے یہ جانتا ہو کہ قرآن اس پر اُترا ہے۔جبکہ اس کو اپنی قوم کے ان لوگوں سے یہ خطرہ بھی ہو جو اس کی مخالفت اور اس سے معارضہ کریں گے۔اگر اس کے باوجود کوئی ایسا کرے تو وہ خود اپنی دعوت کو باطل کرے گا۔

یہ سب مذکورہ تفصیل اور آئندہ تفصیل اس بات پر دلیل قاطع ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بات عربوں سے ایسی ہی نہیں کہہ دی تھی کہ قرآن کی مثال لے آؤ اگر تم لا سکتے ہو۔اور تم ہرگز اس کو نہیں لا سکتے۔بلکہ اس وقت میں کہی تھی جب آپ کو پورا یقین تھا اور پورا وثوق تھا اور یہ امر پکا اور متحقق تھا کہ وہ ایسا نہیں کرسکیں گے۔اور یہ کسی طرح بھی یقین آپ کو حاصل نہیں ہوسکتا تھا مگر صرف اور صرف آپ کے ربّ کی طرف سے آپ کو یقین دلانے سے جس نے اس کتاب کی وحی آپ کی طرف بھیجی تھی (جب ربّ نے آپ کو یقین دلایا تو) اس کی خبر پر یقین کر کے یہ چیلنج کر دیا۔اور دنیائے انسانیت کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ اس چیلنج میں کامیاب رہے اور آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود اس کی مثال پیش نہ کی جاسکی اور اس طرح قرآن نبوت محمدی کی قطعی اور دائمی دلیل بلکہ ناقابل تردید دلیل بن گیا۔(مترجم)

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ بہرحال اس مذکورہ تفصیل کے بعد جو مزید بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا تھا کہ میرے پاس اس قرآن کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ اگر تم سچے ہو (یہ بات کہنے میں کہ محمد ﷺ نے خود قرآن لکھ لیا ہے یا کسی سے لکھوالیا ہے) ''محۂ فکریہ ہے''۔ چنانچہ (کوئی ایک سورت پیش کرنے والی) مہلت طویل ہوتی رہی اور اس بارے میں انتظار لمبا ہوتا رہا۔اور مسلسل وقائع وحوادث پے در پے پیش آتے رہے اور حضور کے اور عربوں کے مابین جنگیں ہوتی رہیں۔جنگوں کے نتیجے میں ان کے صنادید اور سردار قتل ہوتے رہے۔ان کی اولادیں اور ان کی عورتیں قیدی ہوتی رہیں اور ان کے مال لٹتے رہے (وہ لوگ یہ سارا نقصان برداشت کرتے رہے)۔مگر کوئی ایک ماں کا لال بھی ان میں سے قرآن کے معارضے اور مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔اگر وہ قرآن کا معارضہ ومقابلہ کرنے پر قادر ہوتے تو وہ ضرور اس کے ساتھ اپنے نفسوں اور اپنی اولادوں اور اپنے گھر والوں اور اپنے مالوں کا اس کے ساتھ فدیہ دے کر ان سب کو بچا لیتے۔جبکہ یہ کام کرتا یعنی قرآن کا معارضہ کر کے ایک سورۃ اس کے مقابلہ کی بنا کر پیش کر دیتے اور یہ ثابت ہو جاتا کہ قرآن اللہ کی طرف سے نہیں آیا بلکہ محمد ﷺ نے یا کسی اور انسان نے تصنیف کیا ہے۔ان کے لئے قریب ہوتا، ان پر آسان ہوتا کیونکہ وہ اہل زبان تھے، صاحب فصاحت تھے، صاحب شعر وخطبات تھے۔جب وہ یہ نہ لا سکے اور نہ ہی وہ اس کا دعویٰ کر سکے تو یہ بات صحیح ہوگئی کہ وہ اس سے عاجز تھے۔

خود نبی کریم ﷺ از خود بغیر وحی کے انہیں لوگوں کی طرح قرآن کی مثال بنانے سے عاجز تھے

اور ان لوگوں کے عجز کے ظاہر ہو جانے میں ہی اس بات کا بیان ہے کہ اس عاجز ہونے میں خود محمد ﷺ بھی انہیں کی مثل عاجز ہیں (قرآن کو تصنیف کرنے یا اس کی مثال از خود بنانے سے)۔کیونکہ حضور ﷺ انہیں کی مثل بشر تھے۔آپ کی زبان انہیں لوگوں جیسی تھی، آپ کی عادتیں انہیں

لوگوں والی تھی، آپ کی طبیعت اور مزاج انہیں لوگوں سے ملتا جلتا تھا، حضور ﷺ کا زمانہ انہیں لوگوں والا تھا۔ جب یہ سب کچھ اسی طرح تھا پھر بھی وہ قرآن جیسی معجز کتاب لے کر آ گئے تو اس بات کا یقین کرنا واجب ہو گیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے، برتر ہے، اس کی ذات اور اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نہیں ہے۔ توفیق اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

قرآن کے مقابلہ میں مسیلمہ کذاب کے کلام کی حقیقت

ابوعبداللہ حسین بن حسن حلیمی نے فرمایا .... اگر وہ لوگ مسیلمہ نامی شخص (یعنی مسیلمہ کذاب) مدعی نبوت کے مُسَجَّعْ کلام کا (قرآن کے مقابلے پر) ذکر کرتے تو صورت حال کچھ ایسی تھی کہ مسیلمہ جو کچھ کلام لے کر آیا تھا، وہ اس سے آگے نہیں بڑھتا تھا کہ کچھ اس میں سے محاکات تھیں (ایک دوسرے کو حکایات سنانا)۔ اور اس میں سے کچھ سرقہ (یعنی چرایا ہوا کلام) تھا۔ اس میں سے کچھ کاہنوں (غیب کی خبریں دینے والوں) کے سجعوں جیسے سجعے تھے اور کچھ کلام عرب کے رجز پر مبنی تھا۔

حضور اکرم ﷺ کا اپنا فصیح کلام اور اس کی حقیقت

حالانکہ نبی کریم ﷺ خود جو کلام فرماتے تھے وہ لفظاً سب سے زیادہ خوبصورت ہوتا، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے زیادہ سیدھا اور درست ہوتا، اور فائدے کے لحاظ سے سب سے زیادہ واضح ہوتا۔ تاہم عربوں نے (آپ کے کلام کو دیکھنے سمجھنے کے بعد) حضور ﷺ سے یہ کبھی نہ کہا کہ آپ ہمیں تو قرآن کی مثل لانے کا چیلنج کرتے رہتے ہیں اور آپ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ جن وانس سارے اگر اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس کی مثال بنا کر پیش کریں گے تو وہ سب اس پر قادر نہیں ہو سکیں گے۔ مگر آپ خود اس کی مثال لا چکے ہیں اور اس بات کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ آپ کا اپنا کلام ہے (جبکہ قرآن کے بارے میں آپ یہ زور دے کر کہتے ہیں کہ وہ اللہ کا کلام ہے آپ کا نہیں ہے)۔ عربوں نے حضور ﷺ سے یہ نہیں کہا تھا وہ کلام جو آپ خود کرتے ہیں وہ یہ ہے : کہ

حضور ﷺ کا منظوم دعائیہ کلام

أنـا الـنـبـى لا كـذب　　　أنـا ابـن عبـد المـطـلـب

میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں

تـالله لـولا الله مـا اهـتـديـنا　　　ولا تـصـد قـنـا ولا صلينا

اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتے۔ تو ہم ہدایت نہ پا سکتے، نہ صدقہ دے سکتے

فـأنـزلـن سـكـيـنة عـلـيـنـا　　　وثـبـت الاقـدام ان لاقـيـنـا

لہٰذا (اے اللہ) تو ہی ہمارے اُوپر سکینہ اور وقار نازل فرما۔ اور اگر ہم دشمن کے ساتھ ٹکرا بیٹھیں تو تو ہی ہمیں مضبوطی اور ثابت قدمی عطا فرما۔

اللهم ان العيش عيش الاخرة　　　فـارحـم الانصار والمهاجرة

اے اللہ! بے شک اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ (اے اللہ) انصار و مہاجرین صحابہ پر رحم فرما۔

حضور ﷺ کا انتہائی فصیح و بلیغ اور مسجع کلام جو اہل زبان کے نزدیک قرآن کی مثل نہ قرار دیا جا سکا۔ ارشاد فرمایا :

تعس عبد الدينار والدرهم ، وعبد الخميصة ، ان اعطى منها رضى وان لم يعط سخط : تعس وانتكس ، وان شيك فلا انتقش ۔

ہلاک ہو جائے دینار و درہم کا بندہ (پیسے کا لالچی) اور ہلاک ہو جائے چادر و کملی کا بندہ یعنی کپڑوں کا لالچی) اگر اس کو اس میں سے مل جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جائے ہلاک ہو جائے اور بدنصیب ہو جائے اور اگر اسے کانٹا چُبھ جائے تو اس کو چٹکی سے نہ نکال سکے (یعنی اگر اس کو اذیت و تکلیف پہنچے تو وہ اس کو دُور نہ کر سکے)

حضور ﷺ سے اس طرح کے فصیح کلام سننے کے باوجود کسی ایک عرب نے اس بات کا دعویٰ نہ کیا تھا کہ اس میں سے کچھ کلام قرآن کے مشابہ بھی ہے۔ یا اس میں سے کچھ ٹکڑے قرآن کے مشابہ بھی ہیں۔

یہ سب کیفیت اس بات کی دلیل ہے کہ عرب قرآن کی مثال لانے سے عاجز تھے۔ خود حضور ﷺ بھی اسی طرح عاجز تھے۔ اپنے ذاتی کلام سے۔ لہٰذا یہی حقیقت اس بات کی دلیل تھی اور ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور ان پر اُترنے والا قرآن ان کا اپنا یا کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ اور یہ تمام عربوں کی طرح خود حضور ﷺ کی استطاعت سے ہی باہر ہے۔ ہاں یہ قرآن محمد ﷺ کے دعویٰ کے عین مطابق اللہ کا کلام ہے۔ جو جبرائیل امین اللہ کی طرف بطور وحی خاص وقت میں خاص کیفیت کے ساتھ ان کے اُوپر اُتارتے رہے ہیں۔ ان کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (مترجم)

استاذ ابومنصور کا قول .... استاذ ابومنصور محمد بن ابوایوب نے حکایت بیان کی۔ اس تحریر میں جو انہوں نے میری طرف لکھی تھی ہمارے بعض اصحاب سے کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مذکورہ نظم ان لوگوں کے مابین واقع ہوئی ہو اور وہ چیلنج کے وقت اس کے معارضے و مقابلے سے بھی عاجز ہو گئے ہوں۔ لہٰذا یہ نظم خود معجزہ بن گئی ہو۔ اس لئے کہ جو چیز عادت میں شمار ہوتی ہو اس کو عادت سے نکالا جائے تو یہ چیز نقص عادت یعنی خلاف عادت کہلاتی ہے۔ جیسے اس چیز کو جو عادت میں شامل نہیں ہے بالفعل عادت میں داخل کرنا نقص عادت ہے۔ یہی چیز معجزہ بن جاتی ہے۔ بہر حال دونوں میں سے جو بھی صورت پیش آئی ہو اس سے حضور ﷺ کا معجزہ ظاہر ہوتا ہے اور عربوں نے اس سے اپنے قاصر ہونے اور اس کی مثل پیش کرنے سے عاجز ہونے کا اعتراف کیا تھا۔

حضور ﷺ کا معجزہ جس نے عربوں کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا وہ مُردوں کو زندہ کرنے، اندھوں کو بینا کرنے، کوڑھیوں کو صحیح کرنے سے زیادہ واضح دلالت ہے

شیخ ابوسلیمان حمد بن محمد خطابی نے بعض اہل علم سے حکایت بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ وہ کلام جس کو محمد مصطفیٰ ﷺ نے عربوں کے سامنے پیش کیا تھا جس نے ان کو اپنی مثال لانے سے عاجز کر دیا تھا وہ عجیب ترین نشانی ہے وہ دلالت کرنے میں، مُردوں کو زندہ کرنے سے اور مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینے سے اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے سے زیادہ واضح ہے۔ اس لئے حضور ﷺ اہل بلاغت کے پاس آئے تھے، ارباب فصاحت کے پاس آئے تھے۔ یہاں کے رؤسا اور سرداروں کے پاس آئے تھے۔ جو کلام کا مفہوم و معنیٰ سمجھنے میں پرانے (تجربے کار تھے)۔ لہٰذا ان کا عاجز ہو جانا زیادہ عجیب اور زیادہ حیران کن تھا ان لوگوں کے عاجز ہونے سے جنہوں نے مسیح عیسیٰ کو مُردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ تو اس بارے میں بالکل طاقت ہی نہیں رکھتے تھے (نہ اس بات کا دعویٰ کرتے تھے)۔ اور نہ ہی وہ مادرزاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو تندرست کرنے کی استطاعت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ اس کا علم ایک دوسرے کو دیتے تھے۔ جبکہ ان کے مقابلے میں قریش تو وہ تھے جو ایک دوسرے کو کلام فصیح اور بلاغت و خطابت سکھاتے تھے۔ لہٰذا یہ صورت حال دلالت کرتی ہے کہ ان قریشیوں کا محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن کی مثال لانے سے عاجز آ جانا اس لئے تھا کہ یہ حضور ﷺ کی رسالت و نبوت کی صحت کی نشانی بن جائے۔ لہٰذا یہ اس بارے میں صحت قاطعہ ہے اور برہان واضح ہے۔

قرآن مجید کے اعجاز کی دیگر دو وجوہ۔امورغیب کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئیاں

اعجاز قرآن کی وجہ اوّل ''صداقتِ نبوت محمدی ﷺ کی زبردست دلیل''

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس کے اعجاز کی دوسری دو وجوہ بھی ہیں۔ان میں سے وہ آیات جوغیب کے اخبار پر مشتمل ہیں۔مثلاً

(۱) لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ (سورۃ توبہ : آیت ۳۳) اللہ نے اپنے رسول کواس لئے بھیجا ہے تا کہ وہ اس کوادیان پر غالب کردے۔

قرآن نے یہ خبر دی اور دنیا نے مشاہدہ کرلیا کہ واقع میں دین محمدی تمام ادیان پر غالب آ گیا۔(مترجم)

(۲) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ۔ (سورۃ نور : آیت ۵۵) اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا کہ ضرور ان کوزمین پر خلافت،یعنی مستحکم حکومت عطا کرے گا۔

تاریخ گواہ ہے کہ نفس الامر اور واقعہ میں مسلمانوں کو خلافت اور کامیاب حکومت عطا کی اور حضرت صدیق اکبر،فاروق اعظم،عثمان غنی،علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اور دیگر خلفاء نے اپنے اپنے دور میں کامیاب حکومتیں کیں۔(مترجم)

(۳) وَهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ (سورۃ روم : آیت ۳) رومی عنقریب مغلوب ہونے کے بعد غالب آ جائیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا کہ رومی مغلوب ہو جانے کے بعد دوبارہ غالب آ گئے۔(مترجم)

علاوہ ازیں دیگر آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آپ کے زمانے میں اور آپ کے بعد زمانے میں فتوحات کا وعدہ دیا۔پھر ایسے ہی ہوا جب آپ کو خبر دی گئی تھی جبکہ اس حقیقت سے کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے کہ محمد ﷺ نہ تو نجومی تھے (جو علم نجوم رکھتے ہوں)،اور نہ کاہن تھے (جو کہانت سے خبریں دیتے ہوں)،اور نہ ہی آپ نجومیوں کے ساتھ اور نہ ہی کاہنوں کے ساتھ مجالس رکھتے تھے۔اس کے باوجود جو بھی آپ نے خبر دی،وحی سے اطلاع پا کر دی اور وہ پوری ہوئی،یعنی قرآن نے جو بھی غیب کی خبر دی،جو بھی پیشن گوئی کی وہ پوری ہو کر رہی۔

مذکورہ بالا آیات اور ان جیسی دوسری تمام آیات ایک طرف قرآن کی صداقت کی دلیل ہیں تو دوسری طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کی صداقت کے دلائل ہیں۔(مترجم)

صداقت نبوت محمدی کی زبردست دلیل

اعجاز قرآن کی وجہ ثانی .... وہ آیات ہیں جو پہلے لوگوں کے قصص اور واقعات پر مشتمل ہیں جو کتب اُولیٰ کے ماننے والوں کے صحیح علم کے مطابق واقع ہوئیں جو کچھ آپ نے فرمایا،اس کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوا۔جبکہ یہ حقیقت سب اچھی طرح جانتے ہیں حضور ﷺ خود اُمّی تھے،نہ ہی کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ ہی کسی کتاب سے کچھ لکھتے تھے اور نہ ہی اہل کتب سے کچھ سیکھنے کے لئے ان کے پاس اُٹھتے بیٹھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ جب عربوں میں سے بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ کو کوئی انسان یہ باتیں سکھاتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رد فرمایا۔چنانچہ ارشاد ہوا :

(۴) لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (سورۃ النحل : آیت ۱۰۳)

جس شخص کی طرف (محمد ﷺ کے سیکھنے کی نسبت کرتے ہیں) وہ تو فصیح عربی میں کلام نہیں کر سکتا (اس لئے کہ اس کی اپنی زبان عربی نہیں ہے بلکہ عجمی ہے)۔اور یہ قرآن واضح بیان کردینے والی عربی زبان ہے۔

اہلِ تفسیر کا خیال............ اہل تفسیر نے گمان کیا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں جس شخص کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ابن الحضرمی کے دو عیسائی غلام مراد ہیں۔وہ اپنی کتاب کو رومی زبان میں پڑھتے تھے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بلکہ عبرانی زبان میں پڑھتے تھے۔حضور ﷺ ان کے

پاس آتے جاتے تھے اوران کو باتیں حضور بتاتے تھے اوران کو حضور سکھاتے تھے۔ لہٰذا مشرکین نے یہ کہنا شروع کردیا کہ بات پھریوں ہی ہے کہ محمد ﷺ خود بھی ان دونوں سے سیکھتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت نازل فرما کراس بات کی تردید کردی۔(قال المترجم)

یہ ایک شبہ ہے منکرین نبوت محمدی ﷺ کے شبہات میں سے، کیونکہ وہ یہ کہتے تھے کہ محمد ﷺ یہ قصص ذکر کرتے ہیں اس لئے کہ وہ ان کو کسی دوسرے انسان سے حاصل کرتے ہیں۔ اوران واقعات کواس سے سیکھ کرآتے ہیں۔ اس شخص کے بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ بنوعامر بن لوی کا غلام تھا۔ اس کا نام یعیش تھا۔ وہ کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ عداس نامی شخص تھا جو عقبہ بن ربیعہ کا غلام تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ابومیسرہ تھا، روم کا رہنے والا تھا۔ اس کے علاوہ بھی قیل وقال ہے جس کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیونکہ قرآن نے ان کا رد بایں طور فرمایا ہے کہ قرآن اس لئے معجزہ ہے کہ اس کے الفاظ میں جو فصاحت ہے وہ عاجز کردینے والی ہے۔ بالفرض اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ معانی اس آدمی سے سیکھے ہیں تو اس بات سے مقصود میں فرق نہیں آتا۔ اس لئے کہ قرآن بدستور اپنی فصاحت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ تمہارے جھوٹے دعوے سے اس کی فصاحت میں کوئی فرق نہیں آتا، وہ تو بجائے خود قائم ہے۔ (نقلاً از ڈاکٹر عبدالمعطی)

شیخ حلیمی کا قول .... شیخ حلیمی فرماتے ہیں، جو شخص ایسا ہی ضعیف اور کمزور واقع ہوتا ہے (یہ انسانی فطرت ہے) کہ وہ اپنے اس اتہام سے خاموش نہیں رہ سکتا، (کچھ نہ کچھ کہتا ہی رہتا ہے)۔ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اگر وہ حضور ﷺ کو کسی دوسری ایسی چیز کا اتہام دیتے، جس کی ہم حضور ﷺ سے نفی کرتے ہیں تو وہ اس کو بھی ضرور ذکر کرتے، اس سے خاموش نہ رہتے۔

امام بیہقیؒ کا فرمان .... ہم کہتے ہیں کہ علماء کرام نے قرآن مجید سے اس کے اعجاز پر کئی اقسام کے جو علوم اخذ کئے ہیں اور قرآن کے معانی سے ان کو استنباط کیا ہے اوران کو کتابوں میں لکھا ہے اور کتابوں میں ان کو مدوّن کیا ہے جو شخص اس پر مطلع ہے (وہ جانتا ہے کہ) شاید وہ ہزار جلد سے زائد ہوں گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ بشر کا کلام اس قدر مفید اور قیمتی نہیں ہوسکتا جس قدر قرآن قیمتی فائدہ دیتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ربّ العزت کا کلام ہے۔ یہ امر واضح ہے اور ظاہر ہے اس شخص کے لئے جس کو صراط مستقیم کی ہدایت عطا ہوئی ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ بھی ہمارے نبی کریم ﷺ کی بے شمار نشانیاں یعنی آیات باہرہ اور معجزات ظاہرہ ہیں (وہ کئی اقسام ہیں)

قسم اوّل .... پھر ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے قرآن مقدس کے ماسواء اس قدر آیات باہرہ اور معجزات ظاہر ہیں جو مخفی نہیں ہیں اور وہ بے شمار ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کی نبوت کی صحت کے وہ دلائل جن سے اہل کتاب استدلال کرتے ہیں۔

آپ کی نبوت کے بعض دلائل وہ ہیں جن سے اہل کتاب آپ کی نبوت کی صحت پر استدلال کرتے ہیں، وہ تو وہ ہیں جو وہ لوگ توراۃ وانجیل میں یا دیگر آسمانی کتابوں ہیں حضور ﷺ کا ذکر اور حضور ﷺ کی تعریف پاتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ عرب کی سرزمین پر پیدا ہوں گے۔ اگرچہ ان لوگوں نے ان میں سے بھی بہت ساری چیزوں میں اپنی جگہ تحریف کرڈالی ہے۔

(۲) حضور ﷺ کی نبوت کے وہ دلائل جو آپ کی ولادت اور بعثت کے ایام میں عجیب وغریب امور ظہور پذیر ہوئے۔

آپ کی نبوت کے دلائل میں سے وہ امور بھی ہیں جو آپ کے ایام ولادت اور ایام بعثت میں پیدا ہوئے یا ظاہر ہوئے۔ وہ عجیب وغریب امور اور حیرتناک واقعات ہیں۔ جنہوں نے کفر کے سرداروں کو لرزہ براندام کردیا تھا۔ اور جنہوں نے ان کی عزت کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ جنہوں نے عربوں کی شان بلند وبالا کردی تھی۔ جنہوں نے ان کے ذکر کو عظیم بنادیا تھا۔ جیسے اصحاب فیل کا واقعہ جس میں ان پر اللہ تعالیٰ نے جو عبرتناک عذاب نازل کیا تھا۔

(۳) ان دلائل میں سے ہے اہل فارس کی آگ کا بُجھ جانا۔ جو آگ کی پجاریوں نے ایک ہزار سال سے آگ کی بہت بڑی جہنم سلگا رکھی تھی، وہ پوجا کرتے تھے اور انسانوں کو آگ کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اس کی نذر کردیتے تھے۔ کیونکہ وہ اس کو مقدس مانتے تھے۔ حضور ﷺ کی آمد پر شرک اور کفر کا یہ بڑا نشان خود بخود بجھ گیا، جس سے اہل فارس گھبرا اُٹھے تھے کہ شاید آخری نبی پیدا ہوگیا ہے، اب ہماری دال نہیں گلے گی۔ (از مترجم)

(۴) نیز ایوان کسریٰ کے کنگورے ٹوٹ کر یکا یک گر پڑے تھے۔

(۵) بحیرۂ ساوہ کا پانی یکا یک خشک ہوگیا تھا۔

(۶) اور رؤیا موبذان وغیرہ۔

(۷) نیز ہواتف غیبیہ کا چیخنا، یعنی غیب سے آواز دینے والوں کا آوازوں کا وہ شور جس کے ساتھ وہ حضور ﷺ کی تعریفات اور آپ کے اوصاف کی خبر دیتے تھے اور ان امور واشارات جو آپ کی شان کے بیان کو متضمن ہوتے تھے۔

(۸) نیز وہ امور جو کاہنوں اور جنوں سے آپ ﷺ کی تصدیق کی بابت پائے گئے اور ان کے اشارے دینا انسانوں میں سے اپنے اولیاء پر کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایمان لے آئیں۔

(۹) نیز ان اصنام اور بتوں کا یکا یک منہ کے بل اوندھے گر جانا (جن کی عبادت ہو رہی تھی)، جو معبود بنے ہوئے تھے۔ اور اوندھے ہو جانا بغیر کسی گرانے والے اور دھکا دینے والے کے۔ جس نے ان کو اپنی جگہ سے ہلایا ہو یا گرایا ہو۔ یہ اشارے دیتا ہے ان تمام امور کی طرف جو اخبار مشہور ہیں آپ کی ولادت اور آپ کی پرورش کے ایام میں عجائبات کے ظہور میں سے۔ اور ولادت وپرورش کے زمانے کے بعد نبی بن کر بھیجے جانے تک پھر اس کے بعد تک۔

مزید معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

قسم ثانی .... ان مذکورہ نشانیوں کے علاوہ بھی حضور ﷺ کے کئی ایک معجزات ہیں۔ مثلاً

۱۔ شق القمر (چاند کا پھٹنا)

۲۔ حَنِینِ جذعِ (کھجور کے سوکھے تنے کا رونا)

۳۔ حضور ﷺ کی اُنگلیوں کے درمیان سے پانی کا نکلنا، یہاں تک کہ لوگوں کی کثیر تعداد نے اس سے وضو کیا۔

۴۔ طعام کا تسبیح کرنا۔

۵۔ حضور کے بُلانے پر درخت کا حضور ﷺ کی بات مان کر چلے آنا۔

۶۔ بکری کی پکی ہوئی نلی جس میں حضور ﷺ کی ہلاکت کے لئے زہر ملایا گیا تھا، اس کا حضور ﷺ سے کلام کرنا۔

۷۔ بھیڑیئے کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔

۸۔ گوہ کا شہادت دینا۔

۹۔ شیر خوار بچے کا شہادت دینا۔

۱۰۔ میت کا شہادت دینا۔

۱۱۔ حضور ﷺ کی دعا کی برکت سے کھانے اور پانی کا زیادہ ہوجانا، اس قدر کہ اس میں سے لوگوں کی کثیر تعداد نے کھایا اور پیا۔

۱۲۔ حضور ﷺ کا ایسی بکری کا دودھ دوہنا جس کے ساتھ اس کے نَر یعنی بکرے نے جفتی بھی نہیں کی تھی۔مگر حضور ﷺ کے ہاتھ کی برکت سے اس کے تھنوں میں دودھ اُتر آیا۔

۱۳۔ نیز حضور ﷺ کا آنے والے حوادث اور وقائع کی خبر دے دینا، پھر حضور ﷺ کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں اس کی تصدیق کا موجود ہونا۔

علاوہ ازیں وہ امور جو کتابوں میں مذکور اور مدون ہیں۔ہم نے ان کو کتاب دلائل النبوت میں اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔جس کا یہ نقطہ آغاز ہے یا دروازہ ہے اور ان میں سے ایک کا ذکر کافی ہے۔

علاوہ ازیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے دو امر جمع فرما دیئے۔

امر اوّل .... ایک تو آپ کو جنوں اور انسانوں کی طرف بالعموم نبی بنا کر بھیجنا، یعنی جنوں اور انسانوں دونوں کا رسول بنانا۔

امر دوم .... دوسرے آپ کے ساتھ نبوت کو ختم کر دینا، یعنی آپ کو خاتم النبیین بنانا۔

تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دلائل حجج کے ساتھ مؤید کیا اور غلبہ عطا کیا کہ اگر کسی ایک انسان سے ایک نشانی یا ایک معجزہ رہ جائے اور اس کے علم میں کسی وجہ سے نہ آسکے تو دوسری نشانی اور دوسرا معجزہ ان کو پہنچ جائے۔اور اگر مرور ایام سے ایک نشانی مٹ جائے تو دوسری نشانی باقی رہ جائے۔

بہر حال حضور اکرم ﷺ کے بارے میں ہر حالت میں حجت بالغہ (دلیل کامل) موجود ہے۔اللہ کا شکر ہے اس کے اپنی مخلوق پر نظر کرم فرمانے پر اور ان کے لئے شفقت ورحمت کرنے پر جیسے اس کا حق ہے اور جس کا وہ مستحق ہے۔

فصل

حضور ﷺ کی خبروں کو قبول کرنے اور ماننے کی بابت

یعنی حُجّیّتِ حدیث کی بحث

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابو العباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ربیع بن سلیمان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ نے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین میں اور اپنے فرائض اور اپنی کتاب میں ایسے مقام کے اور ایسے منصب پر فائز فرمایا ہے کہ جو مقام یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ نے اس کو اپنے دین کا علم اور نشان بنا دیا ہے۔ بایں صورت کہ اس کی اطاعت کو فرض کر دیا ہے اور اس کی معصیت ونافرمانی کو حرام کر دیا ہے۔اور پھر اس کی فضیلت کو اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اس کے ساتھ ایمان لانے کو اللہ نے اپنے ساتھ ایمان لانے کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۱) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (سورۃ اعراف : آیت ۱۵۸)

آپ لوگ ایمان لے آؤ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ۔

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (سورۃ نور : آیت ۶۲)

یقینی بات ہے کہ مؤمن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لائے ہیں ۔

اللہ نے کمال ایمان کو اللہ کے ساتھ ایمان لانے کو قرار دیا ہے جو کہ اس کے ماسوا ایمان اس کے تابع ہوگا ، اس کے بعد اپنے رسول کے ساتھ ایمان کو ذکر کیا ہے ۔

امام شافعیؒ نے فرمایا .... ہمیں خبر دی ابن عیینہ نے ابن ابونجیح سے ، اس نے مجاہد سے اللہ کے اس قول کے بارے میں فرمایا :

(۳) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ (سورۃ الم نشرح : آیت ۴)

ہم نے (اے محمد) آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے ۔ (فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا (اے محمد! وہاں آپ کا بھی ذکر ہوگا)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ

امام شافعیؒ نے فرمایا .... اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنی وحی کی اتباع اور اپنے رسول کی سنتوں اور طریقوں کی اتباع کرنا فرض قرار دیا ۔ اور اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا :

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ (سورۃ آل عمران : آیت ۱۶۴)

البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان کیا ہے جب ان کے اندر انہیں میں سے رسول بھیج دیا ہے وہ ان کے اُوپر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ وہ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے ۔ ان آیات کے ساتھ دیگر وہ آیات بھی شامل کر لی جائیں جن میں کتاب وحکمت کا ذکر ہے ۔

(۵) **امام شافعیؒ فرماتے ہیں** .... اللہ تعالیٰ نے الکتاب کا ذکر فرمایا ہے ، وہ قرآن مجید ہے ۔ اور الحکمۃ کا ذکر کیا ہے ۔ میں نے ان لوگوں سے سُنا ہے اہل علم میں سے ، جن کے علم قرآن کے ساتھ میں راضی اور مطمئن ہوں ۔ وہ فرماتے تھے کہ ''الحکمۃ'' رسول اللہ کی سنت ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۔

(سورۃ النساء : ۵۹)

اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور صاحب حکم (صاحبِ اقتدار) کی جو بھی تم سے ہو اس کی اطاعت کرو ۔ اگر تم لوگ کسی شے میں باہم اختلاف کر بیٹھو تو اس کے معاملے کو اللہ کی طرف اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف لوٹا دو ۔

تو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اُولُوا الْاَمْرِ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے سرایا کے امیر مراد ہیں (یعنی جن جہادوں ، سفروں میں حضور ﷺ خود نہیں جاتے تھے بلکہ جہادی دستہ روانہ کرتے تھے اور ان پر ایک آدمی کو امیر اور حکم دینے والا مقرر کر دیتے تھے ، وہی امیر مراد ہیں) ۔

اور بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ یہ جو فقرہ ہے :

(۶) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ اس سے مراد اِخْتَلَفْتُمْ فِیْ شَیْءٍ مراد ہے یعنی جس چیز میں تم باہم اختلاف کر بیٹھو تو اُن امور میں اُولُوا الْاَمْر ان کے مقرر کردہ امیر جن کی اطاعت کرنے کا وہ حکم دیں (ان سب کی اطاعت لازمی ہے)۔ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ یعنی جس بات میں اختلاف کر بیٹھو اس کو اس بات کی طرف لوٹا دو جو کچھ اللہ نے فرمایا ہو یا رسول نے فرمایا ہو۔

اس کے بعد امام شافعیؒ نے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ آپ یقین جانئے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت خود اللہ کی اطاعت ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

(۷) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔

(سورۃ النساء : آیت ۶۵)

تیرے رب کی قسم ہے (لوگ) مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو فیصل نہ بنالیں اس بات میں جس میں ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے دل میں حرج اور تنگی نہ محسوس کریں آپ کے فیصلے سے بلکہ وہ بطیب خاطر اس فیصلے کو تسلیم کریں۔

نیز انہوں نے آپ ﷺ کے امر کی اتباع کے فرض ہونے کی بابت اس آیت سے بھی حجت پکڑی ہے۔

(۸) لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ، فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ (سورۃ النور : آیت ۶۳)

آپ لوگ آپس میں جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو، رسول اللہ ﷺ کو اس طرح نہ بلایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو تم میں سے خفیہ طور پر نکل جاتے ہیں پناہ لینے کے لئے۔ چاہئے کہ لوگ رسول ﷺ کے امر کی مخالفت کرنے سے ڈریں کہ ان کو فتنہ یا عذاب دردناک نہ پہنچ جائے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

(۹) وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (سورۃ الحشر : آیت ۷)

اور جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے باز آ جاؤ۔

اس کے علاوہ دیگر آیات بھی ہیں جو حضور ﷺ کے امر کی اتباع کرنے پر اور آپ کی اطاعت کے لازم ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

یہ حضور ﷺ کی اطاعت کا فرض ہونا ہر شخص پر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، معائنہ اور مشاہدہ کیا ہو۔ اور ان پر بھی جو بعد والے ہیں قیامت تک ہوں گے۔ جس شخص نے حضور ﷺ کو دیکھا نہیں اور حضور کا زمانہ پایا نہیں، مگر وہ رسول اللہ ﷺ کا حکم جانتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کو حضور ﷺ سے خبر پہنچنے کے ساتھ یہی علم ہوا ہے اور حضور ﷺ کی طرف سے کسی بھی اُمتی کو خبر ملنا دو طریقوں سے ہے یا خبر دو طرح کی ہوتی ہے۔

مترجم کہتا ہے : کہ

مذکورہ تحریر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب اطاعت اللہ کی طرح فرض ہے، جو مذکورہ قرآنی نصوص سے ثابت ہے تو ظاہر بات ہے اطاعت اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب انسان کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور آپ کے عمل کے بارے میں علم، اطلاع اور خبر ہو، ورنہ عمل اور اطاعت ناممکن ہے۔ اور خبر حاصل ہوتی ہے خبر دینے والے کے ذریعے سے۔ لہٰذا خبر یعنی حدیث حجت ہوئی خواہ قولی ہو یا فعلی اور عملی۔

مذکورہ بالا کی تفصیل............ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں :

خبر دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک تو عام خبر جو عمومی احکام کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے ان الفاظ اور جملوں کے ساتھ جو اللہ نے بندوں پر فرض کیا ہے کہ اس کو اپنی زبانوں کے ساتھ اور افعال واعمال کے ساتھ بجالائیں۔اور اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کو سرانجام دینے کے لئے آئیں۔اس قدر جاننا اتنا ضروری ہے کہ اس سے جہل وناواقفیت میں رہنے کی گنجائش ہی نہیں ہے۔اس بارے میں اہل علم ہوں یا جاہل، سب برابر ہیں۔اس لئے کہ سب اس کے مکلّف ہیں۔مثلاً نمازوں کی تعداد اور ان کی رکعات کی تعداد کا علم ہونا۔ماہ رمضان کے روزہ کی فرضیت کا علم، حج بیت اللہ کی فرضیت کا علم، اور فواحش اور بے حیائیوں کی حرمت کا علم ہونا۔اور اس بات کا علم ہونا کہ ان کے مالوں میں اللہ کا حق ہے۔اور ہر اسی چیز کا علم جو اس مفہوم میں آتی ہے۔

دوسری خبر ہوتی ہے جو خاص لوگوں کے لئے خاص احکام میں ہو۔جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے، جیسے پہلی چیزوں کو جانتے ہیں۔اور عام لوگ اس کے جاننے کے مکلّف بھی نہیں ہوتے۔مثلاً سجدہ سہو کے احکام کہ کن باتوں سے سجدہ سہو واجب ہوگا، کن باتوں سے نہیں ہوگا۔کونسی چیز حج فاسد کرے گی، کونسی نہیں کرے گی۔کس چیز سے فدیہ دینا واجب ہوگا اور کن باتوں سے نہیں ہوگا۔یہ وہ امور ہیں جن کا جاننا علماء پر واجب ہے اور عام لوگوں پر سچے بندے کی خبر کو اس کے صدق پر اعتماد کر کے قبول کرنا لازم ہے۔اللہ نے جو نبی کی اطاعت فرض کی ہے اس میں ان کو رد کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا............ (اللہ ان کی قبر کو روشن کرے)

اگر خبر حدیث کے ساتھ حجت کا ثبوت نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ان لوگوں کو جو موجود تھے ان کو ان کے دین کی تعلیم کے بعد یہ نہ فرماتے :

(۱)　أَلَا فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ ، فَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ۔ (بخاری کتاب العلم۔فتح الباری ۱/ ۱۵۷)

خبردار! جو لوگ موجود ہیں تم میں سے وہ ان لوگوں کو دین پہنچادیں (یعنی خبر دے دیں) جو موجود نہیں ہیں۔

بسا اوقات سُننے والے سے زیادہ بات کو وہ یاد رکھتا ہے جس کو بات پہنچائی جاتی ہے۔

ہمیں خبر دی ابوالحسین محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی اسماعیل بن محمد صفار نے۔ان کو عباس بن محمد نے۔وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن منصور نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہریم بن سفیان نے عبدالملک بن عمیر سے۔ان کو عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود نے اپنے والد سے۔وہ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا :

(۲)　نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيثًا فَأَدَّاهُ كَمَا سَمِعَهُ ، وَرُبَّ مُبَلَّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ ۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے حدیث سُنی پھر اس کو آگے پہنچادیا۔بالکل اُسی طرح جیسے سُنی تھی۔

رسول اللہ کی احادیث آگے پہنچانے کا حکم دینا............ امام شافعیؒ فرماتے ہیں :

جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات سُننے اور اس کو ایسے آدمی تک پہنچانے کے لئے پکارا اور دعوت دی ہے جو اس بات کو اور حدیث کو ایسے شخص تک پہنچادے (جو اس کو محفوظ کرے)۔اور اِمرءَ لفظ واحد ہے (یعنی خطاب فرد کو یعنی واحد کو ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہر فرد کو ہے)۔تو یہ بات اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ یوں ہی حکم نہیں فرمار ہے تھے کہ ان کی طرف سے حدیث آگے پہنچائی جائے، مگر اسی بات کے لئے جس بات کے ساتھ حجت قائم ہوتی ہو اس شخص پر جس آدمی تک وہ بات اور حدیث پہنچائی جائے۔

نوٹ : یعنی حضور ﷺ کی طرف سے پہنچنے والی خبر (حدیث) اس پر بھی حجت ہے جس تک حدیث پہنچے، ورنہ حضور ﷺ آگے پہنچانے کا بلاوجہ حکم نہ فرماتے۔(مترجم)

(۳) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے آخرین میں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو العباس نے، ان کو ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شافعیؒ نے۔ ان کو سفیان بن عیینہ نے۔ وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی سالم ابو النضر نے۔ اس نے سُنا عبید اللہ بن ابو رافع سے۔ وہ خبر دیتے ہیں اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

(۴) لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يَأْتِيْهِ الْأَمْرُ مِنْ اَمْرِيْ مِمَّا أَمَرْتُ بِهٖ اَوْنُهِيْتُ عَنْهُ ، يَقُوْلُ : لَا أَدْرِيْ ، مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاه ۔

البتہ ضرور ایک انسان تم میں سے ایسا ہوگا جو اپنے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوگا۔ اس کے پاس میرے حکموں میں سے کوئی حکم آئے گا جو میں نے کسی بات کا حکم دیا ہوگا یا کسی چیز سے منع کیا ہوگا۔ وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا (حضور ﷺ کے حکم کو)۔ جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے بس اسی پر ہم عمل کریں گے۔ ابوداؤد، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی، حاکم اور سفیان نے کہا کہ مجھے خبر دی ہے ابن منکدر نے بطور مرسل روایت کے نبی کریم ﷺ سے۔

شیخ نے فرمایا .... اور ہم نے روایت کی ہے مقدام بن معدیکرب سے، یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خبر والے دن کچھ چیزیں حرام کی تھیں۔ ان میں سے ایک چیز تو گھریلو گدھوں کی حرمت وغیرہ۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا :

(۵) يُوْشِكُ أَنْ يَقْعُدَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ عَلٰى أَرِيْكَتِهٖ يُحَدِّثُ بِحَدِيْثِيْ فَيَقُوْلُ : بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ ، فَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَلَالًا اِسْتَحْلَلْنَاه ، وَمَا وَجَدْنَا فِيْهِ حَرَامًا حَرَّمْنَاهُ ، وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَل ۔

(ابوداؤد کتاب السنہ)

قریب ہے کہ ہم میں سے ایک آدمی اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہوگا۔ اس کو میری کوئی حدیث سُنائی جائے گی مگر وہ یہ کہہ کر (منع کر دے گا) کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے، ہم اس میں جو کچھ حلال پائیں گے اس کو حلال سمجھیں گے اور جو کچھ حرام پائیں گے اس کو حرام سمجھیں گے۔ اور بے شک رسول نے بھی اسے حرام فرمایا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے۔

یہ خبر ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے، اس چیز کے بارے جو حضور ﷺ کے بعد بدعتی ہوں گے۔ اور وہ آپ کی حدیث کو رد کریں گے، جس میں حضور ﷺ کے بعد تصدیق پائی جائے گی۔

حدیث رسول اللہ ﷺ پر معترض سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی بحث

(۶) ہمیں خبر دی ابو طاہر فقیہ نے، ان کو خبر دی ابوبکر قطان نے، ان کو حدیث بیان کی ابو الازہر نے، ان کو محمد بن عالیہ انصاری نے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی صرد بن ابو المنازل نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا شبیب بن ابو فضالہ مالکی سے، وہ کہتے ہیں :

کہ جب یہ مسجد جامع تعمیر ہوئی تو اتفاق سے حضرت عمران بن حصین وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے ان کے ساتھ شفاعت کا مسئلہ ذکر کیا، تو وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا، اے ابو نجید بے شک تم لوگ ہمیں بہت ساری حدیثیں بیان کرتے ہو جن کی کوئی اصل ہم قرآن مجید میں نہیں پاتے؟ کہتے ہیں حضرت عمران ناراض ہو گئے اور اس آدمی سے کہنے لگے :

اسلام کے ہر حکم کو قرآن میں تلاش کرنا غلط ہے

ا۔ آپ نے قرآن مجید پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں پڑھا ہے۔ حضرت عمران نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس میں یہ مسئلہ پڑھا ہے کہ عشاء کی نماز کی چار رکعت ہیں؟ کیا آپ نے قرآن میں یہ پایا کہ مغرب کی تین رکعات ہیں؟ اور صبح کی دو رکعات ہیں؟ اور ظہر کی چار رکعتیں ہیں؟ اور عصر کی رکعتیں چار ہیں؟ اس شخص نے کہا، نہیں پایا ہے۔ پھر حضرت عمران نے پوچھا کہ تم لوگوں نے یہ باتیں کس سے اخذ کی ہیں۔ کیا تم لوگوں نے یہ باتیں ہم یعنی اصحاب رسول سے نہیں اخذ کی ہیں اور سیکھیں ہیں؟ اور ہم لوگوں نے (یعنی اصحاب نے) یہ سب باتیں اللہ کے نبی ﷺ سے اخذ کی ہیں اور سیکھی ہیں۔

۲۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے کہ چالیس درہم میں سے ایک درہم ہے؟ (یعنی بطور زکوٰۃ دینا ہے)۔ اور یہ کہ اتنی بکریوں میں ایک بکری ہے؟ اور اتنے اتنے اُونٹوں میں زکوٰۃ کا ایک اُونٹ ہے؟ کیا تم نے یہ سب کچھ قرآن میں پایا ہے؟ اس نے کہا نہیں پائی یہ تفصیل۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ یہ سب باتیں تم لوگوں نے کس سے حاصل کی ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہم نے یہ سب باتیں نبی کریم ﷺ سے سیکھی ہیں اور آپ لوگوں نے ہم سے سیکھی ہیں۔

۳۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ قرآن مجید میں آپ نے یہ تو پڑھا ہے کہ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ کہ آپ لوگوں کو پرانے گھر کا یعنی کعبے کا طواف کرنا چاہئے۔ مگر یہ بتائیے کیا تم نے یہ بھی پڑھا ہے کہ تم لوگ سات بار طواف کرو؟ اور تم لوگ اس کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نفل ادا کرو۔ کیا تم نے یہ باتیں قرآن میں پائی ہیں؟ پھر بتاؤں کہ تم نے یہ کس سے اخذ کی ہیں؟ کیا تم نے یہ ساری باتیں ہم لوگوں سے (صحابۂ کرام سے) نہیں حاصل کی ہیں؟ اور ہم نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔ اور کیا تم لوگ ان کو ہم سے لے رہے ہو کہ نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں ہاں، کیوں نہیں، آپ سے ہی سیکھیں گے۔

۴۔ پھر فرمایا کہ کیا تم نے قرآن میں یہ مسئلہ پایا ہے کہ اسلام میں جَلَب نہیں ہے (جانوروں کو ایک شہر سے فروخت کرنے کے لئے دوسرے شہر لے جانا)۔ اور اسلام میں جَنَبُ نہیں ہے (یعنی دُور دراز بیٹھ کر مویشیوں کو اپنے پاس منگوانا کہ اس میں سے زکوٰۃ کے جانور وصول کروں)۔ اور اسلام میں شِغار نہیں ہے (اپنی بہن یا بیٹی دے کر دوسرے کی بہن یا بیٹی سے نکاح بغیر مہر کے کرنا)۔ کیا تم نے یہ مسئلہ قرآن میں پایا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو حضرت عمران نے فرمایا، بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا تھا، فرمارہے تھے لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ وَلَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ۔ کہ اسلام میں جَلَب نہیں، جَنَب نہیں اور شِغار نہیں ہے۔ (تفصیل اُوپر گزر چکی ہے۔ مترجم)

(۶) انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ کیا تم نے یہ سُنا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں حکم فرمایا ہے:

وَمَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (سورۃ الحشر: آیت ۷)

جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے رُک جاؤ۔

حضرت عمران نے فرمایا، تحقیق ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کئی اشیاء حاصل کیں اور سیکھیں جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔

۷۔ فرمایا کہ اس کے بعد حضرت عمران نے شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان سُنا ہے کہ اس نے کچھ لوگوں سے یہ فرمایا:

مَا سَلَکَکُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا: لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ، وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتَانَا الْيَقِيْنُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ۔ (سورۃ المدثر: آیت ۴۲۔۴۸)

تمہیں کونسی چیز جہنم میں لے کر آئی ہے۔ جہنمی کہیں گے کہ ہم لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، اور (دین کی مخالفت کرنے والوں کی باتوں میں) گھستے تھے۔ قیامت کو جھٹلاتے تھے۔ یہاں تک کہ موت آگئی تھی۔ ایسے لوگوں کو سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں دے گی

اَلشَّفَاعَةُ نَافِعَةٌ دُوْنَ مَا تَسْمَعُوْنَ ۔ سفارش مفید اور کارآمد ہوگی۔ (ماسوا ان لوگوں کے جن کا اُوپر ذکر آیا ہے جسے تم نے سُنا ہے)

حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث باطل ہے

شیخ فرماتے ہیں کہ جس روایت میں حدیث کو قرآن پر پیش کر کے دیکھنے کا حکم (یعنی حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت) وہ روایت باطل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ وہ خود باطل ہونے پر روشنی منعکس کرتی ہے۔ قرآن مجید میں حدیث کے قرآن پر پیش کرنے پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ما جاء کم عنی فاعر ضوه کتاب اللّٰه فما وافقه فأنا قلته و ما خالفه فلم أقله ۔

(۱) دارقطنی نے اس کو افراد میں درج کیا ہے۔
(۲) عقیلی نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔
(۳) دارقطنی نے کہا ہے کہ اس میں اشعث بن بزار کا تفرد ہے، وہ شدید ضعیف ہے۔
(۴) اور حدیث منکر جدًا۔ عقیلی نے اس کو منکر کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کی کوئی اسناد صحیح نہیں ہے۔
(۵) تذکرۃ الموضوعات میں ہے کہ اس کو زنادقہ نے وضع کیا ہے۔ عجلونی نے کہا ہے کشف الخفا میں ہے کہ صغانی نے کہا ہے یہ موضوع ہے۔

خبرِ واحد کی تثبیت کے بارے میں دلائل اور حجج کثیر

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ خبرِ واحد کی تثبیت کے سلسلے میں حجج کثیرہ موجود ہیں اور وہ میری مبسوط کتب میں مدون ہیں۔

امام شافعیؒ نے جس بات سے خبرِ واحد کے ثابت رکھنے اور اس کے حجت ہونے کے بارے میں دلیل پکڑی ہے وہ سیرت رسول اور قول وفعل کے وہ مشہور واقعات ہیں جو عام ہیں اور مشہور ہیں کہ حضور ﷺ جب اپنے عمال کو بھیجتے تھے تو ایک ایک بندے کو بھیجتے تھے۔ کوئی رسول اور نمائندہ (اطلاع دینے یا پیغام دینے کے لئے) بھی جاتا تھا، تو ایک ایک شخص کو بھیجتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضور ﷺ اپنے عمال کو اس لئے ہی تو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں کو ان احکامات دینی شرعی کی خبر دیں، جن کے بارے میں خود ان کو رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہوئی تھی۔

اور اس لئے بھیجتے تھے تا کہ عمال لوگوں سے جا کر وہ مال وصول کریں جو اللہ نے ان پر واجب کر دیئے ہیں۔ اور اس لئے تا کہ لوگ ان عمال کو اپنا مال دے دیا کریں۔ اور اس لئے عمال کو بھیجتے تھے کہ وہ جا کر لوگوں پر اللہ کی حدود قائم کریں۔ اور ان پر جا کر شرعی احکامات نافذ کریں۔

بالفرض اگر لوگوں پر ان عمال کی حجت قائم نہ ہوتی، جبکہ لوگ اسلامی مملکت کے ہر طرف اور ہر کونے میں ہوتے تھے، جن کی طرف عمال روانہ کئے جاتے تھے اور وہ عمال اس خبر کے ساتھ جس خبر کو وہ لے گئے ہوتے تھے، لوگوں کے نزدیک اہل صلاۃ ہوتے تھے۔ (اگر وہ مشکوک الخبر ہوتے یا ان پر حجت قائم نہ ہوئی ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اس طرح نہ بھیجتے اور نہ ہی لوگوں پر ان کی حجت قائم ہوتی اور نہ لوگوں کے اُوپر اجابت کرنا لازم ہوتا)۔ مترجم

۱۔ حضور ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کو حج کا والی اور امیر بنا کر بھیجا تھا۔
۲۔ اسی طرح حضور ﷺ نے حضرت علی ؓ کو سورۃ براءت کی ابتدائی آیات دے کر مشرکین سے اعلان بیزاری کرنے کے لئے مکے بھیجا تھا۔
۳۔ نیز حضرت معاذ ؓ کو یمن کا امیر اور گورنر بنا کر بھیجا تھا۔

پھر امام شافعیؒ نے اس بارے میں تفصیلی کلام فرماتے ہوئے کہا کہ اگر وہ شخص یہ گمان کرتا ہے یعنی جو حدیث کو رد کرتا ہے کہ حضرت معاذ جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے اور حضور کی طرف سے، سرایا کے امیر جن جن لوگوں کے پاس گئے تھے، ان کی خبر کے ساتھ حجت پکڑی گئی تھی، تو اس نے مان لیا کہ خبرِ واحد کے ساتھ حجت بھی قائم ہوتی ہے۔ اور اگر اس کے باوجود بھی وہ یہ گمان کرتا ہے کہ لوگوں پر حجت قائم ہوئی تھی تو پھر وہ بہت بڑی بھیانک بات کہتا ہے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ خبر عام آدمی کی خبر نہیں ہوئی تھی جس کا آپ نے ذکر کیا ہے تو پھر بات راجع ہوگی خبر خاص اور خبر عام کی طرف۔

فصل

ان لوگوں کے بارے میں جن کی خبر قبول کی جائے گی

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن یعقوب نے، ان کو خبر دی ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حجت اس وقت تک قائم نہیں ہوتی خبر خاصہ کے ساتھ، حتیٰ کہ وہ کئی امور کو جمع کرے۔ وہ امور مندرجہ ذیل ہیں :

☆(۱)　یہ کہ جس نے خبر خاص کو بیان کیا ہو وہ اپنے دین میں ثقہ ہو۔

(۲)　اپنے حدیث (بات) میں معروف بالصدق ہو۔

(۳)　جس خبر کو بیان کرے اس کو سمجھتا ہو۔

(۴)　الفاظ سے حدیث کے معانی کے حاصل کرنے کا عالم ہو۔ (قالہ الشافی فی الرسالۃ ص ۳۷)

☆(۵)　حدیث بیان کرنے والا ایسا شخص ہو کہ وہ حدیث کو ایسے پہنچائے جن حروف کے ساتھ (جن الفاظ کے ساتھ) اس نے سُنی ہے۔

(۶)　اور وہ حدیث کو بالمعنی بیان نہ کرے (یعنی بعینہ اصل الفاظ کو بیان کرے) صرف معنی و مطلب نہ پہنچائے)۔ اس لئے کہ وہ جب ان کے (الفاظ کا لحاظ کئے بغیر) صرف معنیٰ اور مفہوم کو بیان کرے گا اور وہ اس بات کا عالم نہیں ہو گا کہ معنیٰ میں اس سے کیا تبدیلی ہو جاتی ہے تو وہ یہ بھی نہیں جانے گا، شاید وہ حلال کو حرام سے بدل دے۔ اور جب وہ اس کو حدیث اور خبر کے اصل الفاظ کے ساتھ پہنچائے گا تو کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہے گی جس میں حدیث کے بدل جانے کا خوف کیا جاسکے۔

☆　یہ کہ وہ شخص حافظ (الحدیث) ہو۔ اگر وہ حدیث کو اپنے حافظے سے بیان کرے اور حافظ ہو اپنی کتاب وتحریر کا، اگر وہ حدیث اپنی تحریر و کتاب سے بیان کرے جب وہ اہل حفظ کے ساتھ شریک ہو جائے گا حدیث میں، تو اس کی حدیث ان کی حدیث کے موافق اور مطابق ہو جائے گی۔

☆　یہ کہ وہ حدیث بیان کرنے والا مدلّس ہونے سے پاک ہو اور وہ (غیر مدلّس) اس شخص سے حدیث بیان کرے جس سے وہ مل چکا ہو، مگر وہ حدیث اس محدث سے نہ سُنی گئی ہو، یا حدیث بیان کرے نبی کریم ﷺ سے۔ ان حدیثوں سے جو ثقہ لوگ اس کے خلاف حدیث بیان کرتے ہوں اور اسی طرح ہو وہ شخص جو (حدیث بیان کرنے والے کے) اُوپر ہو جنہوں نے اس کو حدیث بیان کی ہے (یعنی اُوپر کے راوی مدلّس نہ ہوں) یہاں تک کہ حدیث اسی طرح موصول نبی کریم ﷺ تک پہنچائی جائے، یا حضور ﷺ کے علاوہ جس شخص تک پہنچائی گئی ہو (موصول ہی پہنچے)۔ اس لئے ہر ایک ان میں سے مثبت ہے اس شخص کے لئے جس نے اس کو حدیث بیان کی ہے اور مثبت ہے اس پر جس سے وہ خود حدیث بیان کرتا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا: کہ

''محدثین میں سے وہ شخص جس کی غلطیاں کثیر ہوں اور اس کے پاس کسی صحیح کتاب کی اصل بھی نہ ہو، اس کی حدیث قبول نہیں کی جائے گی۔ جیسے اس شخص کا معاملہ ہوتا ہے جو شہادتوں میں اکثر غلط بیانی کرتا ہے کہ اس کی شہادت قبول نہیں کی جاتی''۔

شیخ حلیمیؒ کا قول ………… شیخ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جن میں یہ مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہیں، اور وہ جو ان شرائط پر پورے نہیں اُترتے۔ اور وہ لوگ جو کذب فی الحدیث سے متہم ہیں۔ اور جن پر حدیث گھڑنے اور وضع کرنے کی تہمت ہے، سب کے نام تواریخ میں درج ہیں، اہل علم کو معلوم ہیں۔

امام شافعیؒ کا قول ………… امام شافعیؒ فرماتے ہیں، نہیں استدلال کیا جاتا اکثر صدق حدیث اور کذب حدیث پر، مگر صدق مخبر اور کذب مخبر کے ساتھ مگر خاص قلیل حدیث میں۔

مگر ''خاص قلیل'' والے استثنا کو قول سابق میں امام شافعی نے جو استثنا کیا ہے اہل حفظ میں سے حاذق و ماہرین کے سوا کوئی واقف نہیں ہوسکتا۔

کبھی صدوق بھی پھسل جاتا ہے اس میں جس کو وہ لکھتا ہے اس پر۔ لہٰذا اس کی حدیث دوسری حدیث میں داخل ہو جاتی ہے۔ سو وہ حدیث ایسی ہو جاتی ہے جو ضعیف اسناد کے ساتھ مروی ہو، مگر صحیح اسناد کے ساتھ بھی مرکب ہو۔

محدثین کو صحیح اور غیر صحیح حدیث کی معرفت کیسے حاصل ہوتی ہے

(۱)　اور کبھی قلمی لغزش ہو جاتی ہے، کبھی سماعت بھی خطا کرتی ہے، کبھی حافظہ بھی خیانت کر جاتا ہے۔ لہٰذا شاذ روایت کو حدیث میں سے روایت کرتا ہے بغیر قصد کے۔ تو اس کو اہل صنعت پہچان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کو رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی حفاظت پر مقرر فرما دیا ہے اللہ کے بندوں کے لئے ایسے شخص کو یہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے کثرت سماع اور اہل علم کے ساتھ لمبی صحبت و ہم نشینی سے اور ان کے ساتھ اس کے مذاکرہ کرنے سے اس کی پہلی مثال ایسی ہے جیسے ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو ....

(۲)　خبر دی دعلج بن احمد نے، ان کو حدیث بیان کی احمد بن علی الابار نے، ان کو احمد بن حسن ترمذی نے، ان کو نعیم بن حماد نے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے کہا آپ صحیح حدیث کو غلط سے کیسے پہچانتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جیسے طبیب دیوانے اور پاگل کو پہچانتا ہے۔

(۳)　ہمیں خبر دی ابو سعد احمد بن محمد مالینی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابو احمد بن عدی حافظ نے، ان کو محمد بن عبداللہ بن جنید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن اسماعیل بخاری نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا علی بن عبداللہ سے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی عبدالرحمٰن بن مہدی کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابو سعید آپ کہتے ہیں کسی شئی کے بارے میں کہ یہ صحیح ہے، اور یہ ثابت نہیں ہے۔ آپ کس وجہ سے ایسے کہتے ہیں؟

عبدالرحمٰن نے کہا: کہ آپ یہ بتایئے کہ اگر آپ سکّوں اور رقم کے پرکھنے والے کو لے آئیں اور اس کو اپنے درہم دکھلائیں اور وہ کہے کہ یہ جید ہیں اور یہ ستوق ہیں اور یہ بھرج ہیں، تو آپ کیا اس سے یہ سوال کریں گے کہ کیوں اور کیسے؟ یا اس کی بات کو تسلیم کرلیں گے؟ اس نے کہا کہ بلکہ میں معاملے کو اس کے سپرد کردوں گا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ لمبی صحبت، یا لمبی بحث، یا علم و معرفت۔

نوٹ:　عبدالرحمٰن بن مہدی ولادت ۱۳۵ھ۔ وفات ۱۹۸ھ۔ حافظ الحدیث تھے، علم کے امام تھے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا میں اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں جانتا۔ (مترجم)

سند حدیث کی اہمیت ....　(۴)　ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو یحییٰ بن منصور قاضی نے، ان کو محمد بن عمرو بن علاء جرجانی نے، آپ کو یحییٰ بن معین نے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث کے جہابذہ اور ماہرین پرکھنے والے نہ ہوتے تو ستوقت اور کھوٹے سکے شریعت کو روایت کرنے میں کثیر ہو جاتے۔ آپ جب پسند کریں آ جائیں، جو حدیث آپ نے سُن رکھی ہو لے آئیں، یہاں تک کہ میں تیرے لئے اس میں سے نقد بیت المال علیحدہ کردوں گا۔ کیا آپ کو قاضی شریح کا قول یاد نہیں ہے کہ اثر (یعنی حدیث) کے لئے ایسے پرکھنے والے ماہرین علوم ہیں جیسے چاندی کو پرکھنے والے نقاد ہوتے ہیں۔

فصل

اس باب میں جس چیز کی معرفت کا ہونا واجب ہے، وہ یہ ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ اخبار خاصہ مرویہ تین قسم ہیں

قسم اوّل وہ ہیں جن کی صحت پر اہل علم بالحدیث متفق ہیں، وہ پھر دو قسم ہیں۔

قسم اوّل .... یہ کہ حدیث مروی ہو وجوہ کثیرہ سے اور مختلف طرق سے، حتیٰ کہ وہ اشتہاد میں یعنی شہرت میں داخل ہو جائے۔ اور بعید ہو کہ کوئی اس میں خطاء کا توہم کر سکے، یا اس میں سب لوگ جھوٹ پر متفق ہو گئے ہوں۔ یہ حدیث کی ایسی قسم ہے کہ اس سے علم مکتسب یا علم کسبی حاصل ہوتا ہے۔ اس قسم کی مثال وہ احادیث ہیں جو تقدیر کے بارے میں روایت ہوئی ہیں۔ اور رویت باری تعالیٰ اور حوض کوثر، اور عذاب قبر کے بارے میں۔ اور بعض وہ جو معجزات میں، اور فضائل، اور احکام میں مروی ہیں۔ بس تحقیق ان میں سے بعض احادیث وجوہ کثیرہ سے مروی ہیں۔

قسم دوم .... یہ ہے کہ حدیث مروی ہو جہت احاد سے (یعنی ایک ایک راوی سے)۔ اور وہ مستعمل ہو دعاؤں میں ترغیب و ترہیب میں اور احکام میں۔ جیسے شاہدوں کی شہادت مستعمل ہوتی ہے۔ احکام میں حکام کے نزدیک۔ اگرچہ امکان ہوتا ہے اس پر اور مخبر پر (خبر دینے والا) خطاء کا اور نسیان کا۔ کیونکہ قرآن میں نص آچکی ہے شاہدین کی شہادت کو قبول کرنے کے بارے میں، جبکہ وہ دونوں عادل ہوں۔ سنت وارد ہو چکی ہے خبر واحد کو قبول کرنے کے بارے میں، جب وہ عادل ہو اور شرائط قبولیت کا جامع ہو اس امر میں جو عمل کو واجب کرے۔ بہر حال معجزات میں اور صحابہ میں سے کسی ایک کے فضائل میں۔

تحقیق ان دونوں امور میں اخبار احاد مروی ہیں۔ ان کے اسباب ذکر کرنے میں۔ ہاں مگر وہ تمام مرویات مجتمع میں متفق ہیں اثبات معنیٰ واحد میں۔ وہ ہے معجزات کا ظہور ایک شخص سے اور اثبات فضیلت شخص واحد۔ لہٰذا ان کے مجموعے سے علم مکتسب حاصل ہو جاتا ہے، بلکہ ایسی مرویات کو اور اخبار مستفیض کو جو معجزات اور ان نشانیوں کی بابت ہیں جو سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ سے ظہور پذیر ہوئی ہیں۔ ان کو جمع کیا جائے تو پھر وہ حد تواتر میں داخل ہو جاتی ہیں جو علم قطعی اور علم ضروری کو واجب کرتی ہیں۔

چنانچہ ان سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی عرب سے اُٹھا ہے اسے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ ربّ العالمین کا رسول اور نمائندہ ہے۔ اور اس پر نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں، اور وہ لوگوں کے سامنے معجزات لائے، جنہوں نے اس کو دیگر لوگوں سے منفرد اور ممتاز کر دیا ہے۔ ان امور کے ساتھ جن پر ایمان لایا ہے ہر وہ شخص جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے ہدایت کا، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی اُمت میں قرآن زندہ تابندہ معجزہ کا باقی اور دائمی ہے۔ یہ معاملہ ایسے ہے جیسے ان اسباب مشہورہ کا جو حاتم طائی کی سخاوت کی بات میں شہرت پکڑ چکے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ وہ سب اخبار احاد سے معلوم ہوئے ہیں۔ لیکن اس بات سے انکار ہی نہیں کیا جا سکتا کہ جب وہ سب جمع ہو جاتی ہیں تو ایک معنیٰ اور ایک مفہوم کو ثابت کر دیتی ہیں، وہ ہے حاتم کی سخاوت۔ تو سخاوت والی روایات حد تواتر میں داخل ہو جاتی ہیں اثبات سخاوت میں۔ وباللّٰہ التوفیق

قسم ثانی............ بہر حال نوع ثانی اخبار و احادیث میں سے وہ احادیث ہیں اہل علم بالحدیث جن کے ضعف بجز پر متفق ہیں۔ یہ نوع پھر دو قسم پر ہے۔

قسم اوّل وہ ہے، جس کو وہ شخص روایت کرے جو حدیث وضع کرے، اور حدیث میں جھوٹ بولنے میں معروف ہو۔ یہ قسم ایسی ہے کہ جو امور دین میں کسی حد تک بھی مستعمل نہیں۔ مگر بصورت تلبینِ تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابو علی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن احمد بن محمویہ عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد فلانسی نے ان کو آدم بن ابوایاس نے، ان کو شعبہ نے، ان کو حکم نے، ان کو عبدالرحمٰن بن ابویعلی نے سمرہ بن جندب سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مجھ سے کوئی حدیث بیان کرے حالانکہ وہ دیکھے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی شعبہ نے، حبیب بن ابوثابت سے اس نے میمون بن ابوشبیب سے، اس نے مغیرہ بن شعبہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا پھر انہوں نے بھی مذکورہ حدیث کی مثل ذکر کی ہے اس نوع میں سے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا راوی حدیث وضع کرنے کی تہمت زدہ نہ ہو، مگر حافظے کی خرابی، اور کثرت غلط میں معروف ہو اپنی روایات میں۔ یا راوی مجہول ہو جس کی عدالت ثابت نہ ہو، اور اس کی خبر کی قبول کرنے کی شرائط، جو قبول کرنے کا موجب ہوتی ہیں (وہ بھی ثابت نہ ہو)۔

احادیث کی یہ قسم بھی احکام شرعیہ میں مستعمل نہیں ہوتی۔ جیسے اس شخص کی شہادت حکام کے نزدیک قبول نہیں ہوتی جس کی یہی صفت ہو۔ کبھی ایسی روایت دعاؤں میں اور ترغیب وترہیب میں تفسیر وتشریح میں مغازی میں استعمال کی جاتی ہے، یعنی ان امور میں جن کے ساتھ کسی شرعی حکم کا تعلق نہ ہو۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں .... میں نے سُنا ابوعبداللہ حافظ سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں، میں نے سُنا ابوالحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی سے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد بیان کرتے تھے عبدالرحمن بن مہدی سے کہ انہوں نے کہا تھا: کہ

''ہم جب روایت کریں ثواب، عتاب، فضائل اعمال کے بارے میں تو ہم لوگ اسانید میں نرمی اور آسانی کرتے ہیں (تساہل کرتے ہیں)۔ اور مردوں میں (راویوں میں) چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور جس وقت ہم حلال اور حرام اور احکام کے بارے میں روایت کریں تو ہم لوگ اسانید میں خوب سختی کرتے ہیں، اور راویوں پر خوب تنقید اور جانچ پڑتال کرتے ہیں''۔

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن احمد محبوبی نے۔ مقام مرو میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ہے احمد بن سیار نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا ابوقدامہ سے وہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید قطان نے فرمایا تھا: کہ

تَسَاهَلُوا فِي التَّفْسِيرِ عَنْ قَوْمٍ لَا يُوَثِّقُونَهُمْ فِي الْحَدِيثِ۔

تفسیر کے معاملے میں آسانی اور نرمی اختیار کرلی ہے اہل علم نے، اور تساہل سے کام لیا ہے ایسے لوگوں سے بھی جو حدیث میں ثقہ نہیں قرار دیے گئے۔

اس کے بعد میں نے (راویوں میں سے) لیث بن ابوسلیم[1]، جویبر بن سعید[2]، ضحاک[3]، محمد بن سائب کلبی[4] کا ان کے سامنے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کی حدیث کی تعریف کی جاتی ہے اور ان سے تفسیر بھی لکھی جاتی ہے۔

---

[1] لیث بن سلیم کے بارے میں ڈاکٹر عبدالمعطی قلعجی اپنی تعلیمات میں لکھتے ہیں:

۱۔ لیث بن ابوسلیم بن زنیم قرشی صدوق ہے آخری عمر میں گڈمڈ اور اختلاط کر بیٹھے تھے اپنی حدیث میں تمیز نہیں کرسکتے تھے۔ لہٰذا متروک کردیے گئے سادسہ میں سے۔

۲۔ بخاری نے تاریخ کبیر میں انکا ذکر کیا ہے، مگر انہوں نے اس کے بارے میں جرح کا ذکر کیا ہے نہ ہی تعدیل کا۔

۳۔ ابن عدی نے کہا کہ اس کی احادیث صالحہ ہیں ان سے شعبہ اور ثوری نے روایت کی ہے، باوجود اس ضعف کے جو اس میں ہے اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

۴۔ یحییٰ بن معین نے کہا کہ اس کی یہ حدیث ضعیف نہیں ہے۔

۵۔ ابوحاتم اور ابوزرعہ نے کہا ہے کہ وہ مضطرب الحدیث ہے۔

۶۔ امام احمد نے بھی ان کے بارے میں یہی بات کہی ہے۔

۷۔ علامہ عقیلی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ابن حبان نے اس کے اختلاط کے بعد اس پر جرح کی ہے۔

(۱)	بحوالہ طبقات ابن سعد ج۶۔ص۳۴۹	(۲)	تاریخ کبیر ج۴:۱۔ص۲۴۶
(۳)	الجرح والتعدیل ۳:۳:۱۷۷	(۴)	المجروحین ج۲۔ص۲۳۱
(۵)	المیزان ج۳۔ص۴۲۰	(۶)	المغنی فی الضعفاء ج۲۔ص۵۳۶
(۷)	التہذیب ج۸۔ص۴۶۵	(۸)	التقریب ج۲۔ص۱۳۸

[2] جویبر بن سعید ازدی۔ ابوالقاسم بلخی، ان کے بارے میں

۱۔ ابن معین نے کہا کہ وہ کوئی شئی نہیں ہے۔

۲۔ دوری نے کہا کہ وہ ضعیف ہے۔

(بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

شیخ حلیمی کا تبصرہ .... شیخ فرماتے ہیں کہ (محدثین نے مذکورہ راویوں سے) تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے اس لئے کام لیا ہے کہ یہ راوی جن الفاظ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں لغات عرب ان کے الفاظ کی شہادت دیتی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کا عمل دخل فقط جمع اور تقریب میں ہے۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اور ابوعبدالرحمن سلمی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عباس بن محمد سے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا احمد بن حنبل سے۔ ان سے سوال کیا گیا جب وہ ابوالنضر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ ان سے کہا گیا، اے ابوعبداللہ آپ موسیٰ بن عبیدہ راوی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور محمد بن اسحاق کے بارے میں؟ انہوں نے فرمایا کہ بہر حال موسیٰ بن عبیدہ اس کے ساتھ تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے۔ عبداللہ بن دینار سے، وہ ابن عمر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور رہا محمد بن اسحاق، وہ ایسا آدمی ہے کہ اس سے احادیث لکھی جاتی ہیں یعنی مغازی اور اس کی مثل (فقط)۔

بہر حال جب تیرے سامنے معاملہ آجائے حلال اور حرام کا تو پھر ہم سوچتے ہیں (ویسے لوگوں کو) یہ کہہ کر ابوالفضل یعنی عباس نے اپنے ہاتھ کی چار اُنگلیاں دونوں ہاتھوں کی بند کرلیں اور انگوٹھے کو شامل نہ کیا۔ مراد یہ تھی کہ حرام وحلال کا معاملہ ہو تو پھر ہم ان راویوں سے یوں اپنے آپ کو روک لیتے ہیں اور بند کر لیتے ہیں۔

نوع ثالث .... بہر حال نوع ثالث احادیث میں سے وہ حدیث ہے، جس کے بارے میں اہل علم بالحدیث مختلف ہوگئے ہیں اس کے ثبوت کے بارے میں (کہ آیا وہ حدیث ثابت ہوئی بھی ہے یا نہیں) بعض اہل علم تو ایسی احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کے بعض راویوں میں جرح ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بعض سے جرح پوشیدہ رہی، یا اس کے حال پر واقف نہیں ہو سکے جو اس کی خبر کو قبول کرنے کا موجب ہو۔ جبکہ اس کے سواء دوسرے اس سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ معنیٰ اور مفہوم جس کے ساتھ وہ جرح کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے)

۳۔ علی بن مدینی نے کہا جویبر نے ضحاک پر اعتماد کیا اور ان سے منکر اشیاء روایت کیں۔

۴۔ نسائی اور دارقطنی نے کہا کہ وہ متروک الحدیث ہے۔

۵۔ ابن عدی نے کہا کہ ضعف اس کی حدیث پر ہے اور روایت پر ظاہر و باہر ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید قطان نے کہا کہ اہل علم نے ایسے لوگوں سے جو حدیث میں قابل توثیق نہیں ان سے تفسیر اخذ کرنے میں تساہل سے کام لیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ضحاک اور جویبر اور محمد بن سائب کلبی کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی حدیث نہیں اُٹھائی جاتی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲۔ص ۸۹، تاریخ کبیر ج ۱۔ص ۲۵۶، الجرح والتعدیل ج ۱۔ص ۲۴۰، تہذیب التہذیب ۲: ۱۲۳، ۱۲۴، المیزان ۱: ۴۲۷۔

۳ ضحاک بن مزاحم ہلالی بلخی خراسانی۔ تمام مصادر وتمام مراجع اس بات پر متفق ہیں کہ انہوں نے صحابہ کرام سے روایت نہیں کی ہے اور العجلی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابن حبان اور دارقطنی نے بھی۔ بحوالہ تاریخ ابن معین ج ۲۔ص ۲۷۲، تاریخ کبیر ج ۲۔ص ۳۳۳، الجرح والتعدیل ج ۲۔ص ۴۵۸، المیزان ج ۲۔ص ۳۲۵، التہذیب ج ۴۔ص ۴۵۳

۴ محمد بن السائب کلبی۔ ان مفسرین میں سے ایک تھے، جن کی تفسیر کی نسبت تفسیر ابن عباس کی طرف کی جاتی ہے اور وہ بحیثیت مؤرخ اور بحیثیت نساب مشہور ہیں اور وہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔ اور ان کی روایات کثرت کے ساتھ اس بات سے موصوف کی جاتی ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔

۱۔ ابن معین نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ لَیْسَ بِشَیْءٍ ہیں۔ ۲۔ عقیلی نے ان کو ضعفاء الکبیر میں لکھا ہے۔

۳۔ ابن حبان نے اپنی جرح میں اضافہ کیا ہے، اور کہا ہے وہ سبائی شیعہ تھے۔ عبداللہ بن سباء کے اصحاب میں سے سبائی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے اور وہ دنیا میں واپس آئیں گے قیامت سے پہلے پہلے۔ اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے، جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی، اور اگر وہ لوگ بادلوں کو دیکھتے تو کہتے، ان میں امیر المومنین ہیں۔

۴۔ ابن حبان نے اس کا قول نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ جبرائیل وحی حضور ﷺ پر لکھواتے تھے۔ حضور ﷺ جب بیت الخلاء میں چلے جاتے تھے تو وہ حضرت علی کے لئے لکھواتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ میں نے قرآن سات دن میں حفظ کیا تھا۔ ۵۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ غیر ثقہ تھے۔

۶۔ ابن حبان نے کہا کہ کلبی کا یہ مذہب ہے دین میں۔ اور اس میں جھوٹ کا واضح ہونا اس سے زیادہ ظاہر ہے کہ اس کی وصف میں بحث کی جائے۔

دوسرے اس کو جرح نہیں سمجھتے، یا وہ اس حدیث کے انقطاع (منقطع) ہونے پر یا اس کے بعض الفاظ کے انقطاع پر واقف ہو چکے ہوتے ہیں، یا وہ اس بات سے واقف ہو جاتے ہیں۔ بعض راویوں نے اس کے متن میں اس کے بعض راویوں کے قول کو بھی شامل کر دیا ہوتا ہے، یا وہ اس بات سے واقف ہو چکے ہوتے ہیں کہ اسناد حدیث حدیث میں داخل ہو گئی ہے جبکہ یہ حالت دوسروں پر مخفی رہتی ہے۔

یہ وہ نوع ہے کہ ان اہل علم بالحدیث پر جو بعد میں آئیں، لازم ہے کہ وہ محدثین اور اہل علم بالحدیث کے اختلاف پر نظر رکھیں اور اس کے قبول کرنے یا اس کو رد کرنے کے بارے میں ان کے معانی کی معرفت حاصل کرنے میں اجتہاد کریں (خوب سعی کریں)۔ اس کے بعد ان کے اقوال میں سے صحیح ترین قول کو اختیار کریں اور صحیح ترین قول کو منتخب کریں۔

فصل

مُرسَل روایات اور ان کا حکم

ہر وہ حدیث جس کو ایک تابعی یا متعدد تابعی روایت کرتے ہوئے اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کر دیں اور یہ ذکر نہ کریں کہ اس کو نبی کریم ﷺ سے کس نے اُٹھایا ہے (یعنی صحابی کا واسطہ ذکر نہ کریں یہ مرسل روایت ہوتی ہے)۔ یہ روایت دو قسم کی ہوتی ہے۔

مرسل کی قسم اول .... وہ روایت جس کو بڑے بڑے تابعین نے مرسل ذکر کیا ہو، وہ کبار تابعین جو عادۃً جب ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوں جن جن سے انہوں نے سُنا ہوتا ہے تو وہ عادل لوگوں کا ذکر کرتے رہتے ہوں جن کی خبر کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے، ایسا کوئی تابعی اگر حدیث کو مرسل ذکر کرے تو اس کی مرسل پر نظر کی جائے گی۔ اگر اس کے ساتھ کسی دوسرے کی مرسل مل جاتی ہے جو اس کی تاکید کر دیتی ہے، یا کسی ایک صحابی کا قول اس کی تاکید میں مل جاتا ہے، یا عوام اہل علم اس کی طرف گئے ہیں تو ان صورتوں میں ہم اس تابعی کی مرسل روایت احکام میں قبول کر لیں گے۔

مرسل کی دوسری قسم .... جس نے روایت کو مرسل ذکر کیا ہے وہ متاخرین تابعیوں میں سے ہو جو ہر ایک سے روایت اخذ کرنے میں معروف ہو۔ اور اہل علم بالحدیث کے لئے ان روایات کے مخارج کا ضعف ظاہر ہو چکا ہو جن روایات کو وہ مرسل کرے۔ مرسل روایات کی یہ نوع یہ قسم ایسی ہے جو احکام کے سلسلے میں قبول نہیں کی جائے گی اور ان امور میں قبول کی جائے گی جو احکام سے متعلق نہ ہو۔ مثلاً دعاؤں میں اور فضائل اعمال میں اور مغازی میں اور ان کے مشابہات میں۔

فصل

اختلاف احادیث اور ان کا حکم، مجہول حدیث کا حکم

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس نے، ان کو ربیع نے۔ وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب بھی دو حدیثیں اُٹھائی جائیں بایں صورت کہ دونوں اکٹھے استعمال کی جائیں گی تو وہ اکٹھے ہی استعمال ہوں گی۔ اور ان میں سے ایک دوسری کو معطل نہیں کرے گی۔ جس وقت نہ احتمال رکھیں دو حدیثیں مگر اختلاف کا، تو اختلاف ان میں دو صورتوں میں ہوگا یا دو وجوہ میں۔

وجہ اوّل : یہ کہ ان دونوں میں سے ایک ناسخ ہوگی ۔اور

وجہ دوم : یہ دوسری منسوخ ۔لہٰذا ناسخ پر عمل کیا جائے گا اور منسوخ کو چھوڑ دیا جائے گا۔

وجہ ثانی : یہ کہ دو حدیثیں مختلف ہوں مگر اس بات پر کوئی دلالت نہ ہو کہ ان دو میں سے کونسی ناسخ ہے اور کونسی منسوخ ہے۔دونوں میں سے کسی ایک کی طرف نہیں جایا جائے گا۔مگر ایسے سبب کے ساتھ جو اس بات پر دلالت کرے کہ ہم جس کی طرف گئے ہیں وہ اس سے زیادہ قوی ہے جس کو ہم نے ترک کر دیا ہے۔اور سبب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری سے اثبت ہو تو زیادہ ثابت ہو۔

لہٰذا ہم اثبت کی طرف جائیں گے یا ایک حدیث کتاب اللہ کے زیادہ مشابہ ہو یا سنت رسول کے۔اس میں جو منسوخ ہیں اس کے جس میں دو حدیثیں مختلف ہیں حضور ﷺ کی سنت میں سے، یا وہ حدیث اَوْلیٰ ہو اس اعتبار سے جس کو اہل علم پہچانتے ہیں یا زیادہ صحیح ہو قیاس میں یا وہ ایسی ہو جس پر اکثر صحابہ کی عمل ہو۔اور جس وقت کوئی حدیث مجہول ہو، یا مرغوب ہو اس سے جس نے اس کو اُٹھایا ہے۔وہ ایسے ہوئی جیسے وہ آئی ہی نہیں ہے (گویا کہ وہ ہے ہی نہیں)۔اس لئے کہ وہ ثابت ہی نہیں ہے۔

فصل

رسول اللہ ﷺ کی بعثت، نزول قرآن، حفاظت خداوندی

اس باب میں جس بات کی معرفت کا ہونا انتہائی اہم ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور اپنی باعزت کتاب اُتاری اور پھر اس کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے۔

یہ فرما کر : کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (سورۃ الحجر : آیت ۹)

بے شک اس ذکر خاص کو (قرآن کو) ہم نے اُتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اپنے دین، اپنی کتاب کے حوالے سے ان کی وضاحت اور تشریح کے منصب پر فائز فرمایا۔

چنانچہ ارشاد ہوا :

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۔ (سورۃ النحل : آیت ۴۴)

اور ہم ہی نے آپ کی طرف قرآن مجید کو اس لئے اُتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لئے اس کی وضاحت کریں جو پیغام ان کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ غور وفکر کریں۔(سوچیں سمجھیں)

پھر اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کی اُمت میں بٹھائے رکھا، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی اُمت کے لئے ان تمام امور کی وضاحت کر دی جن کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت کی طرف قبض کر لیا، یعنی آپ کو وفات دے دی، اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو واضح راستے پر چھوڑ دیا تھا۔مسلمانوں پر کوئی بھی مشکل یا پریشانی آنے والی جب بھی آئی تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اس کا بیان صراحۃً یا دلالۃً موجود پایا۔

دین اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت کا قدرتی نظام

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایسے آئمہ دین مقرر کردیئے جو آپ کی شریعت کو بیان کرنے اور آپ کی اُمت پر اس کی حفاظت کے لئے شریعت سے بدعت کو رد کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جیسے ہمیں خبر دی ہے ابوسعد احمد بن محمد صوفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابواحمد بن عدی حافظ نے ان کو حدیث بیان کی عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالربیع زہرانی نے، ان کو حماد بن زید نے، ان کو بقیہ بن ولید نے، ان کو معان بن رفاعہ نے، ابراہیم بن عبدالرحمن عذری سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس علم دین کا ہر پیچھے آنے والا عادل انسان وارث بن جائے گا۔ وہ لوگ اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف کی نفی کریں گے (غلو دین میں مبالغہ کرنا)۔ اور باطل پرستوں کے ردخال وادراج کی نفی کریں گے اور جاہل لوگوں کی تأویل کرنے اور مطلب بگاڑنے کو ختم کریں گے''۔

اس کو ولید بن مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابراہیم بن عبدالرحمن سے، اس نے اپنے پکے اور ثقہ شیوخ سے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے۔ اس مذکورہ حدیث کی عملی اور واقعاتی تصدیق صحابۂ کرام کے دور میں بھی موجود رہی۔ اس کے بعد تمام ادوار میں سے ہر ہر دور کے اندر ہمارے آج کے دن تک۔

سنت رسول کے تحفظ کا قدرتی انتظام .... سنت رسول کے راویوں اور ناقلین کی معرفت رکھنے کے لئے تمام ادوار میں سے ہر دور میں ایک جماعت کھڑی ہوگئی تھی۔ جنہوں نے (حدیث رسول وسنت رسول کو بیان کرنے والوں) احوال کی معرفت حاصل کی اور ان کے بارے میں واقف ہوگئے، ان کے بارے میں جرح اور تعدیل میں۔ (یعنی راوی کی کمزوری ظاہر کرنا، راوی کی سچائی بیان کرنا)

پھر اس جماعت نے ان راویوں کی معرفتِ رسول بیان کی اور کتابوں میں اس کو محفوظ اور مدون کیا، یہاں تک کہ جو شخص راویوں کی معرفت کا ارادہ کرے آسانی سے اس کی طرف راستہ پاسکے۔

راویوں پر محدثین کی جرح وتعدیل کی بابت فقہاء اُمت کا کردار

تحقیق فقہاء امصار نے بھی جرح وتعدیل میں کلام کیا ہے۔ علماء حدیث کے علاوہ۔ ہمیں خبر دی ہے ابوعبدالرحمن محمد بن حسین سلمی نے، ان کو ابوسعد خلال نے، ان کو ابوالقاسم بغوی نے کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمود بن غیلان ترمذی نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے حمانی نے (امام اعظم) ابوحنیفہ سے، کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جابر[1] جعفی سے بڑا جھوٹا کسی ایک شخص کو نہیں دیکھا۔ اور عطا[2] بن ابورباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

(۱) کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبدالحمید حمانی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں سُنا ابوسعد صغانی سے کہ وہ (امام اعظم) ابوحنیفہ کے سامنے سوال کرنے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اے ابوحنیفہ آپ سفیان ثوری سے حدیث اخذ کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

---

۱ جابر بن یزید بن حارث جعفی کوفی اصحاب عبداللہ بن سبا میں سے تھے (یعنی سبائی شیعہ تھے)۔ وہ کہتے ہیں علی علیہ السلام دنیا میں واپس لوٹ آئیں گے۔ اور وہ دعویٰ کرتے تھے ان کے پاس اتنے ہزار احادیث ہیں رسول اللہ ﷺ کی جو حضور نے بولی بھی نہیں ہیں۔ امام احمد نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو محدث یحییٰ بن معین نے ترک کر دیا ہے۔ اور محدث عبدالرحمن بن مہدی نے بھی۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ متروک ہے۔ علامہ عقیلی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ محدث بن حبان اور عجلی نے اس پر جرح کی ہے۔ یہ کتب دیکھیں: المجروحین ۱/ ۲۰۸۔ المیزان ۱/ ۳۷۹۔ التہذیب ۲/ ۴۶۔

۲ عطا بن ابورباح۔ متفقہ طور پر ثقہ راوی ہے۔ محدثین کی جماعت نے ان کی روایات لی ہیں۔ تہذیب التہذیب میں اس کا عنوان موجود ہے۔ جلد ۲ ص ۱۹۹۔ ترمذی کتاب العلل ۵/ ۷۴۔

انہوں نے جواب دیا کہ آپ ان سے حدیث لکھئے، وہ ثقہ راوی ہیں ماسواء احادیث ابواسحاق کے جو حارث سے ہوں اور جابر جعفی کی روایت کردہ حدیث۔ (یعنی یہ احادیث نہ لکھنا اور نہ لینا)

(۲) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے، بغداد میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں میں نے سُنا حرملہ سے، وہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حرام[۳] بن عثمان سے روایت کرنا حرام ہے۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حسین بن حسن غضائری نے بغداد میں، ان کو حدیث بیان کی احمد بن ابوسلمان نے، ان کو جعفر بن محمد صائغ نے، ان کو عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی یحیٰ بن سعید قطان نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ، سفیان ثوری، مالک بن انس اور سفیان بن عیینہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو حدیث بیان کرنے میں تہمت زدہ ہو اور حدیث کو حفظ بھی نہ کر سکتا ہو، ان سب مذکورہ اماموں نے فرمایا کہ ایسے شخص کا معاملہ لوگوں سے بیان کرو۔ (یعنی اس لئے کہ لوگ اس کے بارے میں دھوکہ نہ کھائیں)

(۴) اور ہمیں خبر دی ابوعلی حسین بن محمد روذباری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن کامل بن خلف قاضی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوسعد ہروی نے ابوبکر بن خلاد سے، وہ کہتے ہیں محدث حضرت یحیٰ بن سعید سے کہا گیا کہ کیا آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ آپ نے جن جن لوگوں کی روایت لینا چھوڑ دی ہے وہ کل قیامت کے دن آپ کے خلاف دشمن بن کر اللہ کے نزدیک جھگڑا کریں یا دعویٰ کریں؟

انہوں نے فرمایا کہ وہ لوگ اللہؐ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن جائیں یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے اُس بات سے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے ہاں میرے خلاف مدعی بن کر جھگڑا کریں۔ اور وہ فرمائیں کہ تم نے مجھ سے ایسی حدیث کیوں بیان کی تھی جس کو تو جانتا تھا کہ وہ جھوٹ ہے؟

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابوالولید فقیہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے، ان کو حرملہ بن یحیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سُنا تھا، فرماتے تھے اگر شعبہ جیسا محدث نہ ہوتا تو عراق میں حدیث نہ پہچانی جاتی۔ وہ ایک آدمی کے پاس آکر کہتے تھے حدیث بیان نہ کرو ورنہ میں تیرے خلاف شاہی عدالت میں دعویٰ کروں گا۔

خلاصہ مطلب : یہ ہے کہ لوگ اس طرح سنت رسول ﷺ کی عزت وحرمت کا دفاع اور تحفظ کرتے تھے۔ چنانچہ اس کے شواہد کثیر ہیں۔ اور ہم نے جو کچھ ذکر کر دیا ہے اس میں طوالت سے استغناء ہے۔

کتاب ہذا میں نقل احادیث کے بارے میں مصنف کی وضاحت

یہ (مذکورہ مکتوب) کتاب دلائل نبوت اور بیان احوال صاحب شریعت صلوات اللہ علیہ کا مقدمہ تھا۔ جس کے پیش کرنے کا مجھے شیخ ابوالحسن حمزہ بن محمد بیہقیؒ نے حکم دیا تھا جس کو میں نے انتہائی حسن عقیدت کے ساتھ اور جمیل وخوبصورت نیت کے ساتھ معجزات نبی رسول مرتضیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں اور آپ ﷺ پر جو حالات جاری ہوئے ان کے بارے میں ترتیب دیا ہے تا کہ اس مقدمہ کے ذریعہ ان احادیث کی صحیح حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے، جن احادیث کو میں اس کتاب میں لایا ہوں تراجم وعنوانات کے ذکر کے ساتھ آنے والی جزیا جلد میں۔

اور یہ بات بھی جان لی جائے کہ ہر ایک حدیث جس کو میں نے کتاب میں درج کیا ہے اس کے پیچھے میں نے ایسی حدیث بھی ذکر کی ہے جو مذکورہ حدیث کی صحت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اگر کہیں کسی حدیث کو میں نے مبہم چھوڑ دیا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ حدیث بھی مقبول ہے

[۳] حرام بن عثمان انصاری مدنی ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے۔ امام شافعی اور دیگر نے کہا کہ حرام راوی سے روایت کرنا حرام ہے۔ محدث ابن حبان نے کہا کہ وہ تشیع میں غلو کرنے والا شیعہ تھا۔ روایتوں کی اسناد کو اُلٹ پلٹ کر مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا۔

اس روایت کی مثل جس کا میں نے استخراج کیا ہے، اور نہیں قریب ہے کہ میں کسی روایت کو اس کی ایسی استاد کے ساتھ لایا ہوں جس میں ضعف ہو اور میں نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہو مگر اعتماد اس کے علاوہ کسی دوسری حدیث پر ہی کیا ہو۔

معجزات پر دیگر مصنفین کی کتب کی حالت .... جبکہ صورت حال اس طرح ہے کہ متاخرین میں سے ایک جماعت نے معجزات وغیرہ میں کتب تصنیف کی ہیں اور وہ لوگ ان کتابوں میں اخبار کثیرہ لے آئے ہیں، نہ انہوں نے ان میں صحیح کی تمیز کی ہے نہ بیمار روایت کی، نہ مشہور کی نہ غریب کی، نہ موضوع کی نہ من گھڑت کی۔ یہاں تک کہ جس شخص کی نیت احادیث کو قبول کرنے میں اچھی اور نیک ہے اس کو بھی ایک مقام پر لا کھڑا کیا ہے اور اس کو بھی جس کا سرے سے عقیدہ ہی خراب ہے روایات کو قبول کرنے کے بارے میں یا رد کرنے میں، ان مصنفین نے کوئی فرق نہیں کیا۔ بس کثرت کے ساتھ روایات و اخبار درج کر دی ہیں۔

مصنف کی کتاب ہذا کی طرز .... میری عادت ان تمام کتب میں جو اصول و فروع میں تصنیف ہوئی ہیں، یہ ان ہی سے میں نے ان اخبار پر اکتفاء کیا ہے، جو ان میں سے صحیح ہیں۔ ان روایات کو ترک کر دیا ہے جو صحیح نہیں ہیں۔ اور یہ عادت رہی ہے کہ صحیح اور غیر صحیح میں تمیز اور فرق کیا جائے تاکہ ان اخبار و احادیث میں نظر کرنے والا ناظر جو اہل السنت میں سے ہے وہ ان پر علی وجہ البصیرت اعتماد کر سکے۔ اور اہل بدعت میں سے جس کا دل کج ہو چکا ہو اخبار کو قبول کرنے سے، وہ آثار کے بارے میں جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے وہ ان کو حقیر سمجھنے کی راہ نہ پا سکے۔

محدثین کی انتہائی درجے کی کوشش .... جس شخص نے ارباب حدیث کی حفاظت حدیث کی بابت ان کی انتہائی کوشش کو بنظر غائر دیکھا ہے، جو انہوں نے راویوں کے احوال کی معرفت کے بارے میں کی ہے اور جو احادیث قبول کی جاتی ہیں یا رد کی جاتی ہیں، وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سے جانتا ہے کہ ان حضرات نے اس بارے میں اپنی انتہائی کوشش صرف کر ڈالی ہے اس میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بیٹا تھا تو اس نے اپنے باپ کے بارے میں عیب نکالا ہے اور اعتراض کیا ہے۔ جب باپ سے کوئی ایسی لغزش سرزد ہوئی ہے جو اس کی خبر کو رد کرنے کا موجب ہے۔ اور اگر باپ تھا تو اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں، اور اگر بھائی تھا اس نے اپنے بھائی کے بارے میں (اعتراض کرنے سے گریز نہیں کیا اگر اس سے ایسی لغزش ہوئی ہو جو اس کی حدیث کو رد کرنے کا موجب ہو)۔ ان کو اس بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر نہیں ہوا۔ نہ ہی کوئی رشتہ داری ان کے راستے کی رکاوٹ بنی، نہ ہی کوئی مالی مفاد ان کو روک سکا۔ اس بارے میں ان کی حکایات و واقعات کثیر ہیں اور وہ میری تصنیف شدہ کتب میں مکتوب ہیں۔

جو شخص میری کتابوں میں صحیح اخبار اور سقیم میں میرے فرق کرنے پر واقف ہو چکا ہے اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی یاوری کی ہے وہ میری سچائی کو جان چکا ہے اس بات سے جو میں نے ذکر کی ہے۔

اور جس شخص نے اس بارے میں گہری نظر سے نہیں دیکھا اور توفیق ایزدی نے بھی اس کی مدد نہیں کی، میری وضاحت بھی اس بارے میں اس کو کوئی فائدہ نہیں دے گی، اگرچہ میں کتنا ہی زیادہ وضاحت کر لوں۔ اور میری وضاحت کرنا درحقیقت اس کے لئے ہے ہی نہیں، اگرچہ یہ وضاحت اس کے پاس پہنچ بھی جائے۔

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا تُغْنِي الْاٰيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۔ (سورۃ یونس: ۱۰۱)

جس قوم کے اندر سے تسلیم و رضاء کا مادہ ختم ہو جائے، ان کو قرآن مقدس کی آیات بھی اور انبیاء جیسے ڈرانے والے بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

☆☆☆

کتاب دلائل النبوۃ معرفت احوال صاحب شریعت

حضرت محمد بن عبداللہ، خیرُ البریہ، رسولِ ربّ العزۃ صلی اللہ علیہ وسلم جن ابواب وعنوانات پر مشتمل ہے ان کا اجمالی تذکرہ وخلاصہ

(جلد اوّل)

۱۔ ابواب بسلسلہ ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ تاریخ ولادت اور اس سے منطبق ابواب۔

۳۔ نذرِ عبدالمطلب (دادائے رسول اللہ)۔

۴۔ آثار اور نشانیاں۔ جو آپ کی ولادت کے وقت یا اس کے قبل یا بعد ظہور پذیر ہوئیں۔

۵۔ تیرے ربّ نے ہاتھی والوں کا کیا حشر کیا۔ اسی سال جس سال آپ کی ولادت ہوئی۔

۶۔ اَمرِ تُبَّعْ جو اس سے قبل وقوع پذیر ہوا۔

۷۔ ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ۔

۸۔ کسریٰ کے محل کے کنگورے گر گئے۔

۹۔ خواب موبذان۔

۱۰۔ اہل فارس کی آگ کا آلاؤ یکا یک بُجھ جانا۔ شبِ ولادت رسول۔

۱۱۔ رضائے رسول اللہ (دودھ پینا) مُرضِعَہٗ رسول (دودھ پلانے والی) حاضنۂ رسول (دائی پرورش کرنے والی)۔ اور اس کے پاس رسول اللہ پر جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔

۱۲۔ اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۳۔ کنیت رسول اللہ ﷺ۔

۱۴۔ شرافت اصلی ونسبی برائے رسول اللہ ﷺ۔

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کے والد، والدہ اور دادا کی وفاتیں۔

۱۶۔ سر کی چوٹی سے لے کر پیر کی چھنگلی تک صفات رسول اللہ ﷺ۔

۱۷۔ خاتم نبوت کی صفت۔

۱۸۔ صفات رسول کا جامع باب۔

۱۹۔ اخلاق رسول وعادات رسول۔

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ کی دنیا سے بے رغبتی۔ رسول اللہ ﷺ کا فقر کو غنیٰ پر ترجیح دینا۔

۲۱۔ رسول اللہ کا فقراء کے ساتھ ہم نشینی کرنا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو سب سے زیادہ جزاء دیتے تھے۔

۲۲۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے ربّ کی فرمانبرداری میں انتہائی کوشش صرف کرنا۔

۲۳۔ رسول اللہ ﷺ کی مثال۔ اور سابق انبیاء کی مثال۔ بے شک وہ خاتم النبیین ہیں۔

۲۴۔ رسول اللہ ﷺ کی مثال۔اور آپ کی اُمت کی مثال۔اوراس ہدایت کی مثال جس کو وہ لائے ہیں۔
۲۵۔ رسول اللہ ﷺ کی صفت تورات، انجیل اور زبور میں۔
۲۶۔ رسول اللہ ﷺ کی اور سابق انبیاء کی تصویریں یا مورتیاں ملک شام کے عیسائی گرجے میں۔

(جلد دوئم)

۲۷۔ رسول اللہ ﷺ پر قبل از ولادت۔بعداز بعثت جونشانیاں ظاہر ہوئیں۔اوران پر جو حالات نبی بن کر مبعوث ہونے تک جاری ہوئے۔
۲۸۔ شق بطن رسول ﷺ (یعنی صدر رسول)۔
۲۹۔ اخبار سیف بن ذی یزن۔
۳۰۔ عبدالمطلب کا بارش مانگنا۔رسول اللہ ﷺ پر اس کا شفقت کرنا۔رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ان کا وصیت کرنا۔اوران کا آپ کے معاملے کو محسوس کر لینا۔
۳۱۔ ابوطالب کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سفر میں نکلنا۔بحیرا راہب کا حضور ﷺ کی صفت دیکھ کر حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال کرنا کہ یہ وہی نبی ہے ان کی کتابوں میں جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔
۳۲۔ رسول اللہ ﷺ کی۔اللہ کی طرف سے حفاظت جاہلیت کی گندگیوں سے۔
۳۳۔ تعمیر کعبہ اوراس میں حضور ﷺ پر نشانیوں کا ظہور۔
۳۴۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی سے قبل حضور ﷺ کا کاروبار کرنا۔پھر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا۔ اس بارے میں آپ کے او پر نشانیوں کا ظہور۔
۳۵۔ اخبار ورھبان (یہودی وعیسائی علماء اور پیروں) کی خبریں حضور ﷺ کی آمد اور آپ کی سچائی۔آپ کی رسالت کے بارے میں جو ان کی کتابوں میں ان کو ملیں۔
۳۶۔ ان اخبار میں سے حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کی خبر بھی تھی۔
۳۷۔ حدیث قس بن ساعدہ ایادی۔حدیث زید بن عمرو بن نفیل۔حدیث ورقہ بن نوفل۔
۳۸۔ ابواب مبعث۔وہ وقت جس میں آپ نبی لکھے گئے۔وہ سنہ جس میں نبی بنا کر بھیجے گئے۔
۳۹۔ وہ دن۔وہ مہینہ جس میں وحی نازل ہوئی۔ابتداء بعث۔وابتدائے نزیل کے وقت جونشانیاں ظاہر ہوئیں۔پتھروں، درختوں کا آپ کو سلام کرنا۔پہلی سورۃ کے نزول کے وقت نشانی کا ظہور۔صحابہ میں سے مقدم الاسلام۔بعض صحابہ کے لئے آیات عجیبہ کا ظہور۔
۴۰۔ حضور ﷺ پر ابتدائے فرضیت اور لوگوں پر ابتداء فرضیت میں آپ کو تبلیغ رسالت کے امر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی عصمت اور تحفظ کرنے میں یہاں تک کہ آپ نے پیغام رسالت پہنچایا اوراس میں جن نشانیوں کا ظہور ہوا۔مشرکین کا کتاب اللہ کے اعجاز کا اعتراف کرنا۔
۴۱۔ ابوذر غفاری ؓ کا اسلام لانا۔اوراس میں نشانیاں۔
۴۲۔ حمزہ ؓ بن عبدالمطلب کا اسلام لانا۔اوراس میں نشانیاں۔
۴۳۔ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کا اسلام لانا۔اوراس میں نشانیاں۔
۴۴۔ ضماد کا اسلام لانا۔اوراس میں نشانیاں۔
۴۵۔ جنوں کا مسلمان ہونا۔اوراس میں نشانیاں۔
۴۶۔ اس بات کا بیان کہ کاہنوں کا قول کیسے سچا نکلتا تھا۔

۴۷۔ اس بات کا بیان کہ حضور ﷺ کے ظہور کے بعد کاہنوں کی خبروں کا سلسلہ اکثر منقطع ہو گیا۔

۴۸۔ ایک جن کا اپنے ساتھی کو نبی کریم ﷺ کے ظہور کی اطلاع دینا۔

۴۹۔ حضور ﷺ کے ظہور سے بچھڑے کا ذبح ہو جانا۔ سواد بن قارب کی حدیث۔

۵۰۔ مازن طائی کے مسلمان ہونے کا سبب۔ اور حفاف بن نضلہ وغیرہ۔

۵۱۔ مشرکین مکہ کا رسول اللہ ﷺ سے نشانی دیکھانے کا مطالبہ۔ اور حضور کا شق القمر دکھانا۔

۵۲۔ مکہ میں حضور ﷺ سے اہل مکہ کے دیگر سوالات۔

۵۳۔ رسول اللہ ﷺ کو اور صحابۂ کرام کو مشرکین سے جو اذیت پہنچی اس کا ذکر۔ ان کا ہجرت پر مجبور کر دینا۔ اس میں حضور ﷺ کا اتمام امر کرنا۔ اس میں حضور کا صدق اور نشانیوں کا ظہور۔

۵۴۔ ہجرت اُولیٰ حبشہ۔ پھر ہجرت ثانیہ۔ اس میں نشانیوں کا ظہور۔

۵۵۔ نجاشی کا تصدیق کرنا اور اس کا اتباع کرنا۔

۵۶۔ حضور ﷺ کا شعب ابی طالب میں دخول اور اس پر جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔

۵۷۔ استہزاء کرنے والوں کا ذکر جن کو اللہ نے سزا دی اور اس میں نشانیوں کا ظہور۔

۵۸۔ قریش میں سے جنہوں نے نافرمانی کی۔ ان کے حضور ﷺ کی طرف سے قحط سالی کی بددعا کرنا اور اللہ کا قبول کرنا۔

۵۹۔ سورۃ روم کی آیت کا نزول اور اس میں حضور ﷺ کی تصدیق ظاہر ہوئی۔

۶۰۔ قریش کے ساٹھ افراد کے لئے حضور ﷺ کی بددعا، ان میں ابولہب بھی تھے۔ اور اللہ کا قبول کرنا۔

۶۱۔ وفات ابوطالب۔

۶۲۔ وفات خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد۔

۶۳۔ واقعہ اسراء رسول اللہ ﷺ مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

۶۴۔ اس کے بعد آسمانوں کی طرف عروج اور اس میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں معراج میں۔

۶۵۔ حضور ﷺ کا خبر دینا جو انہوں نے معراج میں دیکھا۔ اور صلوات خمس کی فرضیت۔

۶۶۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ سے آپ کی شادی۔

۶۷۔ نبی کریم ﷺ کا اپنی ذات کو قبائل عرب پر پیش کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کے ساتھ مدینہ میں سے انصار کو عزت بخشی۔

۶۸۔ حدیث سوید بن صامت۔ ایاس بن معاذ۔ ابان بن عبداللہ بجلی، سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ اور مکہ میں ہاتف غیبی کی آواز سنائی دینا۔

۶۹۔ ذکر عقبہ اُولیٰ۔ موسم حج میں جو لوگ انصار میں سے آئے اسلام پر، ان کی بیعت۔

۷۰۔ ذکر عقبہ ثانیہ۔ اور انصار میں سے جو لوگ حاضر ہوئے ان کی بیعت۔ ہجرت مدینہ بعض اصحاب کی طرف سے کی۔

۷۱۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا مکر کرنا اور اللہ تعالیٰ کا آپ کی حفاظت کرنا۔

۷۲۔ حضور ﷺ کا اپنے ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکے میں غار حرا کی طرف نکلنا اور نشانیوں کا ظہور۔

۷۳۔ سراقہ بن مالک بن جعشم کے پیچھا کرنا اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔

۷۴۔ حضور ﷺ کا اُم معبد کے خیمے کے پاس سے گزرنا اور اس میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔ علاوہ ازیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں۔

۷۵۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے استقبال میں جن اصحاب نے آپ کا استقبال کیا۔

۷۶۔ اس کے بعد وہ نشانیاں جو ظاہر ہوئیں۔ انصار میں، دخول مدینہ میں، نزول مدینہ میں۔ آپ کی آمد پر مسلمانوں کا خوش ہونا۔ صہیب رومی کا پیچھے روانہ ہونا۔ اور اس کی حالت کے بارے میں قرآن کا خبر دینے کا اعجاز۔

۷۷۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں خطبہ دینا اور اس میں تذکرہ کرنا۔

۷۸۔ عبداللہ بن سلام کا آنا اور اسلام قبول کرنا۔ اور اس کے اصحاب کا اسلام قبول کرنا۔ اور ان سب کا شہادت دینا کہ حضور ﷺ وہی نبی ہیں جس کے بارے میں وہ توراۃ میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔

۷۹۔ حضور ﷺ کا مدینہ میں مسجد تعمیر کرنا۔ اس مسجد کا ذکر جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ تعمیر مسجد کے وقت حضور ﷺ کا خبر دینا، جس کی تصدیق حضور ﷺ کے بعد ہوئی۔ عمار بن یاسر کا قتل اور آخری مشروب۔

۸۰۔ منبر بنوانا۔ اور منبر رکھنے اور اس پر بیٹھنے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔ سوکھے تنے کا رونا۔ جس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

۸۱۔ صحابۂ کرام کا مدینہ میں وبا سے دوچار ہونا اور اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو اس سے محفوظ رکھنا۔

۸۲۔ حضور ﷺ کا وبا کو مدینہ سے ہٹانے کی دعا کرنا۔ حضور ﷺ کا مدینہ کی حرمت قائم کرنا۔

۸۳۔ قبلہ کا کعبہ کی طرف پھیر دیا جانا۔ (تحویل قبلہ)

۸۴۔ جہاد و قتال کی اجازت ملنا۔

(جلد سوئم)

۸۵۔ رسول اللہ ﷺ کے غزوات اور سرایا۔ (وہ جنگیں جن میں آپ بذاتِ خود شریک ہوئے اور وہ جن میں دستہ روانہ کیا۔

۸۶۔ پہلا سریہ (یا فوجی مہم) وہ تھی جس میں آپ کے چچا حمزہ بھیجے گئے اور عبید بن حارث اور سعد بن ابو قاص۔

۸۷۔ غزوۂ ابواء۔ غزوہ رضویٰ اور عشیرہ۔ بدر اُولیٰ اور سریہ عبداللہ بن جحش۔

۸۸۔ باب غزوۂ بدر کبریٰ۔ یا عظمیٰ۔ اس میں کئی باب ہیں۔

۸۹۔ غزوۂ بدر عظمیٰ میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔ مثلاً نصرت کے لئے فرشتوں کا نازل ہونا وغیرہ نشانیاں۔

۹۰۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کا قصہ اور اس کی ہجرت۔

۹۱۔ رسول اللہ ﷺ کا سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنا۔

۹۲۔ پھر زینب بنت خزیمہ سے نکاح کرنا۔

۹۳۔ پھر حضور ﷺ کا اپنی صاحبزادی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرنا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد۔

۹۴۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے۔

۹۵۔ حضور ﷺ کا بدر سے واپسی پر بنی سُلیم کی طرف نکلنا۔

۹۶۔ غزوۂ ذات السویق۔

۹۷۔ غزوۂ غطفان اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔

۹۸۔ غزوۂ ذی قُرد۔

۹۹۔ غزوۂ قریش و بنی سلیم۔

۱۰۰۔ غزوۂ بنی قینقاع۔

۱۰۱۔ غزوۂ بنی نضیر۔ اس کے قول کے مطابق جس کا خیال ہے کہ وہ غزوۂ احد سے پہلے ہوا تھا اور اس میں جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔

۱۰۲۔ کعب بن اشرف کا قتل ہونا اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ کو نجات دینا۔
۱۰۳۔ غزوۂ اُحد۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۰۴۔ شہداء اُحد کے بارے میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
۱۰۵۔ رسول اللہ ﷺ کا حمراء الاسد کی طرف نکلنا۔
۱۰۶۔ سریۂ ابوسلمہ۔
۱۰۷۔ غزوۃ الرجیع۔ اور اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۰۸۔ سریۂ عمرو بن اُمیہ،
۱۰۹۔ غزوۂ بیر معونہ۔
۱۱۰۔ غزوۂ بنونضیر میں جو دلائل ظاہر ہوئے۔
۱۱۱۔ عمرو بن سعدی یہودی کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا اور اس کے ساتھی یہودیوں کا اعتراف کرنا۔ کہ تورات میں رسول اللہ ﷺ کی صفت موجود ہے۔
۱۱۲۔ غزوۂ بنولحیان۔
۱۱۳۔ غزوۂ ذات الرقاع۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کے ناپاک عزائم سے بچانا۔ اور جابر بن عبداللہ کے اُونٹ کو حضور ﷺ کی برکت لاحق ہونا۔
۱۱۴۔ غزوۂ بدر اخری۔
۱۱۵۔ غزوۂ دومۃ الجندل اُولیٰ۔
۱۱۶۔ غزوۂ خندق۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۱۷۔ رسول اللہ ﷺ کا اُم حبیبہ بنت ابوسفیان ؓ، اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابواُمیہ اور زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے نکاح کرنا۔
۱۱۸۔ حضور ﷺ کا بنوقریظہ کی طرف نکلنا اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
۱۱۹۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا۔ سعد بن معاذ کے لئے دعا۔ اور سَعیہ کے دو بیٹوں کا اسلام لانا۔
۱۲۰۔ ابن ابوالحقیق کا قتل۔
۱۲۱۔ ابن نبیح ہذلی کا قتل۔ اور اس قصہ میں دلائل نبوت۔

(جلد چہارم)

۱۲۲۔ غزوۂ بنومصطلق۔
۱۲۳۔ غزوۂ مریسیع۔ اور اس میں دلائل نبوت کا ظہور۔
۱۲۴۔ ذکر حدیث افک۔
۱۲۵۔ سریۂ نجد۔
۱۲۶۔ ان سرایا کا ذکر جو اسی سال میں ہوئے۔
۱۲۷۔ باب عمرۂ حُدیبیہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۲۸۔ بیر حدیبیہ کے بارے میں جن دلائل نبوت کا ظہور ہوا۔
۱۲۹۔ حضور ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی کا نکلنا۔

۱۳۰۔ درخت تلے بیعت رسول اور کیفیت صلح۔ نزول سورۂ فتح۔ اور اس میں اللہ کا فتح غنیمتوں اور دخول مسجد الحرام کا وعدہ وغیرہ۔
اور ان عام امور کا سچا واقع ہو جانا۔
۱۳۱۔ اسلام اُم کلثوم۔ اس کے بعد ابو بصیر ثقفی اور اس کے ساتھیوں کا معاملہ۔
۱۳۲۔ غزوۂ قرد۔
۱۳۳۔ باب غزوۂ خیبر۔ یہ کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اور اس میں جو دلائل نبوت ظاہر ہوئے۔
۱۳۴۔ حضور ﷺ کا دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا اور حضور ﷺ کو بکری کی نلی کا خبر دینا کہ مسموم ہے۔
۱۳۵۔ جعفر بن ابو طالب، ان کے ساتھیوں اور اشعریوں کی حضور ﷺ کے پاس آمد۔
۱۳۶۔ سرزمین حبشہ سے خیبر میں۔
۱۳۷۔ حضور ﷺ کا خیبر سے واپس آنا اور وادئ قریٰ کی طرف متوجہ ہونا۔
۱۳۸۔ نماز سے سو جانا اور اس راستے میں آثار کا ظہور۔
۱۳۹۔ حدیث ابو قتادہ میضاۃ کے بارے میں۔
۱۴۰۔ اُن سرایا کا ذکر جو فتح خیبر کے بعد اور عمرۃ القضاء سے پہلے وقوع پذیر ہوئے۔
۱۴۱۔ عمرۃ القضاء کے لئے تشریف آوری۔
۱۴۲۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث سے نکاح کرنا۔ اس کے بعد حمزۃ کی صاحبزادی کا مکہ سے خروج۔
۱۴۳۔ ذکر سریہ ابن ابوالعوجاء۔
۱۴۴۔ ذکر اسلام عمرو بن العاص ؓ۔
۱۴۵۔ اسلام خالد بن ولید ؓ۔
۱۴۶۔ غزوۂ موتہ اور حضور ﷺ کا ان کی خبر آنے سے پہلے ان کے واقعہ کی خبر دینا۔
۱۴۷۔ جبار اور سرکش لوگوں کی دعوت الی اللہ کے لئے حضور ﷺ کے خطوط۔
۱۴۸۔ قیصر روم کی خط اور اس کے قصے میں دلائل نبوت۔
۱۴۹۔ کسریٰ فارس کی طرف حضور ﷺ کا خط۔ حضور ﷺ کا اس کے لئے بددعا کرنا۔
۱۵۰۔ حضور ﷺ کا اس کی ہلاکت کی خبر دینا اور اس کے خزانوں کے فتح ہونے کی خبر دینا۔
۱۵۱۔ حضور ﷺ کا خط شاہ مُقوقس کی طرف۔
۱۵۲۔ غزوۂ ذات السلاسل۔
۱۵۳۔ سریہ ابو عبیدہ بن جراح۔
۱۵۴۔ حضور ﷺ کا نجاشی کی موت کی خبر لوگوں کو دینا۔

(جلد پنجم)

۱۵۵۔ باب فتح مکہ۔ یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۵۶۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول کی تصدیق کرنا۔
۱۵۷۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے والد سیدنا ابو قحافہ ؓ کے اسلام کا ذکر۔
۱۵۸۔ صفوان بن اُمیہ کا قصہ۔ اور عکرمہ بن ابو جہل کا قصہ۔ فتحیین کا اسلام۔

۱۵۹۔ خالد بن ولید کی بنو جذیمہ کی طرف روانگی۔
۱۶۰۔ باب غزوۂ حنین۔اور اس میں جو آثار نبوت اور دلائل صدق ظاہر ہوئے۔
۱۶۱۔ حضور ﷺ کی طائف کی طرف روانگی۔
۱۶۲۔ حضور ﷺ کا مقام جعرانہ کی طرف لوٹنا اور وہاں پر غنیمت کا تقسیم کرنا۔
۱۶۳۔ حضور ﷺ کے پاس وفود کی آمد خصوصاً وفد ہوازن اور اس کا ماجریٰ۔
۱۶۴۔ پھر حضور ﷺ کا مقام جعرانہ سے عمرے کا احرام باندھنا۔
۱۶۵۔ کعب بن زہیر کا مدینہ میں لوٹ کر حضور ﷺ کے پاس آنا۔
۱۶۶۔ باب غزوۂ تبوک۔یہ باب کئی ابواب پر مشتمل ہے۔
۱۶۷۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو آثار نبوت ظاہر ہوئے۔
۱۶۸۔ حضور ﷺ کا خالد بن ولید کو دومہ اکیدر کی طرف روانہ کرنا۔
۱۶۹۔ حضور ﷺ کی تبوک سے واپسی اور منافقین کی بُری تدبیر۔اللہ کا ان کی حفاظت کرنا۔
۱۷۰۔ لوگوں کا حضور ﷺ سے ملنا اور مسجد ضرار میں کیا کچھ ہوا؟ اس غزوہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے بارے میں کیا فرمایا؟
۱۷۱۔ حدیث کعب بن مالک اور ان کے دوساتھی۔اور اللہ کا ان کی توبہ قبول کرنا۔
۱۷۲۔ عبداللہ بن ابی منافق کی بیماری۔قصہ ثعلبہ بن حاطب۔
۱۷۳۔ ابوبکر صدیق ؓ کا حج کروانا اور اس حج میں حضرت علی ؓ کا سورۃ براءت پڑھ کر سُنانا۔
۱۷۴۔ بنو ثقیف کے وفد کی آمد اور وہ اہل طائف ہیں۔
۱۷۵۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس عرب کے وفود کی آمد۔اور لوگوں کا اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونا۔
۱۷۶۔ حضور ﷺ کا اطراف ونواحی میں اپنے امیر روانہ کرنا۔
۱۷۷۔ ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس کی حضور ﷺ کے پاس آمد اور اسلام قبول کرنا۔
۱۷۸۔ آثار نبوت۔اس میں جو الیاس اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے وصی کے بارے میں روایت ہے۔
۱۷۹۔ ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کی وفات۔
۱۸۰۔ باب حجۃ الوداع۔
۱۸۱۔ آپ ﷺ کے حج، غزوات وسرایہ کے بارے میں ابواب۔
۱۸۲۔ وہ امور جن میں اللہ نے اپنے نبی کو خاص کیا۔اور حضور ﷺ کا اپنے ربّ کی نعمت کو بیان کرنا۔
۱۸۳۔ انبیاء علیہم السلام کے مابین اختیار ملنے کے بارے میں جو کچھ آیا ہے۔
۱۸۴۔ مجموعہ ابواب۔دلائل نبوت سے متعلق جو کچھ گزرا اس کے علاوہ خصوصی اوقات میں جن دلائل کا ظہور ہوا۔

(جلد ششم)

۱۸۵۔ ان سب امور میں دلائل نبوت۔
۱۸۶۔ ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کے لئے درخت کا فرمانبرداری کرنا۔اور حضور ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی جاری ہونا۔
۱۸۷۔ کھجور کے خوشے کا حضور ﷺ کی طرف چل کر آنا جس کو حضور ﷺ نے بُلایا تھا۔وہ آ کر حضور ﷺ کے سامنے رُک گیا۔ان میں دلائل نبوت۔اس کے بعد آپ کی اجازت کے ساتھ اپنی جگہ واپس جانا۔

۱۸۸۔ اُونٹ کا حضور ﷺ کو سجدہ کرنا۔ اور دیگر وحشی جانوروں کا حضور ﷺ کے ساتھ تواضع کرنا۔
۱۸۹۔ حُمَّرَہ کا حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے حال کی شکایت کرنا۔
۱۹۰۔ ہرنی کا حضور ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا اور گوہ اور بھیڑیئے کا آپ کی رسالت کی گواہی دینا۔
۱۹۱۔ شیر کا حضور ﷺ کے غلام سفینہ کا احترام کرنا۔
۱۹۲۔ مجاہد کا ذکر۔ جس کا گدھا زندہ کر دیا گیا تھا چل بسنے کے بعد۔
۱۹۳۔ اس مہاجر کا ذکر جس کی دعا کے ساتھ اللہ نے اس کا بیٹا زندہ کر دیا تھا۔
۱۹۴۔ اور اس میں جو خبر ہے۔ قصہ علاء بن حضرمی کا۔
۱۹۵۔ بھیڑیئے کا رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینا۔
۱۹۶۔ شیر خوار اور گونگے کا رسالت کی شہادت دینا۔
۱۹۷۔ طعام کا تسبیح کرنا۔ جس کو صحابہ حضور ﷺ کے ساتھ کھا رہے تھے۔
۱۹۸۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں اور بعض صحابہ کے ہاتھ میں کنکریوں کا تسبیح کرنا۔
۱۹۹۔ کھجور کے تنے کے رونے میں دلائل نبوت۔
۲۰۰۔ حضور ﷺ جس راستے پورے چلتے پورے راستے پر خوشبو مہکتی تھی۔
۲۰۱۔ شجر اور حجر کا حضور ﷺ کے آگے سجدہ کرنا۔
۲۰۲۔ حضور ﷺ کی دعا پر گھر کی دیواروں۔ دروزے کی چوکھٹ کا آمین کہنا۔
۲۰۳۔ حضور ﷺ کے اپنے صحابہ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنے میں دلائل نبوت۔
۲۰۴۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی کے دو بیٹوں کے لئے چمک اور روشنی پیدا ہونے میں دلائل نبوت۔
۲۰۵۔ دو آدمیوں کی لالٹین کا روشن ہو جانا۔ ایک آدمی آپ کے صحابہ میں سے تھا۔
۲۰۶۔ اندھیری رات میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی اُنگلی کا روشن ہو جانا وغیرہ آثار۔
۲۰۷۔ حضور ﷺ کی مستجاب دعاؤں میں۔ کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں۔
۲۰۸۔ شفاء کے بارے میں حضور ﷺ کی تمام دعاؤں کی اجابت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔
۲۰۹۔ آپ ﷺ کی دعاؤں کی برکات کے ظہور میں۔
۲۱۰۔ حضور ﷺ کا دعائیں کرنا کفار کے خلاف اور اللہ تعالیٰ کا قبول کرنا ان دعاؤں کو۔
۲۱۱۔ یہودیوں کے سوالوں وغیرہ کے بارے میں ابواب۔
۲۱۲۔ پھر ان کا حضور ﷺ کے احوال وضاحت سے لاتعلقی ظاہر کرنا اور کچھ کا ان میں سے مسلمان ہو جانا۔
۲۱۳۔ نبی کریم ﷺ کا خبر دینا آدمیوں کی طرف سے وصول خبر سے پہلے پہلے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔
۲۱۴۔ نبی کریم ﷺ کا ہونے والے واقعات کے بارے میں خبر دینا جو حضور ﷺ کے بعد ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ان تمام چیزوں میں اپنے نبی ﷺ کو سچا قرار دینا، ان میں کچھ واقعات ایسے تھے جن کی تصدیق آپ کے زمانے میں ہوگئی تھی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق آپ کے خلفاء کے زمانوں میں ہوئی۔ بعض وہ تھے جن کی تصدیق ان کے بعد ہوئی۔ ان تمام امور میں آپ کی نبوت کے دلائل ہیں۔

(جلد ہفتم)

۲۱۵۔ ابواب۔ اس شخص کے بارے میں جس نے بعض آثار نبوت محمد ﷺ خواب میں دیکھے۔ یا ان کو قبر سے سُنا۔ یا کہیں اور سے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔

۲۱۶۔ ابواب کیفیت نزول وحی رسول اللہ ﷺ پر۔ اور وحی کے آثار آپ کے چہرے مبارک پر ظاہر ہونے میں دلیل نبوت ہے۔

۲۱۷۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا یا دیگر فرشتوں کو دیکھنے میں دلیل نبوت ہے۔

۲۱۸۔ کتاب اللہ کے ساتھ منتر پڑھنا (یعنی بیمار پر دم، پھونک کرنے اور اس کے ذکر کے ساتھ حفاظت کرنے میں دلیل ہے۔

۲۱۹۔ بعض صحابہ نے شیطان کو دیکھا اور اس بارے میں اس سے بچنے کا جو ذکر ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔

۲۲۰۔ جو شخص اسلام سے پھر گیا اور مرتد ہو گیا اسی وقت اس پر عذاب ظاہر ہو جانے میں دلیل نبوت ہے۔

۲۲۱۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کو آیت کبریٰ یعنی بڑی نشانی عطا کی گئی۔ پوری قوم جس سے عاجز تھی۔

۲۲۲۔ ابواب نزول قرآن کے بارے میں اور اس کی ترکیب و ترتیب میں۔

۲۲۳۔ مجموعہ ابواب۔ مرض و وفات رسول اللہ ﷺ۔ اور ان کے مابین جو آثار نبوت اور دلالت صدق کا ظہور ہوا۔

۲۲۴۔ حضور ﷺ کو غسل و کفن دینا۔ آپ کے اُوپر جنازہ پڑھنا۔ آپ کو دفن کرنا و وفات رسول ﷺ سے مسلمانوں پر عظیم مصیبت کا ٹوٹ پڑنا۔ اس مصیبت پر مسلمانوں سے فرشتوں کا تعزیت کرنا۔ ان سب امور میں دلائل نبوت ہیں۔

۲۲۵۔ اہل کتاب کے پاس وفات رسول کی خبر پہنچنے سے قبل ان کا حضور ﷺ کی وفات کی معرفت ہونا بسبب اس کے کہ وہ اپنے پاس توراۃ و انجیل میں اس بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ اس میں دلیل نبوت ہے۔

۲۲۶۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے ترکہ کے بارے میں جو فرمان آیا ہے اس میں نبوت کی دلیل ہے۔ پھر ازواج رسول اور اولاد رسول کا ذکر۔ صلوات اللہ علیہ وعلیہم جب بھی ان کو یاد کرنے والے یاد کریں یا غافل ہونے والے ان سے غافل ہوں (اللہ رحمتیں نازل کرے) اس سب میں دلائل نبوت ہیں۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میرا آخری عہد ہے۔ جس میں شیخ الرئیس نے حکم دیا تھا، کتاب دلائل النبوت کے مدخل اور مقدمہ کے بارے میں اگر یہ ان کی مرضی اور پسند کے مطابق واقع ہوا ہے تو یہ اللہ جل شانہ کی محض توفیق ارزانی سے ممکن ہوا ہے۔ اس کے بعد میری صاف اور جمیل نیت کے ساتھ اور میرے حسن اعتقاد و یقین کے ساتھ ممکن ہوا ہے۔ اور اگر شیخ اس میں کوئی خلل، خرابی یا کوتاہی دیکھیں تو یہ میری جسمانی کمزوری اور میری کوتاہ بینی سے ہے، جو میری اولاد میں غموں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔

اللہ کے فضل کے بعد میرا بھروسہ اس کے کرم پر ہے جو معبود و موجود ہے۔ اس کے احسان میں سے جو بندوں کی طرف ہے، اور اس کی پیشگی عنایت اور رعایت پر جو ان تمام حالات میں بندوں کی دستگیری کرتی ہے۔ میری دعا ہے ان سب کے لئے اور حضور ﷺ کے عزیزوں کے لئے دائمی چیز کی اور میری ثناء ان کے لئے ہے خوبصورت طریقے پر جو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس میں قبولیت فرمائے گا اور تمام نیک دعائیں کرنے والوں میں اور اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا مصنف کی اور تمام مسلمانوں کی تمام آفات و بلیات سے محض اپنی ذات کے فضل سے۔ سلام ہو رسول پاک پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

تمام خوبیاں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اس کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔ اور ان کی آل طیبین طاہرین پر اور سلام کثیر نازل فرمائے قیامت تک اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور سلام۔ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے۔

☆☆☆

دلائلِ نبوت، معرفتِ حالات، صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد والہٖ و صحبہٖ اجمعین

امام حافظ ابوبکر : احمد بن حسین بن علی البیہقیؒ مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ نے فرمایا :

خطبہ کتاب

الحمد للّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض ، وجعل الظلماتِ والنور ، وأَبتدَعَ الجواهر والاعراض ، ورکب الصور والاجسادَ ، وقضى الموتَ والحياة ، وقدر المعاش والمعاد ، واعطىٰ من شاء من السمع والبصر والفؤاد ، ومن شاء منهم المعرفة والعقل والنظر والاستدلال ، ومن شاء منهم الهداية والرشاد ، وبعث الرسل بما شاء امره ونهيه ، مبشرين بالجنة من اطاعه ، ومنذرين بالنار من عصاه ، وأيدهم بدلائل النبوة وعلامات الصدق ، لئلا يكون للناس على اللّٰه حجة بعد الرسل ، وخصنا بالنبى المكين ، والرسول الامين ، سيد المرسلين ، وخاتم النبيين ، ابى القاسم : محمد بن عبداللّٰه بن عبد المطلب ، افضل خلقه نفسًا ، واجمعهم لكل خلق رضى فى دين ودنيا ، وخيرهم نسبًا ، واشرفهم دارٍ ، ارسله بالهدىٰ ودين الحق ، الى كافة المكلفين من الخلق ـ فتح به رحمته ، وختم به نبوته ، واصطفاه لرسالته ، واجتباه لبيان شريعته ورفع ذكره مع ذكره ـ وانزل معه كتابا عزيزا قرانا كريما مباركا مجيدا دليلا مبينا وحبلا متينا وعلما زاهرًا ، ومعجزًا باهرًا ، اقترن بدعوته ايام حياته ، ودام فى امته بعد وفاته ـ وامره فيه بان يدعو مخالفيه الى ان ياتوا بمثله ـ والعربية طبيعتهم ، والفصاحة جبلتهم ، ونظم الكلام صنعتهم ـ فعجزوا عن المعارضة ، وعدلوا عنها الى المسايفة التى هى اصعب مما دعاهم اليه ، وتحداهم به ، كما قال ، ـ عزوجل ـ :

﴿ قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان ياتوا بمثل هذا القران لا يأتون بمثله ، ولو كان بعضهم لبعض ظهيرًا ﴾

مع سائر ما اتاه اللّٰه وحباه من المعجزات الظاهرات ، والبينات الباهرات

﴿ ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ﴾

فبلغ الرسالة ، وادى النصيحة ، واوضح السبيل ، وانار الطريق ، وبين الصراط المستقيم ، وعبد اللّٰه حتى اتاه اليقين فصلوات اللّٰه عليه ، وعلى اله الطيبين ، كلما ذكره الذاكرون ، وغفل عن ذكره الغافلون ، افضل صلاة وازكاها ، واطيبها وانماها ـ

امابعد !

بہرحال میں جب اللہ کی مدد کے ساتھ اور اس کی حسن توفیق کے ساتھ ان اخبار کی تخریج سے فارغ ہوا جو اسماء اور صفات کے بارے میں وارد ہیں اور رویت، ایمان، تقدیر، عذاب قبر، اشراط قیامت، ، مر کر اُٹھنے کے بارے میں، میزان، حساب، صراط، حوض کوثر، شفاعت کے بارے میں جنت اور جہنم وغیرہ امور کے بارے میں جو اصول کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ان کی تمیز کے بارے میں۔ تاکہ اس شخص کے لئے معاون ثابت ہوں

جو ان میں کلام کرے۔ اور استشہاد کرے اس میں جو اس کو پہنچے مگر اس کے حال کو نہیں جانتا۔ اور ان میں سے کون سی قبول کی جائے گی اور کون سی رد کی جائے گی؟ اس سب کچھ کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں بعض وہ چیزیں جمع کروں جو ہمیں ہمارے نبی محمد ﷺ کے معجزات میں سے پہنچی ہیں اور آپ کی نبوت کے دلائل بھی تاکہ ان کے لئے حضور ﷺ کی نبوت کے اثبات میں معاون ثابت ہوں۔

لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ آغاز میں اس چیز کے بارے میں جس کا ارادہ کر چکا تھا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ استعانت پکڑی۔ اس چیز کے اتمام اور پورا کرنے میں جس کا قصد کر چکا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ چیز بھی جو آپ کی شرافت اصل جو ہماری طرف نقل ہو کر آئی ہے اور آپ کی ولادت کی طہارت اور اس کے اسماء اور صفات کا بیان۔ اور آپ کی زندگی کا انداز، اور آپ کی وفات کی وقت اور دیگر امور جن کا تعلق آپ کی معرفت سے ہے، اس نہج پر جس کی میں نے تصانیف میں شرط مقرر کی ہے یعنی صحیح پر اکتفاء کرنا، سقیم کے مقابلے میں۔ اور اکتفاء کرنا معروف پر غریب کے مقابلے میں۔ مگر اس امر میں جس میں صحیح اور معروف کے ساتھ مراد واضح نہ ہو غریب کے بغیر۔ تو پھر میں اس کو بھی لے آؤں گا۔ تاہم اعتماد اس مجموعی ذخیرے پر ہوگا جو ہم صحیح اور معروف پیش کریں گے۔ اہل مغازی اور اہل تواریخ کے نزدیک۔ اور توفیق اللہ تعالیٰ سے عطا ہوتی ہے۔ وہی میرے لئے کافی ہے میرے امور میں اور وہ بہترین کارساز ہے۔

وباللہ التوفیق، وهو حسبی فی اموری، ونعم الوکیل

باب ۱

ولادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اس دن کا بیان جس میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی

(۱) ہمیں خبر دی استاذ ابوبکر محمد بن حسن بن فورک ؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس نے، ان کو ابومحمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد طیالسی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مہدی بن میمون نے، ان کو غیلان بن جریر نے، ان کو عبداللہ بن معبد زمانی نے ابوقتادہ سے کہ ایک اعرابی نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ آپ پیر کے دن کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی تھی اور اسی پیر کے دن ہی مجھ پر قرآن مجید نازل ہوا۔

(۲) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن محمد بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نحوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابویوسف یعقوب بن سفیان فسوی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلم بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابان بن یزید نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن جریر نے۔ وہ غیلان ہے (ح)۔ اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمرو بن سماک نے بغداد میں، اور حسن بن یعقوب عدل نے نیشاپور میں، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی یحیٰی بن ابوطالب نے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالوہاب بن عطاء نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی سعید نے قتادہ سے، اس نے غیلان بن جریر سے، اس نے عبداللہ بن معبد کرمانی سے، اس نے ابوقتادہ انصاری سے۔ کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ سے سوال کیا، پیر کے دن کے روزے کے بارے میں، تو حضور ﷺ نے فرمایا، یہ وہ دن ہے جس میں، میں پیدا ہوا۔ اور اسی میں مجھ پر قرآن اُترا۔ اس کو ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نے نقل کیا ہے۔ صحیح مسلم میں مہدی بن میمون کی روایت اور ابان بن یزید عطار سے۔

(۳) اور ہمیں خبر دی ابوالحسن بن فضل قطان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یحیٰی بن عبداللہ بن بکیر مخزومی مصری نے ، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ابن لہیعہ نے خالد بن ابوعمران سے ، اس نے حنش سے ، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ، وہ فرماتے ہیں کہ تمہارے نبی پیر کے دن پیدا ہوئے تھے۔

باب ۲

ولادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مہینہ

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عمار ابن حسن نسائی نے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی سلمہ بن فضل نے ، وہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں (جس سال ابر ہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبے پر حملہ کیا تھا)، جب ماہ ربیع الاوّل کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱ مسند احمد ۴/۲۱۵)

باب ۳

وہ سال جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے محمد بن یعقوب سے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق صغانی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حجاج بن محمد نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن ابواسحاق نے اپنے والد سے ، اس نے سعید بن جبیر سے ، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے (یعنی جس سال ابر ہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ کعبہ پر حملہ کیا تھا اور چڑھائی کی تھی)۔

(۲) ہمیں خبر دی ابونصر عمر بن العزیز بن قتادہ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین محمد بن احمد بن حامد عطار نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یحیٰی بن معین نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حجاج بن محمد نے ، اس نے اسی مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے اپنی اسناد کے ساتھ۔ مگر انہوں نے یوں کہا یَوْمَ الْفِیْلُ ۔ عامَ الفیل نہیں کہا۔

آپ علیہ السلام عام الفیل میں پیدا ہوئے

(۳) فرماتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار عطاردی نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے ، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی مطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ نے ، ان کو ان کے والد نے اپنے دادا سے ، اس نے قیس بن مخرمہ سے ، یعنی ابن عبدالمطلب بن عبدمناف سے ، وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ہم دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ (ترمذی ۵: ۵۸۹)

ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہ جنگ عکاظ والے دن بیس سال کے تھے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن محمود مروزی فقیہ نے ، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن علی حافظ نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوموسیٰ محمد بن مثنیٰ نے ،وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی وہب بن جریر بن حازم نے ،وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہمارے والد نے ،وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا محمد بن اسحاق سے ، وہ حدیث بیان کرتے ہیں عبدالمطلب بن عبداللہ بن قیس بن مخرمہ سے ،اس نے اپنے والد سے ،اس نے اپنے دادا سے ،وہ کہتے ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے (جس سال ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ چڑھائی کی تھی)۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ نے قباث بن اشیم سے پوچھا جو بنی یعمر بن لیث کے بھائی تھے ، کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں ، جبکہ میں پیدائش میں ان سے پہلے ہوں ۔ میں نے کعبے پر چڑھائی کے لئے آنے والے ہاتھیوں کی لید خوب پڑی دیکھی تھی (خذق کا معنیٰ روث یعنی گوبر ہے)۔اس کو محمد بن بشار نے وہب بن جریر سے روایت کیا ہے ۔انہوں نے کہا کہ خذق الطیر احضر مُحیلاً پرندے کی بیٹ تر سبز ہے ۔(یہ محاورہ ہے)

(۵) ہمیں اس کی خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن علی مقری نے ،ان کو ابوعیسیٰ ترمذی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ان کو محمد بن بشار نے ،انہوں نے مذکورہ حدیث ذکر کی ہے ۔

عبدالملک بن مروان کا قول .... (۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ،اور ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے ،دونوں نے کہا کہ ان کو حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر صغانی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر حزامی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن ابی ثابت مدینی نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی زبیر بن موسیٰ نے ،اس نے ابوالحویرث سے ،وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا عبدالملک بن مروان سے ،وہ کہتے ہیں قباث بن اشیم کنانی سے پھر لیثی سے ۔اے قباث! کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں ۔اور میں ان سے زیادہ عمر کا ہوں ۔حضور ﷺ پیدا ہوئے تھے عام الفیل میں جبکہ میری امی نے مجھے ہاتھی کے گوبر پر کھڑا کر دیا تھا ۔میں اس کو سمجھتا تھا ۔اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے چالیسویں سال کے آغاز پر ۔

جبیر بن مطعم کا قول .... (۷) ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسین بن فضل قطان نے ،وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن ابی ثابت نے ،وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان نوفلی نے ،ان کو ان کے والد نے ،ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے ،وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے ۔اور عکاظ کا واقعہ ہاتھی والے سال کے پندرہ سال بعد ہوا تھا ۔ اور کعبہ کی تعمیر عام الفیل سے پچیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی ۔اور حضور ﷺ نبی بنائے گئے تھے ہاتھی والے سال سے چالیسویں سال کے آغاز پر ۔(البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۳)

ابن شہاب کا قول............ (۸) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے ،وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن منذر بن عبداللہ بن منذر بن مغیرہ بن عبداللہ بن خالد بن حزام بن خویلد نے ،وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فلیح بن سلیمان نے موسیٰ بن عقبہ سے ،اس نے ابن شہاب سے ،وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ سے پندرہویں سال کے آغاز پر محمد ﷺ کی بعثت فرمائی تھی ۔اور نبی کریم کی بعثت اور اصحاب فیل کے درمیان ستر سال کا فاصلہ تھا ۔

ابواسحاق کا قول (جو کہ تمام علماء کا قول ہے) .... ابواسحاق نے کہا کہ ابراہیم بن منذر نے کہا ہے کہ یہ (مذکورہ قول) وہم ہے ۔ اور وہ قول جس میں ہمارے علماء میں سے کسی نے شک نہیں کیا ۔وہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے تھے ۔اور آپ کی بعثت چالیسویں سال کے آغاز پر ہوئی تھی ۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعمرو بن سماک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حنبل بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالربیع زہرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی جعفر بن ابومغیرہ نے ابن ابزی سے، وہ کہتے ہیں کہ ہاتھی والے سال اور ولادت رسول اللہ ﷺ کے درمیان دس سال کا فاصلہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی احمد بن خلیل نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یونس بن محمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب قمی نے جعفر سے، اس نے ابن ابزی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ عام الفیل اور رسول اللہ ﷺ کے نبی بننے میں دس سال کا فاصلہ ہے۔

یعقوب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی نعیم بن میسرہ نے اپنے بعض احباب سے، اس نے سوید بن غفلہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ یعنی میں عام الفیل میں پیدا ہوا تھا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ تحقیق مروی ہے سوید بن غفلہ سے کہ اس نے کہا، میں نبی کریم ﷺ سے دو سال چھوٹا ہوں۔ (البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۶۲)

باب ۴

ذکر ولادتِ مصطفیٰ ﷺ اور وہ نشانیاں جو ولادت باسعادت کے وقت یا اس سے قبل یا اس کے بعد ظہور پذیر ہوئیں

ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، اور خبر دی ابوالحسین علی بن محمد بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوسماعیل ترمذی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے سعید بن سوید سے، اس نے عبدالاعلی بن ہلال سلمی سے، اس نے عرباض بن ساریہ صاحب رسول اللہ ﷺ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے:

''میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا، حالانکہ آدم علیہ السلام اس وقت اپنے خمیر کی حالت میں تھے۔ میں عنقریب تمہیں اس بارے میں خبر دوں گا اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام میرے ساتھ تھی۔ اور اپنی امی کا خواب جو اس نے دیکھا تھا۔ اور اسی طرح انبیاء کی مائیں خواب دیکھتی رہیں ہیں اور بے شک رسول اللہ ﷺ کی امی نے بھی خواب دیکھا تھا، جس وقت ان کو جنم دیا تھا۔ نور اور روشنی کو جس نے شام کے محلات روشن کر دیئے تھے''۔ (مسند احمد: ۴/۱۲۷)

اور یعقوب کی ایک روایت میں ہے اضاءت منه قصور الشام کہ اس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔ عبدالرحمن بن مہدی نے اس کی متابع روایت بیان کی ہے۔ معاویہ بن صالح سے اور اس کو ابوبکر بن ابومریم غسانی نے بھی روایت کیا ہے سعید بن سوید سے۔ حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ''میں اس وقت خاتم النبیین تھا، جب آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے''۔

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول فرمانا کہ انی عبداللہ وخاتم النبیین ، وان ادم لمنجدل فی طینتہ ۔

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ وہ مذکورہ حالت وکیفیت میں آدم کے ابوالبشر بننے اور پہلے نبی بننے سے قبل اللہ کی تقدیر میں اور اس کی قضا میں اس طرح تھے۔ (امام بیہقیؒ نے اس حدیث کا بہت اچھا مفہوم لکھا ہے اور بہت ہی اچھی تشریح فرمائی ہے۔ واقعی یہی مطلب ہے۔ وہ مطلب ہرگز نہیں ہے جو اس دور حاضر کے بعض باطل پرست مطلب نکالتے ہیں کہ حضور ﷺ انسان اور بشر نہیں تھے کیونکہ وہ آدم کی تخلیق سے پہلے نبی تھے۔ یا وہ نعوذ باللہ قدیم تھے۔ یا خدائی صفات کے حامل تھے۔ یا خدا کا حصہ تھے وغیرہ۔ (از مترجم)

توضیح : نیز حضور ﷺ کا یہ قول : وسا خبر کم عن ذلك : دعوة ابی ابراهیم علیه السلام

اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام جب بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے تو حضور کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اس شہر مکہ کو امن والا شہر بنا اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دے۔ اور ان لوگوں کو پاکیزہ پھلوں کا رزق عطا فرما۔

اس کے بعد یہ دعا کی :

ربنا وابعث فیهم رسولاً منهم یتلو علیهم ایاتك ویعلمهم الكتاب والحكمة ویزكیهم انك انت العزیز الحكیم ۔ (سورۃ البقرۃ : آیت ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار! اس شہر کے لوگوں میں انہیں کی نسل میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کے سامنے تیری آیات تلاوت کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاک کرے۔ بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی یہی دعا ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجنے کی صورت میں قبول فرمائی۔ اور ان کو وہی رسول بنا کر مبعوث فرمادیا جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے مانگا تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے یہی دعا کی تھی کہ اللہ اس کو اہل مکہ میں بھیج دے۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ اس لئے فرماتے تھے کہ "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں"۔

حضور ﷺ کے فرمان "میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں" کی تشریح

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ومعنی یہ ہے کہ اللہ نے جب فیصلہ فرمالیا کہ وہ محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنائیں گے اور اس فیصلے کو ام الکتاب لوح محفوظ میں ثبت کردیا۔ تو پھر اس فیصلے کو اس طرح پورا کیا اور جاری ونافذ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس دعا کے لئے مقرر فرمادیا، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ تاکہ خصوصیت کے ساتھ حضور کا بھیجا جانا ان کی دعا کے سبب سے ہو۔ جیسے اس کا منتقل ہونا انہیں کی پشت سے ہوگا۔ ان کی اولاد کی پشتوں کی طرف۔

حضور ﷺ کے فرمان "میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں" کا مطلب

بہرحال آپ کا یہ فرمان کہ بَشَارَةُ عِیْسٰی بِیْ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میرے بارے میں تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا۔ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں اپنی قوم کو بشارت دی تھی۔ اس لئے بنی اسرائیل حضور ﷺ کی پیدائش سے قبل حضور ﷺ کو پہچانتے تھے۔

حضور ﷺ کے فرمان "میں اپنی امی کا خواب ہوں" کا مطلب

بہرحال آپ ﷺ کا یہ قول کرنا کہ وَرُؤْیَا اُمِّیَ الَّتِیْ رَأَتْ کہ میں اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا۔ اس سے حضور ﷺ کی مراد یہ تھی، جو ذیل میں درج ہے۔ جس کی ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ان کو حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے،

وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ بات بیان کرتی تھیں کہ وہ جب حضور کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے تھیں تو کسی آنے والے نے آکر خواب میں بتایا کہ بے شک آپ اس اُمت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ پیدا ہو کر زمین پر آجائے تو یوں کہنا :

اعیذُہٗ بالواحد مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِد
مِنْ کُلِّ بِرٍّ عَاھِدٌ وکُلُّ عَبدٍ رائد
یرود غیر رائد

میں اس کو واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ، ہر حاسد کے شر سے
ہر نیک نصیحت کرنے والے ملاقات کرنے والے سے ، اور آمد ورفتار کرنے والے بندے سے

فَاِنَّہٗ عَبْدُ الْحَمِیْدِ الْمَاجد حَتّٰی اَرَاہُ قَدْ اَتَی الْمَشَاھِد

بے شک یہ تعریفوں اور بزرگیوں والا اللہ کا بندہ ہے ۔ یہاں تک کہ میں اس کو دیکھتا ہوں تمام جنگوں میں موجود ہوتا ہے قیادت کرنے کے لئے۔

حضور ﷺ کا نام انجیل میں احمد ہے .... (۱) کہنے والے نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ ''اس کے آنے کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کی آمد کے ساتھ روشنی نمودار ہوگی جو ارض شام میں واقع مقام بُصریٰ کے محلات کو بھر دے گی۔ جب یہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد ﷺ رکھنا بے شک اس کا نام توراۃ میں احمد ہے۔ اس لئے کہ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور یہ اس کا نام انجیل میں بھی احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور اس کا نام قرآن میں محمد ﷺ ہے۔ لہٰذا میں نے یہی اس کا نام رکھا ہے۔

لوح محفوظ میں خاتم النبیین .... (۲) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے، بطور املاء کے اور بطور قراءت کے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالحسن احمد بن محمد بن عبدوس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید دارمی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالیمان سے کہا، کیا آپ کو ابوبکر بن ابومریم غسانی نے حدیث بیان کی ہے سعید بن سوید سے، اس نے عرباض بن ساریہ سلمی سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا نبی کریم ﷺ سے، فرماتے تھے :

''میں اللہ کے نزدیک اُم الکتاب میں خاتم النبیین تھا۔ حالانکہ آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔ میں آپ کو ابھی اس کی تعبیر بتاتا ہوں۔ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کی دعاء۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت جو انہوں نے اپنی قوم کو دی۔ اور اپنی امی کا خواب ہوں جو انہوں نے دیکھا تھا کہ ان سے نور نکلا ہے۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں''۔

ابوبکر اور ابومریم نے اس کی اسناد کو مختصر کیا ہے۔ اس نے اس میں عبدالاعلیٰ بن ہلال کا ذکر نہیں کیا۔ اور انہوں نے اس کے متن کو بھی مختصر کیا ہے۔ انہوں نے خواب کو خروج نور کے ساتھ اکیلا ذکر کیا ہے۔ اور خالد بن معدان نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا .... (۳) ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء اور قراءت کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ! ہمیں اپنے بارے میں بتائیے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ''اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری امی نے خواب دیکھا تھا جب وہ حمل سے تھیں کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے ارض شام میں بصری روشن ہو گیا ہے۔ اور اس بارے میں ابوامامہ سے نبی کریم ﷺ سے بھی روایت کی ہے۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن حسن بن فورک سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن حبیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوداؤد نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، ان کو احمد ابن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن فضل بن جابر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن بکار نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی فرج بن فضالہ نے لقمان بن عامر سے، اس نے ابوامامہ سے، وہ کہتے ہیں کہ کہا گیا یارسول اللہ (ﷺ) آپ کے معاملے کی ابتداء کیسے ہوئی تھی؟ فرمایا (میرے معاملے کی ابتداء) میرے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت سے اور میری والدہ نے خواب دیکھا تھا کہ اس سے روشنی خارج ہوئی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے ہیں۔ اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ مجھ سے روشنی خارج ہوئی ہے۔

(۵) اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن بشران نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن عمرو رزاز نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی احمد بن اسحاق بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سنان عوقی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابراہیم بن طہمان نے بدیل بن میسرہ سے، اس نے عبداللہ بن شقیق سے، اس نے میسرہ الفجر سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یارسول اللہ (ﷺ) آپ کب سے نبی لکھے گئے تھے (یا نبی بنائے گئے تھے)۔ فرمایا جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے مابین تھے۔ (حاکم فی المستدرک : ۲/۶۰۸)

عبدالمطلب کا حرم میں پناہ لینا .... (۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ محمد بن احمد اصفہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی حسن بن جہم تمیمی اور عبداللہ بن بندار نے، دونوں نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے موسیٰ بن مساور ضبی نے جو ثقہ مامون ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن معاذ صنعانی نے، معمر بن راشد سے، اس نے زہری سے، وہ کہتے ہیں : کہ

''بے شک پہلی چیز جو رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب سے مذکور ہے۔ وہ یہ ہے کہ قریش اصحاب فیل سے بھاگ کر حرم سے نکل گئے تھے۔ اور قریش عبدالمطلب کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔ اور وہ اس وقت نوجوان تھے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں اللہ کے حرم سے نکل کر کہیں اور عزت تلاش نہیں کروں گا''۔

چنانچہ وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھے رہ گئے تھے۔ اور یوں گویا ہوئے تھے :

لَا هُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَا مْنَعْ حَلَالَكْ

اے اللہ بے شک مرد اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے حرم کی حفاظت فرما۔

کہتے ہیں کہ وہ مستقل حرم میں جم کر بیٹھے رہے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ نے ہاتھیوں اور ہاتھی والوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور اس کے بعد قریش واپس آ گئے۔ اور حضور ﷺ کے دادا ان میں عظیم قرار پائے اپنے صبر کی وجہ سے اور اللہ کے حرم کی تعظیم کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ اسی حالت پر ہی تھے اور ان کے پاس ان کے بڑے بیٹے حارث بن عبدالمطلب بھی تھے۔ عبدالمطلب نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا جا رہا ہے، زم زم کو کھود یئے جو مخفی کیا ہوا ہے، اے شیخ اعظم۔ وہ خواب سے بیدار ہو گئے اور اللہ سے دعا کی۔ اے اللہ! میرے لئے واضح فرما۔ لہٰذا دوسری بار خواب دکھائے گئے کہ کھود یئے، درمیان گوبر اور خون کے، کوے کے کریدنے کی جگہ پر۔ چیونٹیوں کی بستی میں۔ سُرخ نشانوں کے سامنے۔

لہٰذا عبدالمطلب کھڑے ہوئے اور پاؤں پاؤں چل کر مسجد الحرام میں بیٹھ کر سوچنے لگے ان نشانیوں کو جو ان کے لئے مقرر کی گئی تھیں۔ اتفاق سے قریب حزورہ میں ایک گائے ذبح کی جانے لگی اور وہ کسی طرح چھوٹ کر ذبح کرنے والے سے زخمی حالت میں بھاگی اور اس کو اس کی موت گھیر کر اس طرف لے آئی مسجد الحرام کے صحن میں زم زم کے مقام پر گر گئی۔ چنانچہ وہ گائے اسی جگہ پر (نہ چاہتے ہوئے بھی) ذبح کرنا پڑی۔ وہاں سے اس کا گوشت اُٹھا لیا گیا۔ پھر ایک کوا آیا اور اُوپر منڈلانے لگا۔ پھر وہ اسی خون اور گوبر والی جگہ چیونٹیوں کے بلوں والی جگہ پر کریدنے لگا۔ عبدالمطلب

چونکہ خواب میں یہ اشارہ دیکھ چکے تھے۔انہوں نے اُٹھ کر اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ چنانچہ قریش اکھٹے ہو کر آ گئے اور عبد المطلب سے پوچھنے لگے کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ ہم تو آپ کو جہالت سے متہم نہیں کرتے تھے۔ مگر آپ ہماری مسجد میں گڑھا کیوں کھود رہے ہیں؟

عبد المطلب نے ان کو بتایا کہ میں یہ کنواں کھود رہا ہوں اور جو شخص مجھے اس سے روکے گا میں اس کے ساتھ جہاد کروں گا۔ لہٰذا وہ اور ان کے بڑے بیٹے حارث نے پھر کھدائی شروع کر دی۔ اس وقت ان کے ساتھ حارث کے علاوہ کوئی اور بیٹا نہیں تھا۔ چنانچہ قریش نے ان دونوں کے ساتھ بدتمیزی کی۔ اور دونوں کے ساتھ جھگڑا کیا، لڑائی کی، تلواریں نکال لیں۔ مگر کچھ لوگ قریش میں سے آگے بڑھے۔ انہوں نے ان کی نسبی آزادی کا لحاظ کرتے ہوئے اور ان کی سچائی اور دین میں ان کی انتہائی محنت اور کوشش کے پیش نظر لوگوں کو ان سے روک دیا۔ یہاں تک کہ جب کنواں کھودنا ممکن نہ رہا اور ان پر ایذا رسانی زیادہ ہو گئی تو عبد المطلب نے منت مان لی کہ اگر میرے دس بیٹے ہو گئے تو ان میں سے ایک بیٹے کو کعبہ میں نصب عزی وغیرہ بت کے لئے ذبح کر دوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے کھدائی شروع کی۔ یہاں تک کہ ان کو اس کے اندر سے وہ تلواریں مل گئیں جو اس کنویں میں یعنی زم زم میں دفن کی گئی تھیں۔

قریش نے جب دیکھا کہ ان کو اس میں سے تلواریں ملی ہیں تو پھر وہ جمع ہو گئے اور کہنے لگے، عبد المطلب اس میں سے ہمیں بھی دیجئے۔ عبد المطلب نے کہا کہ یہ تلواریں بیت اللہ کے لئے وقف ہیں۔ پھر وہ کھودتے رہے، حتیٰ کہ اس میں سے پانی پھوٹ پڑا۔ انہوں نے مزید کھودا اور انتہائی گہرا کیا کہ اس کا پانی کھینچ کھینچ کر ختم نہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد اس کے قریب میں ایک حوض بنا دیا۔ یہ دونوں باپ بیٹے کنویں میں سے پانی کھینچ کھینچ کر اس حوض کو بھرواتے رہے۔ لہٰذا حجاج اس میں سے زم زم پینے لگے۔ مگر قریش کے بعض ناہنجار حسد کی وجہ سے رات کو حوض کو توڑ دیتے تھے۔ عبد المطلب صبح کو اس کو ٹھیک کر دیتے (وہ پھر توڑ دیتے)۔ جب یہ خراب کرنا بار بار ہونے لگا تو عبد المطلب نے تنگ آ کر اپنے ربّ کو پکارا اور دعا کی۔

چنانچہ خواب میں ان کو دکھایا گیا اور ان کو بتایا گیا کہ یوں کہو: اے اللہ! بے شک میں اس پانی کو نہیں حلال کرتا نہانے والے کے لئے، بلکہ صرف پینے والے کے لئے حلال ہے اور تازگی ہے۔ پھر میں ان کو تمہاری طرف سے کافی ہو جاؤں گا۔ چنانچہ عبد المطلب کھڑے ہوئے جب قریش مسجد میں آنے جانے لگے۔ انہوں نے اپنے خواب کا اعلان کر دیا پھر ہٹ گئے۔ اس کے بعد قریش میں سے جو بھی حوض کو خراب کرتا، اس کے جسم میں بیماری لگ جاتی۔ یہاں تک کہ انہوں نے عبد المطلب کے حوض کو اور پینے کی جگہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس کے بعد عبد المطلب نے کئی عورتوں سے شادی کی۔ چنانچہ ان کے دس بیٹے پیدا ہو کر ایک جماعت بن گئے۔ اب انہوں نے دعا کی:

اللهم انی کنت نذرت لك نحر احد هم

اے اللہ بے شک میں نے تیرے لئے ان بیٹوں میں سے ایک کو ذبح کرنے کی منت مانی تھی اور میں ان میں قرعہ ڈالتا ہوں، لہٰذا تو جس کو چاہے اس کو یہ قرعہ پہنچا دے۔
(یعنی اس کا قرعہ نکل آئے)

لہٰذا انہوں نے ان کے لئے قرعہ اندازی کی۔ قرعہ عبد اللہ بن عبد المطلب کا نکلا۔ حالانکہ عبد اللہ ان کو سب بیٹوں سے زیادہ پیارا تھا۔ عبد المطلب نے کہا، کہ اے اللہ کیا عبد اللہ! تجھے پسند ہے ذبح کے لئے یا ایک سو اُونٹ اس کے بدلے۔ اس طرح عبد اللہ کے اور سو اُونٹ کے مابین قرعہ اندازی کی گئی۔ اب قرعہ سو اُونٹ پر نکلا۔ چنانچہ عبد المطلب نے عبد اللہ کی جگہ سو اُونٹ ذبح کر دیئے۔ عبد اللہ قریش میں سب سے زیادہ حسین تھے۔ ایک دن ایسی جگہ سامنے آئے جہاں قریش کی بہت ساری عورتیں جمع تھیں۔ ایک عورت نے اُن سے کہا:

''اے قریش کی عورتو! تم میں سے جو عورت اس جوان سے شادی کرے گی، وہ اس نور کو شکار کر لے گی جو اس کی آنکھوں کے مابین ہے۔ بے شک اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور ہے''۔

کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے ان سے شادی کر لی۔ اس نے صحبت کی ان کے ساتھ تو وہ رسول اللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں۔ اس کے بعد عبد المطلب نے عبد اللہ بن عبد المطلب کو یعنی حضور کے والد کو یثرب (مستقبل کا مدینہ منورہ) روانہ کیا کہ اپنے والد عبد المطلب کے لئے یثرب سے کھجوریں لے آئیں، مگر وہاں جا کر ان کا انتقال ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

اس کے بعد آمنہ بنت وہب نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا، (وہ باپ کے انتقال کی وجہ سے) اپنے دادا عبد المطلب کی گود میں رہے۔ بنو سعد بن بکر کی ایک عورت نے حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے طلب کیا اور حضور کی رضاعی اماں بننے والی خاتون (حلیمہ سعدیہ) بازار عکاظ میں اُتری۔ وہاں پر وہ محمد ﷺ کو دودھ پلا رہی تھی۔ وہاں پر ایک کاہن نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا اور کہنے لگا:

اے عکاظ والو! اس لڑکے کو قتل کردو۔ بے شک یہ حکومت کرے گا۔ یہ سُن کر آپ کی رضاعی امی نے آپ کی حفاظت کی، اس طرح اللہ نے آپ کو نجات بخشی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اس خاتون کے پاس رہتے ہوئے بڑے ہوگئے۔ یہاں تک کہ جب حضور ﷺ دوڑنے لگے، آپ کی رضاعی بہن آپ کے ساتھ کھیلتی تھی، اور پرورش کرتی تھی۔ ایک دن دوڑی دوڑی آئی اور کہنے لگی۔ امی امی! میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کی ایک ٹولی آئی ہے اور انہوں نے میرے قریشی بھائی کو پکڑ لیا ہے ابھی ابھی۔ اور انہوں نے اس کا پیٹ چاک کردیا ہے۔ یہ سُن کر آپ کی رضاعی امی فوراً گھبرا کر بھاگی اور حضور ﷺ کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہاں تو کوئی بھی نہیں ہے، حضور ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ کا رنگ صاف نظر آرہا ہے اور چمک رہا ہے، (بظاہر کچھ بھی نظر نہیں آرہا)۔

چنانچہ وہ حضور ﷺ کو ان کی والدہ کے پاس مکے لے آئی، اور آکر ان سے کہا کہ آپ مجھ سے اپنا بیٹا لے لیجئے۔ مجھے اس پر ڈر لگ رہا ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ نے کہا کہ نہیں، اللہ کی قسم میرے بیٹے کو ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے جس کا آپ خوف کر رہی ہیں۔ جب یہ میرے پیٹ میں تھے تو میں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کا سہارا لگاتے ہوئے خود بخود باہر آ گیا اور اپنے سر کو بھی اُوپر آسمان کی طرف کئے ہوئے ہے۔

اس کے بعد آپ کی والدہ اور دادا عبد المطلب نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اس کے بعد آپ کی والدہ کی بھی وفات ہوگئی۔ اور آپ عبد المطلب کی گود میں یتیم ہوگئے۔ آپ لڑکے تھے تو آپ عبد المطلب کی تکیہ یا گدی اُٹھا کر لاتے اور اس پر بیٹھ جاتے تھے اور دادا باہر جاتے تو چونکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے، لونڈی جوان کو پکڑ کر چلاتی تھی وہ حضور ﷺ سے کہتی اُترو، یہ دادا کی گدی ہے۔ عبد المطلب کہتے کہ چھوڑ دو رہنے دو میرے بیٹے کو۔ میں اس میں بڑی خیر محسوس کرتا ہوں (کہ بڑا ہو کر یہ انتہائی اچھا انسان بنے گا)۔

ابو طالب کی کفالت .... پھر آپ کے دادا کا انتقال ہوگیا (ابھی رسول اللہ ﷺ لڑکے ہی تھے)۔ پھر ابو طالب نے آپ کی کفالت کی۔ اس لئے کہ وہ آپ کے والد عبد اللہ کے سگے بھائی تھے (ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی)۔ جب حضور ﷺ بلوغت کے قریب ہوئے تو ابو طالب نے ان کو ساتھ لے کر شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کیا۔ آپ جب مقام تیماء پر پہنچے تو مقام تیماء کے ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کو دیکھا اور ابو طالب سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ کو اس سے محبت ہے؟ انہوں نے بتایا کیوں نہیں؟ اس یہودی عالم نے بتایا کہ اللہ کی قسم اگر آپ اس کو لے کر شام جائیں گے تو آپ اس کو اپنے گھر کبھی بھی نہیں لے جاسکیں گے، کیونکہ اس کو یہودی ضرور قتل کردیں گے، یہ ان کا دشمن ہے۔ لہٰذا ابو طالب اس کو تیماء سے واپس مکہ لے کر آگئے۔

حضور ﷺ جب بلوغت کو پہنچ گئے اس وقت ایک عورت نے قریش میں سے کعبے کو خوشبو کی دھونی دی۔ اتفاقاً دھونی کے برتن سے کوئی چنگاری اُڑ کر کعبے کے غلاف پر پڑ گئی جس سے غلاف جل گیا۔ چنانچہ کعبہ جل جانے کی وجہ سے کمزور ہوگیا تھا تو اس کے بعد قریش نے کعبے کو گرادینے کا مشورہ کیا۔ مگر وہ اس کے گرانے سے ڈرتے تھے۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ نے ان سے کہا کہ تم لوگ اسے گرا کر اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہو یا خراب کرنے کا اور بُرائی کا ارادہ رکھتے ہو؟ سب نے کہا کہ ہم تو اس کو اصلاح کرنے اور ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مصلح کو ہلاک نہیں کرتا۔ قریش نے کہا کہ پھر کعبہ کو گرانے اس کے اُوپر کون چڑھے گا؟ ولید بن مغیرہ نے کہا میں اُوپر چڑھوں گا اور میں ہی گراؤں گا۔ لہٰذا ولید ہی بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا اور اس کے پاس کلہاڑا یا کدال تھا۔ اس نے پہلے دعا کی:

اللھم لا نرید الا الاصلاح ۔ اے اللہ! ہم اس کو ٹھیک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اس کے بعد اس نے توڑنا شروع کیا۔ قریش نے جب دیکھا کہ اس نے کعبہ کا کچھ حصہ گرادیا ہے مگر اس پر کوئی عذاب نہیں آیا، وہ جس سے ڈر رہے تھے۔ پھر سب نے مل کر اس کے ساتھ اس کو گرادیا۔ حتیٰ کہ جب انہوں نے پھر کعبے کو بنایا اور بناتے ہوئے مقام رکن تک یعنی حجر اسود کی جگہ تک پہنچے تو قریش کے قبائل نے حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں خوب جھگڑا کیا۔ حتیٰ کہ قریب تھا کہ ان میں شدید لڑائی ہو جاتی۔ انہوں نے کہا کہ آجاؤ ہم فیصلہ کروائیں اس شخص سے جو پہلے حرم کے اندر نظر آئے اس گلی سے۔ لہٰذا انہوں نے اسی بات پر صلح کر لی۔

آپ علیہ السلام کا فیصل مقرر ہونا .... اگلے دن رسول اللہ ﷺ نمودار ہوئے۔ حالانکہ وہ نوجوان تھے۔ آپ کے اُوپر منقش چادر تھی۔ لوگوں نے آپ کو فیصل مقرر کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کو اُٹھا کر کپڑے میں رکھ دیا جائے، اس کے بعد آپ نے ہر قبیلے کے سردار سے کہا لیجئے پکڑیئے، ہر سردار کے ہاتھ میں کپڑے کا کونہ دے دیا۔ آپ دیوار پر چڑھ گئے اور ان سے کہا کہ یہ اُٹھا کر مجھے دے دو۔ سب نے اس کو اُٹھایا اور حضور ﷺ کی طرف لے گئے۔ حضورؐ نے خود اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اس کے بعد جوں جوں آپ کی عمر بڑھتی گئی آپ کی پسندیدگی بڑھتی گئی۔ ایک وقت آیا کہ لوگوں نے آپ کا نام الامین رکھ دیا۔ یہ وحی کے نزول سے پہلے ہوا۔ کہتے ہیں وہ لوگ جب بھی تجارت کی غرض سے کوئی جانور ذبح کرتے تو حضور کو بلا کر آپ سے دعا کرواتے۔

جب آپ جوان ہو گئے اور مضبوط ہو گئے (آپ کے پاس زیادہ مال نہیں تھا)۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تجارت کرنے کے لئے اُجرت پر بلا لیا سوق حباشہ میں تھا جو تہامہ میں ہے اور حضور ﷺ کے ساتھ ایک اور آدمی کو بھی قریش میں سے اُجرت پر رکھ لیا۔ حضور ﷺ نے اپنے بارے میں بات بناتے ہوئے فرمایا، کہ میں نے خیر کی طرف اتنی زیادہ آگے بڑھی ہوئی کوئی خاتون نہیں دیکھی۔ میں اور میرا ساتھی جب بھی کام سے آتے تو ہم دیکھتے کہ اس کے ہاں ہمارے لئے کھانے وغیرہ کی چیز کا کوئی تحفہ ضرور ہمارے لئے چھپا کر رکھا ہوتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ بازار حباشہ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ساتھی سے کہا، چلیں ہم لوگ وہاں خدیجہ کے ہاں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔ ہم اس کے پاس آ گئے۔ اچانک ہم لوگوں پر منشیہ قریش کی مولدات عورت آ گئی (ایک روایت میں مستنشیہ ہے)۔ اس کا مطلب کاہن عورت آ گئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا یہ شخص محمد ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اُٹھائی جاتی ہے۔ یہ شخص نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ میں نے کہا کہ ہرگز نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ اس کے بعد میں اور میرا دوست باہر چلے گئے۔ تو میرے دوست نے مجھ سے کہا، کیا آپ خدیجہ کو پیغام نکاح دینے سے شرم کرتے ہو؟ اللہ کی قسم ہم لوگ ہر قریشی عورت کے لئے آپ کے رشتہ کو کفو اور ہمسری سمجھتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی دوسری بار پھر گئے۔ جیسے ہی ہم داخل ہوئے تو پھر وہی کاہن عورت آ گئی۔ بولی کیا محمد یہی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم اُٹھائی جاتی ہے، کیا یہ نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے؟ میں نے ازراہ شرم یوں کہہ دیا کہ جی ہاں۔ فرماتے ہیں، لہٰذا نہ خطا کی محمد سے خدیجہ نے نہ اس کی بہن نے۔ وہ ان کے والد کے پاس چلی گئی، وہ شراب کے نشے میں تھے۔ ان سے جا کر کہا یہ تیرے بھتیجے ہیں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ یہ خدیجہ کے نکاح کا پیغام دیتے ہیں اور خدیجہ بھی راضی ہے۔ خدیجہ کے والد نے ان کو بلا کر اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اس سے رشتہ مانگا (نکاح کا پیغام دیا)۔ خدیجہ کے والد نے محمد ﷺ کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ خدیجہ نے بھی اس پر رضامندی ظاہر کر دی اور انہوں نے اپنے والد کو خلوق یعنی خوشبو لگا دی اور ان کو پوشاک پہنا دی، یا یہ کہ انہوں نے ان کو سنوار دیا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ سیدہ خدیجہ کو ساتھ لے کر ان کے پاس چلے گئے۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

بوڑھے والد جب نشے کی کیفیت سے ٹھیک ہوئے تو پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے اور یہ کیسے کپڑے ہیں؟ خدیجہ کی بہن نے کہا، یہ وہ پوشاک ہے جو آپ کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے آپ کو پہنائی ہے، آج خدیجہ کا نکاح تھا۔ انہوں نے ان کے ساتھ حق زوجیت پورا کیا ہے۔ یہ سن کر

شیخ نے انکار کیا (یعنی مجھے یاد نہیں ہے)۔ پھر بات یہاں تک ہوئی کہ انہوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور خود شرمندہ بھی ہوئے۔ لہٰذا پھر قریش کی رجز پڑھنے والیاں شروع ہو گئیں۔ کہنے لگیں:

لا تز ھدی خدیج فی محمد جلد یضییٔ کا ضاء الفرقد

اے خدیجہ محمد کے معاملے میں بے رغبتی نہ کرنا۔ (وہ ایسے خوبصورت ہیں) ان کی جلد روشن ہے جیسے فرقد ستارہ روشن ہے۔
یا جلد اس طرح روشنی پھیلاتی ہے جیسے فرقد روشنی پھیلاتا ہے۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ خدیجہ کے پاس ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی بعض بیٹیاں پیدا ہو گئیں اور حضرت قاسم بھی پیدا ہو گئے۔

بعض علماء نے خیال ظاہر کیا ہے کہ سیدہ خدیجہ کا اور بیٹا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام "الطاہر" رکھا گیا تھا۔

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ سیدہ خدیجہ نے حضور ﷺ سے قاسم کے علاوہ کوئی بیٹا پیدا کیا ہو۔

ہاں سیدہ خدیجہ کی حضور ﷺ سے چار بیٹیاں پیدا ہوئی تھیں۔

(۱) زینب۔ (۲) فاطمہ۔ (۳) رقیہ۔ (۴) اُم کلثوم۔

حضور ﷺ کی جب بیٹیاں پیدا ہو گئیں تو اس کے بعد حضور ﷺ کو علیٰحدہ رہنا زیادہ پسند ہو گیا تھا۔ میں کہتا ہوں یہ حدیث مروی ہے کہ زہری سے (اللہ تعالیٰ ہمارے اُوپر رحم کرے اور اس پر بھی) جو تمام احوال کو جمع کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے احوال میں سے۔ ہاں مگر وہ بات جو اس کے پاس تھی عام الفیل کے ولادت رسول سے تقدم کے بارے میں۔

تحقیق ہم نے زہری کے ماسواء سے روایت کی ہے کہ ولادت نبی کریم ﷺ عام الفیل میں ہوئی تھی۔ ہماری سبیل یہ ہے کہ ہم آغاز کریں ان مشہور دور کا جو ہم نے زہری سے روایت کئے ہیں حدیث زم زم کے ساتھ۔

باب ۵

زم زم کی کھدائی کی بابت وہ روایت جو بطریق اختصار آئی ہے

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے ابن اسحٰق سے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے یزید بن ابوحبیب مصری نے، ان کو مرثد بن عبداللہ یزنی نے، ان کو عبداللہ بن زریر غافقی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا علی ابن ابوطالب سے، وہ کہتے ہیں وہ حدیث زم زم بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب حجر میں سو رہے تھے۔

خواب میں اس نے دیکھا کہ کوئی آنے والا آیا ہے۔ اس نے کہا کہ بَرَّہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا کہ بَرَّہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ پر سو گئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا مَضْنُوْنَہ کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا کہ مَضْنُوْنَہ کیا ہے؟ اس کے بعد وہ پھر غائب ہو گیا۔ جب تیسری صبح ہوئی تو وہ پھر اسی جگہ سوئے۔ پھر آنے والا خواب میں آیا اور اس نے کہا کہ طیبہ کو کھودو۔ اس نے پوچھا طیبہ کیا ہے؟ پھر وہ غائب ہو گیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو وہ پھر اسی جگہ سو گئے پھر خواب میں آنے والا آیا اور اس نے کہا زم زم کھودو۔ انہوں نے پوچھا زم زم کیا ہے؟ اس نے کہا جس کا پانی نہ تو کھینچ کھینچ کر ختم کیا جا سکے اور نہ کم کیا جا سکے۔

اس کے بعد اس کے لئے زم زم کی جگہ کی صفت بیان کی گئی اس کے سامنے۔ جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے اے عبدالمطلب؟ انہوں نے بتایا مجھے زم زم کھودنے کا حکم ہوا ہے۔ کھودتے کھودتے جب کنویں کی حدود ظاہر ہو گئیں اور انہوں نے کنویں کا

تَلْوَنَنْ (وہ لکڑی وغیرہ جس پر کنویں کی دیوار کی بنیاد رکھ کر چنائی کرتے اور دیوار بناتے ہیں) دیکھ لی، تو کہنے لگے اے عبدالمطلب ہمارا بھی اس میں حق ہے تیرے ساتھ۔ اس لئے کہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ نہیں یہ آپ لوگوں کا نہیں ہے۔ میں اس کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہوں تمہارے سوا۔ انہوں نے کہا پھر ہم لوگ کسی کو ثالث اور فیصل مقرر کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ قریش نے کہا کہ ہمارے اور اس کے درمیان بنوسعد بن ہذیم کی کاہنہ عورت فیصلہ کرے گی اور وہ شام کی حدود پر رہتی تھی۔

چنانچہ عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور قریش کے ہر ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی روانہ ہوا۔ راستے کی زمین جنگل اور بیابان تھی حجاز کے اور شام کے درمیان۔ جب یہ لوگ ان شہروں کے جنگلوں اور بیابانوں سے گذر رہے تھے تو عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا یہاں تک کہ ان کو ہلاکت کا خوف ہونے لگا بلکہ مرنے کا یقین ہو گیا۔ انہوں نے اپنے حریف طبقے کے لوگوں سے پینے کا پانی مانگا تو انہوں نے کہا ہم آپ کو پانی نہیں دے سکتے ہمیں بھی اسی کیفیت کا ڈر ہے جو تمہارے ساتھ درپیش ہے۔ عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا ہماری رائے آپ کی رائے کے تابع ہے آپ جیسے کہیں گے ویسے کریں گے۔ عبدالمطلب نے کہا اب موت سامنے آ گئی ہے مرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے لہٰذا ایسا کریں کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے خود گڑھا کھودے اپنی بقایا قوت کے ساتھ۔ لہٰذا جیسے ہی ہم میں سے کوئی مر جائے اس کے ساتھی اس کو اس کے گڑھے میں ڈال کر مٹی ڈال دیں۔ یہاں تک کہ جب ایک ایک کر کے ساتھی ختم ہو جائیں تو ایک آدمی باقی رہے گا جو ضائع ہو جائے، سب کے ضائع ہونے سے ایک کا ضائع ہونا اچھا ہے۔

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ پھر عبدالمطلب نے کہا کہ اللہ کی قسم اس طرح ہمارا اپنے آپ کو موت کے ہاتھوں میں دے دینا اور دھرتی پر اپنے بقا کی کوشش نہ کرنا عجز ہے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ہم تلاش کریں شاید اللہ تعالیٰ ہمیں پانی پلا دے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا چلو یہاں سے کوچ کرو۔ سب نے کوچ کرنے کی تیاری کی، عبدالمطلب نے بھی کوچ کرنے کی تیاری کی۔ وہ جب اپنی اونٹنی پر بیٹھے تو اس کو جیسے ہی اُٹھایا اس کے پیر کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ انہوں نے سواری بٹھا دی سب نے سواریاں بیٹھا دیں۔ انہوں نے پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور پانی بھر لیا۔ پھر انہوں نے اپنے حریفوں کو بلایا کہ تم لوگ بھی آ جاؤ اللہ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔ وہ لوگ بھی آ گئے انہوں نے بھی پانی بھرا، پیا، مویشیوں کو پلایا۔ اس کے بعد وہ لوگ کہنے لگے۔

اے عبدالمطلب اللہ کی قسم اللہ نے آپ کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے بے شک وہ ذات جس نے آپ کو اس جنگل میں پانی پلایا ہے وہی ہے جس نے آپ کو زم زم پلایا ہے۔ واپس چلئے بس زم زم آپ کا ہے (ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں ہے) چنانچہ سب لوگ وہیں سے واپس آ گئے تھے۔

(سیرت نگار) ابن اسحٰق فرماتے ہیں جب یہ لوگ واپس لوٹے اور عبدالمطلب بھی واپس آ گئے اور انہوں نے زم زم کی کھدائی کی اور کھدائی لمبی ہو گئی تو انہیں اس کے اندر سونے کی دو ہرنیاں ملیں۔ یہ وہ دو ہرنیاں تھیں جن کو قبیلہ جُرھُم نے اس میں دفن کیا تھا جب وہ مکے سے نکالے گئے تھے۔ اور یہ اسماعیل علیہ السلام کا کنواں تھا جس سے اللہ نے ان کو پلایا تھا جب وہ چھوٹے تھے اور پیاسے پڑے تھے۔

(مؤرخ ابن اسحاق نے) کہا کہ عبدالمطلب کو دو سونے کی ہرنیوں کے ساتھ کئی ایک تلواریں بھی زم زم میں سے ملی تھیں۔ قریش نے کہا کہ اے عبدالمطلب! ان تمام چیزوں میں ہمارا بھی حصہ ہے اور حق ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں، لیکن تم لوگ میرے اور تمہارے درمیان انصاف کے معاملہ پر آ جاؤ۔ ہم لوگ ان پر تیروں سے فال نکالتے ہیں۔ قریش نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا کہ دو تیر کعبے کے لئے مقرر کر دو

---

۱ تلواریں اور سونے کی ہرنیاں۔ ساسان ملک فرس نے کعبے کے لئے ہدیہ کی تھیں یا سابور بادشاہ نے۔ روض الانف۔ ج ۱ ص ۹۷۔

۲ عمرو بن حارث بن مضاض نے وہ کعبہ کی ہرنیاں اور حجر اسود زم زم کے کنویں میں دفن کر دی تھیں اس پر زمانے گزرتے رہے۔ حتیٰ کہ اس کی نشانی مٹ گئی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو اس پر مطلع فرمایا اور زم زم کو آباد کرایا تھا حضور ﷺ کی آمد سے قبل۔

۳ مکے کے رہنے والے قبیلہ جرہم کے لوگوں نے جب حرم میں بغاوت کی تھی، انہوں نے حرم کو حلال کر لیا اور جو حرم میں داخل ہوتا اس پر ظلم کرتے۔ اور کعبہ کے ہدایا کا مال کھا جاتے تو اللہ نے ان پر بنو بکر بن عبد مناف کو مسلط کر دیا، انہوں نے ان کے ساتھ جنگ کر کے ان کو مکے سے نکال دیا تھا۔

اور دو تمہارے لئے اور دو میرے لئے۔ جس کے لئے جس چیز کا تیر یا پیالہ یعنی قرعہ نکلے وہ چیز اسی کی ہوگی۔ قریش نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ لہٰذا انہوں نے دو پیلے پیالے کعبے کے لئے دو کالے عبدالمطلب کے لئے اور دو سفید قریش کے لئے مقرر کئے تھے۔ اس کے بعد وہ نکالنے والے کو دیئے گئے اور عبدالمطلب اللہ سے دعا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

عبدالمطلب کی اللہ سے دعا

لَاهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ الْمَحْمُوْد رَبِّی اَنْتَ المبدئ الْمُعِيد
وممسك الراسية الجلمود من عندك الطارف والتليد
ان شئت الهمت لما تريد لموضع الحلية و الحديد
فبين اليوم لما تريد انی نذرت عاهد العهود
اجعله رب لی ولا اعود

اے اللہ تو ہی حقیقی بادشاہ محمود ہے، تو ہی میرا رب ہے۔ تو ہی ابتدا کرنے والا تو ہی انتہا کرنے والا ہے۔ تو ہی مضبوط پہاڑوں اور بڑی بڑی چٹانوں کو تھامنے والا ہے۔ تیری طرف سے ہی ہے ہر نئی اور ہر پرانی چیز۔ اگر تو چاہے تو الہام کردے اس چیز کو جس کا تو ارادہ کرتا ہے کہ زیور کہاں کیا جائے اور لوہا کہاں۔ آج کے دن بیان کردے، واضح کردے اس کو جو تو ارادہ کرتا ہے۔ میں نے نذر مانی ہے اسی طرح جیسے کوئی عہدوں کو پکا کرتا ہے۔ اے میرے رب ان کو میرے لئے کردے اور میں اعادہ نہیں کروں گا۔

قرعہ ڈالنے والے نے ڈالا۔ لہٰذا پیلے قداح جو ہرنیوں کے لئے مقرر تھے وہ کعبے کے لئے نکلے۔ لہٰذا عبدالمطلب نے ان کو تو کعبے کے دروازے پر سجادیا۔ یہ پہلا زیور تھا سونے کا جو کعبے پر آراستہ کیا گیا اور دو کالے قرعے تلواروں زرہوں کے لئے تھے وہ عبدالمطلب کے لئے نکلے وہ انہوں نے رکھ لیں۔ اور قریش اور ان کے ماسوا دیگر عرب جاہلیت میں دعا کرنے میں انتہائی کوشش کرتے تو کلام کو مُسجّع کرتے اور کلام کو مرکب کرتے۔ اور ان کے خیال میں یہ بات تھی کہ جب ایسے کلام کے ساتھ کوئی دعا مانگنے والا دعا مانگتا ہے تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دعا رد ہوتی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ : ۲/۲۴۶)

ابن اسحاق نے کہا کہ جب عبدالمطلب نے زم زم کو کھودا اور اللہ نے اس کو اس کی جگہ بتائی تھی اور اللہ نے ہی اس کو اس کام کے لئے مختص کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف اضافی عطا کیا اور اپنی قوم میں ان کو بڑائی بخشی۔ اور جب زم زم ظاہر ہو گیا اور عبدالمطلب کا سقایا جاری ہوا تو لوگ برکت کی تلاش میں اسی کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کی فضیلت کی پہچان ہو جانے کی وجہ سے۔ اس لئے کہ وہ بیت اللہ کے ساتھ ہے اور اس لئے بھی کہ وہ اللہ کا سقایا ہے جس کے ساتھ اس نے اسماعیل علیہ السلام کو بھی پلایا تھا۔

باب ۶

عبدالمطلب کا نذر ماننا

''کہ ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کریں گے''

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار سے۔

(سیرۃ ابن ہشام : ۱/۱۶۴۔ راجع طبقات ابن سعد ۱/۸۸ البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۴۸)۔

وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب بن ہاشم نے (اس کے مطابق جو تاریخ میں ذکر کرتے ہیں) منت مانی تھی جب ان کو زم زم کی کھدائی کرتے وقت قریش کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اگر ان کے پورے دس بیٹے ہوگئے پھر وہ اس کے سامنے جوان ہوگئے یہاں تک کہ ان کی طرف سے دفاع کے قابل ہوگئے تو میں ان میں سے ایک بیٹے کو ضرور اللہ کے لئے ذبح کر دیں گے کعبے کے پاس۔ جب ان کے دس بیٹے ہوگئے۔

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حجل (۴) ضرار (۵) مُقَوّم

(۶) ابولہب (۷) عباس (۸) حمزہ (۹) ابوطالب (۱۰) عبداللہ

اور عبدالمطلب نے سمجھ لیا کہ وہ اس کا دفاع کر سکیں گے انہوں نے سب بیٹوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی نذر کی خبر دی جو اس نے نذر مانی تھی ان کو اللہ کے لئے اس نذر کو پورا کرنے کی دعوت دی۔ بیٹوں نے اس بات میں باپ کی اطاعت کی اور انہوں نے کہا کہ ہم کیسے کریں؟ عبدالمطلب نے کہا تم میں سے ہر شخص قرعہ اندازی کا تیر یا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر اپنا نام خود لکھے اور میرے پاس آئے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ لکھ کر ان کے پاس لے آئے۔ (محمد بن اسحاق نے اس بات کو باوجود اپنے طویل ہونے کے پورا ذکر کیا ہے اپنے سب سے بڑے بت ھُبَل میں داخل کرنے تک)۔

حضور ﷺ کے والد کے ذبح کے لئے قرعہ نکلا والد ذبح کرنے لگے تو لوگوں نے نہ کرنے دیا

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عبدالمطلب رسول اللہ ﷺ کے والد اپنے باپ کے چھوٹے بیٹے تھے اور عبداللہ اور زبیر اور ابوطالب تینوں فاطمہ بن عمرو بن عائذ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے بیٹے تھے۔ اور اہل سیر کے خیال کے مطابق عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے زیادہ پیارے تھے۔ جب قرعہ اندازی کے تیر یا پیالے کھینچنے والا کھینچنے لگا تو ان کو پھینکنے کے لئے عبدالمطلب ہبل کے پاس جا کھڑے ہوئے اور دعا کر رہے تھے کہ عبداللہ کا قرعہ نہ نکلے ذبح ہونے کے لئے۔ مگر قرعہ عبداللہ کا ہی نکل آیا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے ایک ہاتھ میں عبداللہ کو لیا دوسرے میں چھری لی اور سیدھے اساف و نائلہ کے بت کے پاس لے گئے ذبح کرنے کے خیال سے، جہاں قریش اپنے جانور ذبح کرتے تھے۔ چنانچہ قریش اپنی اپنی محفلوں سے اُٹھ کر ان کے پاس آ گئے کہ کیا کر رہے ہو عبدالمطلب؟ انہوں نے کہا میں اس کو ذبح کر رہا ہوں۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ راویوں نے ذکر کیا ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے عبداللہ کو اپنے والد کے پیروں کے نیچے سے گھسیٹ لیا تھا جس کی وجہ سے گر کر عبداللہ کے چہرے پر خراش آ گئی تھی جس کے نشان مرنے تک عبداللہ کے چہرے پر نمایاں رہے۔ قریش نے اور خود عبدالمطلب کے بیٹوں نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کر سکتے اس طرح کہ ہم بھی زندہ ہوں، یہاں تک کہ ہم اس کے دفاع سے معذور ہو جائیں۔ اور آپ نے اگر یہ کام کر لیا تو پھر ہمیشہ یہی ہوتا رہے گا ہم لوگوں میں، اس طرح کوئی بھی اپنے بیٹے کو پکڑے اور اس کو ذبح کر دے گا۔ اس صورت میں پھر لوگوں کی بقاء کی کیا صورت باقی رہ جائے گی۔

مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے کہا اللہ کی قسم آپ اس کو ذبح نہیں کر سکیں گے حتیٰ کہ ہم معذور ہو جائیں۔ اس بارے میں (یہ عبداللہ بن عبدالمطلب ان لوگوں کی بہن کے بیٹے تھے) ہاں اگر کوئی اس کا فدیہ ہو سکتا ہے تو ہم لوگ اپنے مالوں کے ساتھ اس کا فدیہ دے دیں گے۔ اور ابن اسحاق نے اس بارے میں ان کے اشعار بھی ذکر کئے ہیں۔

ایک عرافہ نے مالی فدیے کا فیصلہ دیا .... چنانچہ عبدالمطلب کے بیٹوں نے اور سب قریش نے ان سے کہا کہ آپ ذبح نہ کریں بلکہ اب حجاز جائیں وہاں ایک عرافہ ہے کاہنہ، اس کو سجاح کہتے ہیں۔ کوئی جن اس کے تابع ہے آپ جا کر اس سے پوچھیں اس کے بعد آپ کو اپنے معاملے کا اختیار ہے جیسے چاہیں کر لیں۔ عبدالمطلب نے بات مان لی۔ چنانچہ اس کاہنہ عورت کے پاس گئے تو اس نے کہا جب کہ وہ خیبر میں تھی آج تم لوگ واپس چلے جاؤ تاکہ میرا تابع میرے پاس آ جائے میں اس سے پوچھ لوں۔ عبدالمطلب دعا کرتے ہوئے وہاں سے نکل آئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر صبح کواس کے پاس گئے اس نے بتایا کہ میرا تابع میرے پاس خبر لے کر آ گیا ہے۔ یہ بتاؤ کہ میں آپ لوگوں میں ایک انسان کی خون کی دیت کتنی ہے؟ ان لوگوں نے بتایا کہ دس اُونٹ (دیت کا مطلب ہے خون بہا ادا کرنا)۔ اس کاہنہ عورت نے بتایا کہ آپ لوگ واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور جا کر اپنے جوان کو اور دس اُونٹ ساتھ کھڑے کر کے قرعہ ڈالو۔ اگر قرعہ نہ نکل آئے تمہارے جوان کا تو پھر دس اُونٹ کا اضافہ کردو۔ پھر قرعہ ڈالو اگر پھر بھی اسی کا قرعہ نکلے تو دس اُونٹ مزید اضافہ کردو۔ اسی طرح اضافہ کرتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے۔ جب قرعہ اُونٹوں کا نکل آئے سمجھ لو کہ تمہارا رب اس قدر اُونٹوں کا فدیہ قبول کرنے پر راضی ہے۔ بس پھر اتنے اُونٹ ذبح کردو، اس طرح تمہارا جوان بچ جائے گا۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکل آئے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔

ابن اسحاق نے اس بات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ عبدالمطلب کا مسجع کلام کرنا اور اللہ سے دعائیں کرنا اور بار بار تیر کا عبداللہ پر نکلنا، پھر دس اُونٹوں کا اضافہ کرنا جب بھی عبداللہ پر قرعہ نکلے۔ یہاں تک کہ دس دس کا اضافہ کرتے کرتے اُونٹوں کی تعداد ایک سو تک پہنچ گئی، کہ سو اُونٹوں کا قرعہ نکل آیا۔ عبدالمطلب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی جب اُونٹوں کا قرعہ نکلا تو تمام قریش نے اور حاضرین نے کہا ،بس بس تمہارے رب کی رضا پوری ہوگئی ہے اور تیرا بیٹا تیرے لئے بچ گیا ہے۔

عبدالمطلب نے کہا، نہیں اللہ کی قسم میں تا حال مطمئن نہیں ہوں۔ میں مزید تین بار قرعہ ڈلواؤں گا۔ چنانچہ تین بار مزید قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار قرعہ اُونٹوں کا ہی نکلا۔ اور اس طرح سو اُونٹ ذبح کر دیئے گئے۔ اور ذبح کر کے چھوڑ دیئے گئے ،کوئی ایک بھی درپے نہ ہوا (یعنی کسی نے ان کو استعمال نہ کیا)۔

باب ۷

رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی آمنہ بنت وہب سے شادی

اور رسول اللہ ﷺ بحالت حمل اور وضع حمل

(۱) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے ، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے ۔ محمد بن اسحاق سے وہ کہتے ہیں : کہ

''اس کے بعد عبدالمطلب عبداللہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے واپس لوٹے (مؤرخین کے خیال کے مطابق)۔ ان کا گزر قبیلہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ کی ایک عورت کے پاس ہوا، وہ کعبہ کے پاس تھی۔ اس عورت نے جب عبداللہ پر نظر ڈالی تو پوچھنے لگی کہ آپ کہاں جارہے ہیں اے عبداللہ؟ انہوں نے بتایا کہ اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں۔ اس عورت نے کہا، آپ کے لئے میرے پاس ایک سو اُونٹ ہیں ان کی مثل جو آپ کی طرف سے ذبح کر دیئے گئے تھے (یعنی میں آپ کو سو اُونٹ دیتی ہوں)۔ آپ میرے ساتھ رشتہ اور شادی کرنے کا ابھی وعدہ کرلیں۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میرے والد میرے ساتھ ہیں ، میں ان سے الگ بھی نہیں ہوسکتا اور ان سے دُور بھی نہیں ہوسکتا ،اور میں ان کو کسی چیز میں ناراض بھی نہیں کرسکتا''۔

چنانچہ عبدالمطلب ان کو لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو وہ وہب بن مناف بن زہرہ کے پاس لے آئے۔ اور وہب اس وقت نسب کے اعتبار سے اور شرف وعزت کے اعتبار سے بنوزہرہ کے سردار تھے۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کے ساتھ بی بی آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرہ سے شادی کرادی۔ اس وقت سیدہ آمنہ قریش کے اندر نسب کے لحاظ سے اور مرتبہ کے لحاظ سے افضل عورت تھیں۔

حضور ﷺ کی نانی، پرنانی، ترنانی، صاحبات

(۱) آمنہ بَرّہ کی بیٹی تھی اور وہ بَرّہ عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قُصی کی بیٹی تھی۔

(۲) اور بَرّہ کی ماں اُمِ حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قُصی تھی۔ جبکہ اُم حبیب بنت اسد کی ماں تھی۔

(۳) بَرّہ بنت عوف بن عبید یعنی ابن عویج بن عدی بن کعب بن لؤی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضور والا نے سیدہ آمنہ سے عقد کرنے کے بعد صحبت کی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوگئی۔ اس کے بعد ایک دن وہ اس عورت کے پاس آئے جس نے پہلے ان سے تعلق قائم کرنے کی یا شادی کرنے پر اصرار کیا تھا۔ وہ ورقہ بن نوفل میں اسد بن عبدالعزیٰ کی بہن تھی۔ وہ ایک مجلس میں بیٹھی تھی، یہ بھی بیٹھے رہے اور انہوں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا بات ہے آج آپ میرے ساتھ بات کرنے میں دلچسپی نہیں لے رہی اس دن کی طرح۔

اس عورت نے بتایا کہ آپ کے اندر ایک نور تھا، ایک روشنی تھی، وہ آپ سے چلی گئی ہے وہ جدا ہوگئی ہے۔ اب مجھے آپ کی حاجت نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے اس بارے میں کچھ سُن رکھا تھا۔ وہ نصرانی بن گیا تھا اور توراۃ کی اتباع کرتا تھا۔ اس نے سُن رکھا تھا۔ اس وقت میں بنو اسماعیل میں ایک نبی آنے والا ہے۔ اس عورت کا نام اُم قتال بن نوفل بن اسد تھا۔

اس نے آپ کے بارے میں شعر کہے تھے۔

الآن وقد ضيعت ما كنت قادرا	عليه وفار قك الذى كان جاء كا
غدوت على حافلا قد بذلته	هناك لغيرى فالحقن بشانكا
ولا تحسنى اليوم خلوا وليتنى	اصبت جنينًا منك يا عبد داركا
ولكن ذاكم صار فى ال زهرة	به يدعم الله البرية ناسكا

اس وقت تو آپ اس چیز کو ضائع کر چکے ہیں جس پر آپ کو قدرت تھی۔ اور آپ سے وہ نعمت جدا ہوگئی ہے جو تیرے پاس آئی تھی۔ صبح کو جب آپ میرے پاس آئے تھے تو آپ بھرے ہوئے تھے۔ آپ نے اس چیز کو میرے سوا کہیں اور خرچ کردیا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی حالت پر رہو۔ مجھ سے توقع نہ کرنا کہ اب میں آپ کے اندر دلچسپی لوں گی۔ افسوس کہ میں تم سے اے عبداللہ اس بچے کو پالیتی جس کو آپ پانے والے ہیں۔ مگر وہ آل بنو زہرہ میں چلا گیا۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ مخلوق کو سہارا دیں گے وہ عبادت گزار ہوگا۔

اور اس نے یہ بھی کہا تھا:

عليك بال زهره حيث كانوا	وامنه التى حملت غلاما
ترى المهدى حين ترى عليه	ونورا قد تقدمه اماما

آپ ال زہرہ کے ساتھ رہیں وہ جہاں کہیں بھی ہو۔ اور آمنہ کے ساتھ رہیں جو ایک لڑکا حمل میں لئے ہوئے ہے۔ جو ہدایت یافتہ نظر آئے گا، جب اس پر نظر ڈالی جائے گی۔ اور وہ نور ہوگا جو ہمارے سامنے آئے گا۔

اور اس عورت نے مزید چند شعر کہے تھے۔ ان میں یوں کہہ رہی تھی۔

مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کے یہ الفاظ وَقَعَ عَلَیَّ الْاٰنَ کے ظاہری مفہوم سے میری رُوح کانپ گئی۔ لہٰذا میں نے بُرائی کی دعوت کے مفہوم کے بجائے ترجمہ میں تاویل کی ہے، یعنی شادی یا نکاح کا تقاضا کرنا۔ جس کے لئے میں اپنے ربّ کے آگے اور اہل علم کے آگے معذرت خواہ ہوں۔ اس کا تفصیل روایت کے آخر میں حاشیہ پر ملاحظہ کریں۔

اس نے کئی مزید شعر ذکر کئے۔ان میں اس نے کہا :

فکل الخلق یرجوه جمیعا　　یسود الناس مهتدیا اماما
براه الله من نور صفاء　　فاذهب نوره عنا الظلاما
وذلك صنع ربك اذ حباه　　اذا ما سار یوما او اقاما
فیهدی اهل مکة بعد کفر　　ویفرض بعد ذلکم الصیاما

سارے لوگ مل کر اسی کی آرزو کر رہے ہیں۔وہ سب لوگوں کی سرداری کریں گے۔مصلح اور پیشوا کی حیثیت سے اللہ نے ان کو خالص نور سے پیدا کیا ہے۔اس کے نور سے ہمارے اندھیروں کو دُور کر دیا ہے۔یہ تیرے ربّ کی خاص کاریگری ہے کہ ان کو لے آئے ہیں۔جب کسی دن چلیں یا قیام کریں۔وہ اہل مکہ کو کفر کے بعد ہدایت دیں گے اور وہ ہم لوگوں پر روزے فرض کریں گے۔

(احمد کہتے ہیں) کہ میں کہتا ہوں یہ ایسی چیز ہے جس کو میں نے اس عورت کے بھائی سے سُنا تھا رسول اللہ ﷺ کی صفت کے بارے میں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عورت بھی خود عبداللہ کی بیوی ہو آمنہ بنت وہب کے ساتھ ساتھ۔[1]

(۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس احمد عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو محمد بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد اسحاق بن یسار نے، انہوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی گئی تھی کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ایک اور عورت بھی بیوی تھی آمنہ بنت وہب بن عبدمناف کے ساتھ۔

چنانچہ وہ اپنی اس بیوی کے پاس گئے، مگر اس وقت عبداللہ کے جسم پر کیچڑ وغیرہ لگی ہوئی تھی۔کیونکہ انہوں نے مٹی میں کام وغیرہ کیا تھا۔انہوں نے اسی حالت میں اس عورت کو صحبت کرنے کے لئے بلایا مگر اس عورت نے منع کر دیا یا دیر کر دی۔کیونکہ وہ ان کے اُوپر کیچڑ وغیرہ دیکھ رہی تھی۔لہٰذا وہ اندر گئے اور کیچڑ وغیرہ دھو ڈالی۔اس کے بعد وہ قصداً آمنہ کے پاس چلے گئے۔اس کے بعد آپ کو اس بیوی نے بھی اپنے پاس بلا لیا، جس کے پاس جانا چاہتے تھے مگر اس نے منع کر دیا تھا۔لہٰذا وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان کے ساتھ حق زوجیت ادا کیا اور اس کے بعد انہوں نے اُس بیوی کو اپنی طرف بلایا مگر اب اس نے کہا کہ مجھے اس وقت آپ کی حاجت نہیں ہے۔آپ پہلے میرے پاس آئے تھے تو آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک چمک تھی، میں یہ امید کر رہی تھی کہ وہ روشنی آپ سے میں حاصل کر لوں۔مگر آپ آمنہ کے پاس چلے گئے۔لہٰذا انہوں نے وہ روشنی آپ سے لے لی ہے۔

---

[1] ڈاکٹر عبدالمعطی اس واقعہ پر تحقیق لکھتے ہیں :

(۱) یہ روایت غریب ہے، موضوع ہے، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔اور کوئی بات اس کی تائید میں نہیں ملتی۔بلکہ صحیح احادیث کے خلاف ہے جن کو کتب سیرت نے دست بدست نقل کیا ہے۔بلکہ ان میں سے ہے جس کو اعداء اسلام یہود نے اور سبائیوں اور بعض بازوں اور منافقین نے لکھ کر اہل اسلام کے خلاف دسیسہ کاری کی ہے۔

(۲) اس خبر کی کوئی سند نہیں، نہ اصل نہ فروع میں۔ہاں طبری نے اس کو فیما یزعمون کہہ کر نقل کیا ہے۔نیز یہ حکایت جس میں اس عورت نے عبداللہ پر اپنے آپ کو پیش کرنے کی کوشش کی تھی اور ان کو بدکاری کی دعوت دی تھی، یہ حدیث صحیح کے خلاف ہے۔جس میں حضور ﷺ کے نسب کی طہارت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نسب کی شرافت وعظمت کی بات بیان ہوتی ہے جو کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کی دلیل ہے۔جن کی وضاحت ہم باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ونسب رسول اللہ میں بیان کریں گے۔جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بنو اسماعیل میں سے چن لیا تھا۔بنو کنانہ کو پھر کنانہ میں سے چن لیا قریش کو پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو اور پھر مجھے (محمد ﷺ) کو چن لیا ہے بنو ہاشم سے۔

(۳) حضور ﷺ کے انتخاب والی مذکورہ روایت ترمذی اور مسند احمد میں ہے۔نیز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے عہد کی غلاظتوں سے اور گندگیوں سے جس طرح حضور ﷺ کو پاک بتایا ہے اس طرح ان کے والد عبداللہ کو بھی (اور دادا پر دادا کو بھی جاہلیت کی گندگیوں سے پاک بتایا تھا) تحقیق اصل کے مطابق تھی عبدالمطلب سے۔اگر زمانہ ان کو مہلت دیتا تو عبداللہ شرف ومرتبے کے ان منصوبوں پر فائز ہو جاتے جن پر عبدالمطلب تھے۔

(بقایا اگلے صفحہ پر)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عبداللہ کی وہ بیوی کہتی تھی کہ عبداللہ میرے پاس سے گزرے تھے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور تھا، جیسے روشنی و چمک ہوتی ہے۔ اور میں نے ان کو اپنی طرف اس امید پر بلایا تھا کہ شاید وہ نور میرے لئے ہو مگر وہ آمنہ کے پاس چلے گئے اور ان سے صحبت کر لی۔ لہٰذا وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ ہو گئی۔

(۳) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد علویؒ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالاحرز محمد بن عمر بن جمیل ازدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن یونس قرشی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے۔

یہودی عالم کی گواہی .... (ح) اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بغدادی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہاشم بن مرثد طبرانی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو ابن عون نے، ان کو مسور بن مخرمہ نے، ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے کہا کہ میں سردی کے موسم میں سفر کر کے یمن پہنچا اور میں ایک یہودی عالم کے پاس اُترا۔ چنانچہ کتاب زبور کے ماننے والے ایک آدمی نے مجھ سے کہا، اے عبدالمطلب کیا اب مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کے جسم کو دیکھوں۔ میں نے کہا کہ آپ دیکھ لیجئے سوائے شرم گاہ کے حصہ کے۔

کہتے ہیں کہ اس نے میری ناک کے ایک نتھنے کو کھول کر دیکھا، پھر دوسرے کو دیکھا۔ پھر اس نے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کے ایک میں بادشاہت ہے اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں یہ چیزیں نتھنوں میں دیکھ رہا ہوں۔ تو یہ کیسے ہوگا؟ میں نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تیری شاعۃ ہے (تابعدار، فرمانبردار) یعنی بیوی ہے؟ میں نے اس سے پوچھا کہ شاعۃ سے کیا مراد ہے، اس نے بتایا کہ زوجہ۔ میں نے جواب دیا کہ آج کل تو نہیں ہے۔ اس نے کہا جس وقت آپ واپس وہاں جائیں تو بنوزہرہ میں شادی کر لینا۔ چنانچہ عبدالمطلب مکہ واپس لوٹ گئے اور انہوں نے ہالہ بنت وہب بن عبدمناف سے شادی کر لی اور اس سے دو بچے پیدا ہوئے حمزہ اور صفیہ۔ اور عبداللہ بن عبدالمطلب نے شادی کی آمنہ بنت وہب سے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا اور جب عبداللہ بن عبدالمطلب نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی تو قریش نے کہا، کہ عبداللہ اپنے والد پر گئے ہیں (یعنی جو طلب کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور تحقیق کہا گیا کہ یہ عورت قبیلہ بنوخثعم سے تھی۔

(۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبدالباقی بن قانع نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالوارث بن ابراہیم عسکری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسدد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی مسلمہ بن علقمہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں قبیلہ بنوخثعم کی ایک عورت حج کے موسموں میں اپنے نفس کو پیش کرتی تھی

جس آدمی کا یہ مقام ہو کیا ہم اس کے بارے میں ایسی من گھڑت روایت سے اس کے بارے میں مطمئن ہو سکتے ہیں، خاص کر جبکہ اس میں یہ بات بھی ہے کہ جب انہوں نے اپنی بیوی آمنہ کے ساتھ صحبت کر لی تو اس کے بعد وہ اس عورت کے پاس آئے، جس نے اپنے آپ کو ان کے اُوپر پیش کیا تھا اور آ کر اس سے یہ کہا کہ مالك لا تعرضين علي اليوم ما كنت عرضت علي بالامس کیا ہوا آپ کو کہ آپ مجھے اس بات کی آج پیش کش نہیں کر رہیں جس بات کی پیش کش کل کی تھی۔

(۴) علاوہ ازیں اس روایت کی حالت یہ ہے کہ اس کی روایت کرنے والے نے خبط کھائے ہیں۔ ان میں بہت سے جھول ہیں۔ کبھی تو راوی یہ کہتے ہیں کہ وہ قبیلہ بن خثعم کی عورت تھی، کبھی کہتے ہیں کہ وہ اُم قتال ورقہ بن نوفل کی بہن ہے۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ لیلیٰ عدویہ تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ وہ اہل تبالہ کی کاہن عورت تھی۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ عبداللہ آمنہ کے علاوہ کسی اور عورت سے شادی کرنے والے تھے۔ یہ انداز دلالت کرتا ہے کہ یہ سارا جھوٹ ہے۔ نیز یہ کہ راویوں نے ورقہ بن نوفل کی بہن کا نام کیوں لیا یا اس عورت کا جو کتب پڑھ چکی تھی۔

(۵) نیز ہم جب ان اشعار پر غور کرتے ہیں جو اس روایت میں وارد ہوئے ہیں۔ اس عورت کی زبان سے تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ اشعار رکیک اور ناقص ہیں۔ جن کے قافیے مضطرب ہیں۔ کلمات فشور ہیں۔ تلفیق کے ساتھ غیر واضح دلالت ہیں۔ ان تمام خرابیوں کے باوصف یہ نظمی اور خبر واہی ساقط ہے۔ اور خود ابن اسحاق اور طبری کا یہ قول بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جن سے نقل کرتے ہیں ان کے بارے میں یوں کہتے ہیں فيما يزعمون۔ ان لوگوں کے گمان اور خیال میں (یہ بات ہے)۔ حالانکہ یہ سب کچھ کہنا باطل ہے۔

اور وہ انتہائی خوبصورت تھی۔اس کے ساتھ ایک بچھونا تھا۔گویا وہ اسے فروخت کرنے چلی ہے۔وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے پاس آئی (میرا یہ گمان ہے کہ وہ اس عورت کو اچھے لگے ہوں گے)۔وہ کہنے لگی کہ اللہ کی قسم میں اس بچھونے کی وجہ سے نہیں گھوم رہی ہوں اور نہ ہی مجھے اس کی رقم کی ضرورت ہے، بلکہ میں تو کچھ علامات دیکھ کر آدمی پہچانتی ہوں کہ کیا کسی کو اپنا ہمسر اور اپنے لائق سمجھتی ہوں۔اگر تمہیں میرے ساتھ دلچسپی ہو تو اُٹھئے میں تیار ہوں۔مگر جناب عبداللہ نے اس عورت سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہرئے میں جا کر واپس آتا ہوں۔یہ کہہ کر وہ اپنے سامان کے پاس یا اپنی منزل پر چلے گئے۔اور انہوں نے پہلا کام یہی کیا کہ اہلیہ سے صحبت کی جس سے وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔اس کے بعد وہ لوٹ کر اس عورت کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ آپ کو میں نے دیکھا کہ آپ اُس جگہ پر نہیں ہیں (یعنی آپ مجھ میں وہ دلچسپی نہیں لے رہے ہیں)۔اس عورت نے پوچھا کہ آپ کون تھے؟ عبداللہ نے کہا وہی تو ہوں جو میں آپ کو واپس آنے کا وعدہ دے کر گیا تھا۔اس عورت نے کہا کہ نہیں آپ وہ تو نہیں ہیں اور اگر آپ وہی ہیں تو میں نے اس وقت دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور تھا جو مجھے اب نظر نہیں آرہا۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد عبداللہ بن جعفر فارسی نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوغسان ابن یحییٰ کنانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ابن اسحاق نے وہ کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ اپنے والد سے رؤایت کرتے تھے اور وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔وہ فرماتی ہیں کہ مکے میں ایک یہودی عالم تاجر رہتا تھا۔جس رات حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس نے قریش کی ایک مجلس میں کہا۔اے قریش کیا تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ قریش نے کہا، اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔یہودی نے کہا اللہ اکبر، بہر حال جب تمہیں معلوم نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ہے۔

دیکھو میں جو بات کہوں اس کو یاد رکھو۔تم لوگوں کے اندر آج رات وہ بچہ پیدا ہوگیا ہے جو اس اُمت کا نبی ہوگا۔اور یہ آخری اُمت ہوگی۔اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک خاص علامت ہے۔اس میں لمبے بال ہیں جیسے گھوڑے کی ایال کے بال ہوتے ہیں۔وہ دو راتیں دودھ نہیں پیئے گا۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ جنوں میں سے ایک عفریت نے اس کے منہ میں اپنی آنکھیں داخل کردی تھی اور اس نے اس کو دودھ پینے سے روک دیا ہے۔یہ سُن کر قریش اپنی مجلس سے حیران ہو کر اُٹھے۔جو اس یہودی کی بات پر حیران پریشان تھے۔

جب وہ اپنی منزل پر پہنچے اور انہوں نے اپنے گھر والوں کو یہ خبر بتائی تو انہوں نے بتایا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام انہوں نے محمد رکھا ہے۔پھر لوگ جمع ہوئے اور ایک دوسرے سے پوچھا کہ تم نے فلاں یہودی کی بات سُنی ہے۔جس نے تمہیں اس لڑکے کی پیدائش کی خبر دی ہے؟ لہٰذا یہ لوگ اس یہودی کے پاس گئے اور اس کو جا کر انہوں نے بتایا کہ واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ کے گھر میں رات کو بیٹا پیدا ہوا ہے، انہوں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔اس یہودی نے کہا کہ تمہارے ساتھ چلتا ہوں مجھے وہ بچہ دکھاؤ۔وہ اس کو لے کر بی بی آمنہ کے پاس پہنچے اور اس کو جا کر کہا اپنا بیٹا لے کر آئیے۔وہ لے آئیں۔انہوں نے بچے کی پیٹھ سے کپڑا اُٹھایا جونہی اس یہودی نے اس بچے کے کندھوں کے مابین اس تِل کو اور اس چاند نما دھبے کو دیکھا تو وہ گر کر بے ہوش ہوگیا۔

جب وہ ہوش میں آیا تو قریشیوں نے پوچھا اے تیری ہلاکت ہو کیا ہوا تجھے؟ کہنے لگا اللہ کی قسم آج سے نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی، اور رخصت ہوگئی ہے۔اے قریش کی جماعت کیا تم مجھ پر ترس کھاؤ گے؟ اور رحم کرو گے؟ آگاہ ہو جاؤ۔البتہ تمہیں ایک غلبہ ہونے والا ہے جس کی خبر مشرق سے مغرب تک چلی جائے گی۔اس محفل میں جس میں اس نے قریش سے یہ باتیں کی تھیں یہ لوگ موجود تھے۔ہشام اور ولید، مغیرہ کے بیٹے اور مسافر بن ابوعمرو اور عبیدہ بن حارث۔اور عقبہ بن ربیعہ جو کہ نوجوان تھے۔ان کے ساتھ بنو عبد مناف کی ایک جماعت تھی۔اور چند دیگر لوگ تھے قریش میں سے (اخرجہ الحاکم فی المستدرک : ۲/۶۰۱)۔اور اس طرح اس کو روایت کیا ہے محمد بن یحییٰ ذہلی نے، ابوغسان محمد بن یحییٰ بن عبدالحمید کنانی سے۔

(۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ان کو ابن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی

صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف نے، اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یوسف بن حماد المعنی بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عبدالاعلیٰ نے (ح)۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی عمار نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی سلمہ نے (سب کے سب نے) محمد بن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی جن کو میں جانتا نہیں ہوں اپنی قوم کے مردوں میں سے جن کو میں جھوٹ کی تہمت نہیں لگا سکتا۔ وہ روایت کرتے ہیں حسان بن ثابت سے کہ انہوں نے کہا کہ میں ایک صحت مند سات آٹھ سال کا لڑکا تھا میں باتوں کو سمجھتا تھا جو کچھ میں دیکھتا تھا یا سنتا تھا۔

ایک دن صبح ہی صبح ایک یہودی چیخ چیخ کر شور کر رہا تھا، اے یہود میرے پاس جمع ہو جاؤ۔ انہوں نے جمع ہو کر کہا تجھے کیا مصیبت ہے؟ اس نے کہا کہ احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ وہ پیدا ہوگا آج رات طلوع ہو گیا۔

اور یونس بن بکیر کی ایک روایت میں یوں ہے۔ وہ جو اس میں مبعوث ہوگا مگر یہ غلط ہے۔ قطان نے اپنی روایت میں اضافہ کیا ہے کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ میں نے سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر تمہاری عمر کتنی سال تھی؟ اس نے بتایا کہ میں چھ سال کا تھا۔ اور محمد نے کہا کہ حضور ﷺ مدینے میں آئے تو ترپن سال کے تھے۔ حسان نے سنا جو اس نے سنا تو وہ سات سال کے تھے۔

(۷) ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی محمد بن اسماعیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو بشر مبشر بن حسن نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن محمد زہری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالعزیز بن عمران نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن عثمان بن ابوسلیمان بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ابوسوید ثقفی سے، اس نے عثمان بن ابوالعاص سے، وہ کہتے ہیں مجھے میری ماں نے حدیث بیان کی وہ حضور کی ولادت کے موقع پر بی بی آمنہ بنت وہب کے پاس موجود تھی۔ جس رات کو انہوں نے حضور کو جنم دیا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں جس چیز کو گھر میں دیکھتی تھی ہر چیز نور ہی نور تھی۔ اور میں نے ستاروں پر نظر ماری تو لگتا تھا کہ وہ قریب آ گئے ہیں حتیٰ کی میں یہ سوچتی تھی کہ وہ مجھ پر گر جائیں گے۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ آمنہ بنت وہب رسول اللہ ﷺ کی ماں بیان کرتی تھیں کہ ان کے پاس کوئی آنے والا آیا جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاملہ تھیں اور ان سے کہا گیا کہ آپ اس امت کے سردار کے ساتھ حاملہ ہیں۔ جب وہ زمین پر آ جائے تو یوں کہنا :

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ ۔ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ ۔ میں اس کو رب واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ ہر حاسد کے شر سے

اور اس روایت میں اس نے مذکورہ اشعار بھی ذکر کیے ہیں اور کہا ہے کہ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک روشنی نکلے گی جو ارض شام کے محلات کو بھر دے گی۔ جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد رکھنا۔ بے شک توراۃ و انجیل میں اس کا نام احمد ہے۔ اہل آسمان اور اہل زمین اس کی تعریف کریں گے۔ اور قرآن میں اس کا نام محمد ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان کا نام یہی رکھا۔ ان کی والدہ نے ان کا یہی نام رکھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کو جنم دیا تو اپنی لونڈی کو حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے پاس بھیجا، جبکہ ان کے والد جناب عبداللہ فوت ہو چکے تھے۔ اس وقت سے جب آپ ﷺ کی والدہ ان کے ساتھ حاملہ تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بے شک عبداللہ اس وقت فوت ہوئے تھے جب حضور ﷺ اٹھائیس مہینے کے ہو چکے تھے۔ واللہ اعلم (کونسی بات دونوں میں سے واقع ہوئی تھی)۔

اور آمنہ نے حضور ﷺ کے دادا سے کہلایا کہ آج رات آپ کا لڑکا پیدا ہوا ہے آپ اس کو دیکھیں۔ جب وہ دیکھنے آئے تو سیدہ آمنہ نے ان کو حضور ﷺ کے بارے میں مذکورہ خبر دی اور ان کو وہ ساری باتیں بتائیں جو انہوں نے دوران حمل دیکھی تھیں اور وہ بھی جو ان کو اس بارے میں

کہا گیا تھا۔اور وہ بات بھی بتائی جو حضور ﷺ کا نام رکھنے کے بارے میں ان کو بتائی گئی تھی۔عبدالمطلب نے حضور ﷺ کو اُٹھالیا اور ان کو کعبے کے اندر رکھے ہوئے بڑے بت ہبل کے پاس لے گئے اور کھڑے ہوکر اللہ سے دعا کی اور اللہ کا شکر ادا کیا اس احسان پر جو اللہ نے ان کو محمد ﷺ عطا کئے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب نے کہا :

الحمد لله الذی اعطانی	هذا الغلام الطیب الا ردان
قد ساد فی المهد علی الغلمان	اعیذه بالبیت ذی الارکان
حتیٰ یکون بلغة الفتیان	حتی اراه بالغ البنیان
اعیذه من کل ذی شنأن	من حاسد مضطرب الجنان
ذی همة لیست له عینان	حتی اراه رافع اللسان
انت الذی سمیت فی الفرقان	فی کتب ثابتة المبانی

احمد مکتوب علی اللسان

(البدایة والنہایة : ۲۶۴/۲_طبقات ابن سعد : ۱۰۳/۱)

اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پاکیزہ لڑکا عطا کیا جو پاکیزہ اندام ہے۔ جو گود میں ہی تمام بچوں کی سرداری کر رہا ہے۔ میں ان کو ارکان والے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس وقت تک کہ وہ بالغ ہوکر کڑیل جوان ہوجائے، یہاں تک کہ میں اس کو مضبوط اعضاء کا مالک دیکھ لوں۔ میں اس کو دشمن سے اور ہر مضطرب القلب حاسد سے حفاظت میں اور پناہ میں دیتا ہوں جو صاحب نظر بد ہو خدا کرے اس کی آنکھیں (نظر مارنے والی) باقی نہ رہیں یہاں تک کہ میں اس کو خطابت کرتا دیکھ لوں۔

(اے صاحبزادے) آپ وہی ہیں جن کا نام قرآن میں ہے اور مضبوط کلمات والی کتابوں میں ہے اور زبانوں پر احمد لکھا ہوا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقیقہ

(۹) اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی احمد بن کامل قاضی نے زبانی طور پر کہ احمد بن اسماعیل سلمی نے ان کو حدیث بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوصالح عبداللہ بن صالح نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی معاویہ بن صالح نے ابوالحکم تنوخی سے، وہ کہتے ہیں کہ قریش میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اس کو قریش کی عورتوں کے حوالے کردیتے تھے۔صبح تک وہ اس پر ہنڈیا نصب کردیتی تھیں۔

جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے ان کو قریش کی عورتوں کے حوالے کردیا اسی طرح کا ٹونہ ٹوٹکا کرنے کے لئے۔عورتوں نے جب جسم کو دیکھا تو وہ ہنڈیا دوٹکڑے ہوچکی تھی اور حضور ﷺ کو دیکھا کہ وہ آنکھیں کھولے ہوئے اُوپر آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔لہٰذا وہ عورتیں عبدالمطلب کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا جو ہنڈیا اس پر پھیری تھی وہ بھی ٹوٹ چکی ہے اور اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔عبدالمطلب نے کہا تم لوگ اس کی حفاظت کرو میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ جنت کو پہنچے گا۔جب ساتواں دن ہوا تو عبدالمطلب نے حضور ﷺ کی طرف سے جانور ذبح کیا اور قریش کی دعوت کی۔جب دعوت کھا چکے تو انہوں نے پوچھا اے عبدالمطلب! جس بچے کی وجہ سے آپ نے ہماری ضیافت کی آپ نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے بتایا کہ محمد نام رکھا ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے یہ نام اس کے گھر والوں کے ناموں سے بالکل مختلف رکھا ہے۔آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کی تعریف کرے اور اللہ کی مخلوق دھرتی پر اس کی تعریف کرے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن احمد بن حاتم دار بجردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ بن شنجی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوایوب سلیمان بن سلمہ خبائری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث

بیان کی یونس بن عطاء عثمان بن ربیعہ بن زیاد بن حارث صدائی نے مصر میں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی حکم بن آبان نے عکرمہ سے اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے اپنے والد عباس بن عبدالمطلب سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ختنہ شدہ خوش خرم پیدا ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے دادا عبدالمطلب کو آپ ﷺ بہت اچھے لگتے تھے اور ان کے نزدیک ان کا ایک مقام و مرتبہ قائم ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا تھا البتہ میرے اس بیٹے کی ایک شان اور خاص مرتبہ و مقام قائم ہوگا۔ چنانچہ حضور ﷺ کا واقعتاً ایک خاص مقام تھا۔

باب ۸

ولادت کے سال اصحاب الفیل اور اس سے قبل

تبّع کے ساتھ پیش آنے والے واقعات

(۱) • ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار عطاردی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق بن یسار نے، وہ کہتے ہیں کہ پھر تبع آگے بڑھا حتیٰ کہ مدینہ کی سرزمین پر اُترا۔ وادیٔ قباء میں اس نے وہاں ایک کنواں کھودا، آج کل جس کو بیر ملک کہتے ہیں۔ اور اُس وقت مدینہ میں یہودی تھے اور اوس وخزرج تھے۔ وہ لوگ اس کے مقابلے میں اُٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اس سے لڑائی کی۔ دن بھر اس سے لڑائی کرتے رہتے اور شام ہوتی تو اس کے پاس ضیافت بھیج دیتے اور اس کے لشکریوں کے لئے بھی۔

جب ان لوگوں نے کئی راتیں ایسا کیا تو اس کو شرم آ گئی۔ اس نے ان لوگوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا۔ لہٰذا قبیلہ اوس کا ایک آدمی ان کے پاس گیا اس کا نام اُحَیحَہ بن جُلاح تھا اور اس سے بات کرنے کے لئے یہودیوں میں سے بنیامین قرظی گیا۔ اُحَیحَہ نے جا کر کہا اے بادشاہ ہم لوگ آپ کی قوم ہیں اور بنیامین نے کہا اے بادشاہ یہ ایسا شہر ہے جس میں فاتحانہ داخلے کی آپ کو قدرت نہیں ہو سکتی اگرچہ آپ اپنی پوری پوری کوشش صرف کر ڈالیں۔ اس نے کہا ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے اس کو بتایا کہ یہ انبیاء میں سے، ایک نبی کی منزل ہے اللہ تعالیٰ اس کو قریش میں سے بھیجیں گے۔ اور اس وقت تُبع کے پاس یمن سے ایک خبر دینے والا آیا اس نے اس کو آ کر بتایا کہ یمن میں ایک آگ لگی ہے اس نے سب کچھ جلا کر ختم کر دیا ہے۔ لہٰذا تُبع جلدی سے وہاں سے نکلا اور اس کے ساتھ یہود کی ایک جماعت بھی تھی ان میں بنیامین وغیرہ تھے۔ اس نے وہاں شعر کہا ے

القی الی نصیحةً کی ازدجر	عن قریه محجوزة بمحمد
میرے پاس نصیحت آ گئی ہے تا آنکہ میں رُک جاؤں	اس بستی سے جو محفوظ کر دی گئی ہے محمد کی وجہ سے

کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ جب وہ مقام دف پر پہنچا، جُمدان سے مکہ کے قریب دو رات کی مسافت پر تو ان کے پاس قبیلہ ہذیل بن مدرکہ سے کچھ لوگ آئے، وہاں ان کے گھر تھے۔ انہوں نے کہا اے بادشاہ! ہم آپ کو ایک ایسا گھر بتاتے ہیں جو سونے، چاندی، یاقوت اور زمرد سے (ہیرے جواہرات سے) اٹا پڑا ہے آپ اس کو لوٹیں گے؟ آپ خود بھی لینا ہمیں بھی دینا۔ اس نے حامی بھر لی۔ ان قبائل نے اس کو بتایا کہ وہ گھر مکہ میں ہے۔ لہٰذا تبع مکہ کی طرف روانہ ہوا اور وہ کعبہ کو گرانے کا پکا عزم کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک تیز اور ٹھنڈی ہوا چلا دی جس نے اس کے ہاتھ پیر مفلوج کر دیئے اور پورا جسم اکڑا دیا۔ چنانچہ اس نے یہودیوں کو بلایا جو اس کے ساتھ تھے اور ان سے پوچھا کہ تمہارا بُرا ہو یہ کیا مصیبت ہے جو مجھ پر پڑ گئی ہے؟ انہوں نے کہا آپ کے دل کے اندر کوئی نئی بات پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے کہا میں نے کیا نئی چیز پیدا کر لی ہے؟ انہوں نے کہا آپ نے اپنے دل میں کسی نئی بات کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس نے کہا جی ہاں کیا ہے۔

پھر اس نے کعبۃ اللہ کو گرا دینے کے عزم کا تذکرہ کیا اور اس میں جو ہیرے جواہرات ہیں ان کو لوٹ کر لے جانے کا۔ ان لوگوں نے بتایا کہ بیت اللہ اللہ کا عزت والا گھر ہے جس نے اس کو گرانے کا ارادہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ اس نے پوچھا ہلاک ہو جاؤ آخر اس مصیبت سے چھٹکارے کا کیا طریقہ ہے جس میں پھنس گیا ہوں۔ انہوں نے اس کو بتایا کہ آپ بیت اللہ کے گرد طواف کرنے اور اس کو غلاف پہنانے اور اس کے لئے قربانی کرنے کا ارادہ پکا کر لیں۔ اس نے اپنے دل کو اس بات پر آمادہ کر لیا لہٰذا اللہ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ چل کر مکے میں داخل ہوا اور بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑیں لگائیں پھر اس کو خواب دکھایا گیا کہ وہ بیت اللہ کو کپڑے پہنائے۔ چنانچہ اس نے بیت اللہ پر غلاف ڈالا اور مکے میں اس قربانی کرنے کی بات بھی بیان ہوئی ہے اور یہ کہ اس نے لوگوں کو کھانا بھی کھلایا۔ اس کے بعد وہ یمن واپس لوٹ گیا اور قتل ہو گیا اور اس کا بیٹا دوس قیصر کی طرف گیا اس نے جا کر اس سے اپنی قوم کے خلاف استغاثہ کیا اس پر جو انہوں نے اس کے باپ کے ساتھ کیا تھا۔ اور قیصر نے ملک حبشہ نجاشی کی طرف لکھا پھر نجاشی نے اس کے ساتھ ساٹھ ہزار بھیجے اور ان پر روز بہ نامی شخص کو عامل مقرر کیا یہاں تک کہ انہوں نے حمیر کو قتل کر دیا جس نے اس کے باپ کو مارا تھا۔ پھر صنعاء میں داخل ہوئے اور اس کے مالک بن گئے اور یمن کے بھی مالک بن گئے۔

یمن میں کعبہ نامی مکان .... اور روز بہ کے اصحاب میں ایک آدمی تھا اس کو ابرہہ بن اشرم کہتے تھے وہ ابو یکسوم تھا اس نے روز بہ سے کہا کہ میں اس معاملہ کے لئے تم سے زیادہ بہتر ہوں اور اس نے اسے مکر کے ساتھ قتل کر دیا اور نجاشی کو اس نے راضی کر لیا۔ پھر اس نے یمن میں ایک کعبہ بنایا اور اس میں سونے کے قبے بنائے اور اپنی مملکت والوں سے کہا کہ وہ اس کا حج کریں اور اس نے اس کو بیت اللہ سے تشبیہ دی چنانچہ ایک آدمی بنو ملکان کنانہ میں سے تھا اور وہ حمس میں سے تھا وہ یمن جا پہنچا اور اس نے جا کر اس گھر میں پاخانہ کر دیا۔ ابرہہ جب داخل ہوا اور اس نے اس میں یہ گندگی دیکھی تو پوچھا کہ کس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے۔ اس کے اصحاب نے اس کو بتایا کہ بیت اللہ کے قریب رہنے والے لوگوں میں سے، جہاں عرب حج کرتے ہیں ایک آدمی آیا تھا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس نے میرے خلاف یہ جسارت کی ہے؟ میری مدد کے لئے تیار ہو جاؤ میں عربوں کے اس کعبے کو گرا دوں گا اور اس کو برباد کر دوں گا اور میں عربوں کو بتا دوں گا۔ چنانچہ کبھی بھی اس گھر کا حج کوئی نہیں کرے گا۔ اس نے ہاتھی منگوائے اور اپنی قوم کے اندر اس نے اعلان کر دیا کہ میرے ساتھ نکلو۔ لہٰذا اس نے خود بھی وہاں سے روانگی اختیار کی اور ہر اس شخص نے جس نے اہلِ یمن میں سے اس کی اتباع کی۔ اکثر لوگ جنہوں نے اس کی اتباع کی تھی وہ عک تھے اور اشعری تھے اور خثعم۔ چنانچہ وہ رجز گاتے ہوئے وہاں سے چلے۔

ان البلد لبلدا مأكول	تأكله عك والاشعريون والفيل
بیشک یہ شہر کھایا ہوا ہے (ہلاک شدہ)	اس کو عک اور اشعری اور ہاتھی کھا جائیں گے

کعبہ شریف پر حملہ کے لئے روانگی .... کہتے ہیں اس کے بعد وہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ راستہ طے کر لیا تو انہوں نے بنو سلیم میں سے ایک آدمی کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دے جو اس نے بنایا تھا۔ چنانچہ اس کو ایک آدمی ملا قبیلہ حمس کا بنو کنانہ میں سے، اس نے اس کو قتل کر دیا۔ جب ابرہہ کو اس کی موت کی اور اس شخص کی جسارت کی خبر پہنچی تو اس کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ لہٰذا اس نے روانگی اور کوچ کرنے کے لئے لوگوں کو اُبھارا۔ اور طائف پہنچ کر اہل طائف سے اس نے راستے کی رہنمائی کرنے والا آدمی مانگا۔ اہلِ طائف نے ابرہہ کے ساتھ قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی روانہ کیا اس کا نام نفیل تھا وہ ان لوگوں کو لے کر چلا۔ یہاں تک کہ وہ جب مقام مغمس میں پہنچے مغمس میں مکہ کی بالائی سمت چھ میل کے فاصلے پر اُترے اور انہوں نے اپنے لشکر کے مقدمات آگے مکے میں روانہ کر دیئے۔ قریش متفرق ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے اور کہنے لگے ہمیں ان کے ساتھ لڑائی کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ مکے میں سوائے عبدالمطلب بن ہاشم کے اور کوئی بھی نہیں رہ گیا تھا۔ لہٰذا عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کی چوکھٹوں سے پکڑا اور کھڑے ہو کر کہنے لگے

لَاهُمَّ ان العبد يمنع	رحله فامنع حِلالك
لا يغلبوا بصليبهم	ومحالهم غدوًا محالك

ان کنت تارکھم وکع بتنا فأمر ما بدا لك

اے اللہ بے شک انسان اپنے سامان کی حفاظت کیا کرتا ہے۔آپ بھی اپنی قوم و جماعت کی حفاظت کریں یا اپنے سامان کی حفاظت کریں یعنی اپنے گھر کی حفاظت کریں۔یہ لوگ اپنی صلیب کو غالب نہ کردیں اور اپنی قوت وطاقت کو غالب نہ کردیں۔کل صبح آپ کی طاقت وقوت کے اوپر اگر آپ ان کو اور ہمارے کعبے کو (بے یار ومددگار) چھوڑ دیں تو پھر جو آپ بہتر سمجھیں (کہنا یہ چاہتے تھے کہ جو چیز آپ کے سامنے واضح ہے آپ ہمارے ساتھ وہ نہ کریں)

قریش کے اُونٹ پکڑنا .... اس کے بعد ابرہہ کے لشکریوں نے قریش کے مویشی پکڑ لئے تھے۔ان میں دوسو اُونٹ عبدالمطلب کے بھی تھے۔جب عبدالمطلب کو اس کی خبر پہنچی تو وہ ان لوگوں کے پاس گئے اور ابرہہ کا ترجمان بنو اشعریوں میں سے ایک آدمی تھا اور وہ پہلے سے عبدالمطلب کو جانتا تھا۔عبدالمطلب جب پہنچے تو اس اشعری نے پوچھا کہ آپ کس کام سے آئے ہیں؟انہوں نے کہا آپ مجھے بادشاہ سے ملنے کی اجازت دلوادیں۔وہ اندر گئے اور جا کر کہا، کہ اے بادشاہ !قریش کا سردار آپ کو ملنے کے لئے آیا ہے۔جو خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں لوگوں کو کھلاتا ہے آپ اس کو ملنے کی اجازت دے دیں۔

عبدالمطلب جسیم اور جمیل آدمی تھے۔اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئے جب ابویکسوم نے اس کو دیکھا تو ان کو نیچے بٹھانا مناسب نہ سمجھا اور اپنے تخت پر ساتھ بٹھانا بھی مناسب نہ سمجھا۔لہٰذا وہ خود نیچے اُتر کر بیٹھ گئے زمین پر اور عبدالمطلب کو ساتھ بٹھالیا۔اور ان سے آنے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے لشکریوں نے میرے دوسو اُونٹ قبضے میں لے لئے ہیں وہ چھوڑ دیں۔ابویکسوم نے کہا اللہ کی قسم میں نے آپ کی شکل وصورت دیکھ کر آپ کو پسند کیا تھا آپ مجھے اچھے لگے تھے مگر آپ سے میں نے جب بات کی تو مجھے آپ سے بے رغبتی ہوگئی ہے۔عبدالمطلب نے پوچھا کیوں بادشاہ؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں تمہارے کعبے کو گرانے آیا ہوں وہ تمہارے سارے عرب کی عزت ہے اور وہ لوگوں میں تمہاری فضیلت ہے اور تمہارا لوگوں میں شرف ہے اور تمہارا دین ودھرم ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو میں اس کو توڑنے آیا ہوں۔ادھر آپ کے دوسو اُونٹ پکڑے گئے ہیں میں نے آپ سے آپ کی حاجت پوچھی ہے تو آپ نے اپنے اُونٹوں کی بات کی ہے اور آپ نے مجھ سے اپنے کعبے کی بات ہی نہیں کی۔چنانچہ عبدالمطلب نے اس سے کہا۔اے بادشاہ میں تو اپنے حال کے بارے میں آپ سے بات کروں گا۔رہا یہ کعبہ اور یہ گھر،اس کا مالک موجود ہے،وہ خود اس کی حفاظت کرے گا مجھے اس کے بارے میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ابویکسوم نے ان کا خیال کیا اور حکم دے دیا کہ عبدالمطلب کے اُونٹ اس کو واپس کردیئے جائیں۔

رہبروں کا توبہ کرنا اور واپس لوٹنا .... اس کے بعد واپس آئے ،اور وہ رات انہوں نے تارے گن گن کر گزاری ،جیسے وہ ان سے ہم کلام ہیں۔چنانچہ ان کے دلوں نے عذاب کو محسوس کرلیا تھا۔اور ان کا راستہ دکھانے والا رہبر ان کو چھوڑ کر حرم میں چلا آیا تھا۔اور اشعریوں اور خثعمیوں نے عذاب کو محسوس کرتے ہوئے بادشاہ سے بے وفائی کرلی۔انہوں نے اپنی تلواریں اور ترکش توڑ ڈالے اور اللہ کی بارگاہ میں انہوں نے اظہارِ براءت کرلیا،اس بات سے کہ وہ کعبے کے گرانے میں ان کی مدد کریں۔انہوں نے خوف کے عالم میں یہ بدترین رات گزاری۔پھر وہ رات کے پچھلے حصہ میں منہ اندھیرے اُٹھے حملے کے لئے روانگی کرنے کے لئے۔انہوں نے اپنے ہاتھیوں کو اُٹھایا،سوچ رہے تھے کہ صبح ہی صبح مکے میں داخل ہوجائیں گے۔انہوں نے بڑے ہاتھی کو مکے کی طرف متوجہ کیا تو وہ بیٹھ گیا۔پھر انہوں نے اس کو مار مار کر اُٹھانے کی کوشش کی تو وہ لیٹ گیا۔برابر اس کی یہی حالت رہی ،یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

اس کے بعد لوگ اپنے ہاتھی کے پیچھے پڑ گئے ،اس کو کہنے لگے تجھے اللہ کی قسم ہے کیا تو مکے نہیں جائے گا۔اور اس کو قسمیں دینے لگے ،وہ اپنے کان ہلا دیتا تھا (گویا وہ منع کررہا تھا) اور ہاتھی ان پر برہم ہوگیا تھا۔جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو انہوں نے اس کو یمن واپسی کی راہ پر اُٹھا کر کھڑا کیا تو وہ واپسی کے لئے بھاگنے لگا۔جب انہوں نے ان کو چلتے پھرتے دیکھا تو پھر اس کو کعبے کی طرف متوجہ کیا تو وہ دوبارہ بیٹھ گیا اور پھر زمین پر لیٹ گیا۔یہ منظر دیکھ کر انہوں نے اس کو قسمیں دیں وہ اپنے کانوں کو ہلانے لگا۔جب انہوں نے اس کو زیادہ تنگ کیا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا

اورانہوں نے اس کو یمن کی طرف متوجہ کیا تو وہ بھاگنے لگا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اس کو پھر مکے کی راہ پر ڈالا، جب وہ پہلی جگہ پر آیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس کو مارا تو وہ لیٹ گیا۔

وہ اسی اُدھیڑ بُن میں لگے ہوئے تھے کہ سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ اُن پر پرندے اُبھر کر آ گئے۔ سمندر کی طرف سے دھویں کے سیاہ بالوں کی مانند پرندے نمودار ہوئے، دیکھتے ہی دیکھتے فضا میں چھا گئے۔ وہ ان کو کنکریاں مارنے لگے۔ ہر پرندے کی چونچ میں ایک پتھر تھا اور پنجوں میں ایک ایک پتھر۔ ایک پتھر مار کر گزر جاتا تو دوسرا آجاتا۔ جہاں وہ پتھر گرتا سُوراخ کر جاتا، پیٹ پر گرتا تو اس کو پھاڑ دیتا، ہڈیوں پر لگتا تو اس کے پار ہو جاتا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر ابو یکسوم بادشاہ بدحواس ہو کر بھاگنے اور فرار ہونے لگا۔ اس کو بھی پتھر لگتے رہے۔ وہ جس سرزمین سے گزرتا تھا وہاں سے اس کی امید منقطع ہو جاتی تھی اس حالت میں بھاگتے بھاگتے وہ یمن پہنچا، مگر اس کے جسم کا کوئی حصہ سلامت نہیں رہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو اس کا سینہ پھٹ گیا اور پیٹ چاک ہو گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اور قبیلہ خشعم اور اشعریوں نے جو براءت کا اظہار کر لیا تھا ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

اس بارے میں جو انہوں نے شعر کہے، اس کو بھی لوگوں نے نقل کیا ہے۔ عبدالمطلب نے رجز پڑھتے ہوئے کہا اور وہ اہل حبشہ کے خلاف بددعا کر رہے تھے۔

یا ربّ لا ارجو لھم سواکا — یا ربّ فامنع منھم حماکا

ان عدو البیت من عاداکا — انھم لن یقھروا فی قواکا

اے پروردگار! میں ان کے بارے میں تیرے سوا کسی سے امید قائم نہیں کرتا۔ اے میرے ربّ تو ہی ان سے اپنے متاع کی حفاظت فرما۔

بے شک بیت اللہ کا دشمن تیرا بھی دشمن ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بے شک وہ لوگ تیری طاقتوں پر غالب نہیں آسکتے۔

نوٹ: حضور کے دادا عبدالمطلب کا ایمان اور اس پر یقین اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیں باوجود یکہ وہ اسلام اور اس کی تعلیمات سے بے خبر تھے۔ (احمد نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ ایسے ہی کہا ہے محمد بن اسحاق بن یسار نے عبدالمطلب اور ابرہہ کے بارے میں۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ حافظ نے بطور املاء کے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوزکریا عنبری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالسلام نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے اسحاق بن ابراہیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے جریر نے قابوس بن ابوظبیان سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہاتھی والے آئے۔ جب وہ مکہ کے قریب ہوئے تو عبدالمطلب آگے جا کر ان کو ملے اور ان کے بادشاہ سے کہا، آپ ہمارے پاس کیوں آئے ہیں؟ آپ اگر ہمارے پاس اپنا نمائندہ بھیج دیتے تو ہم خود آپ کے پاس آجاتے اور آپ جو کچھ ہم سے چاہتے ہم وہ بھی آپ کے پاس لے آتے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس گھر کے بارے میں خبر ملی ہے کہ جو بھی اس میں داخل ہوتا ہے اس کو امان مل جاتی ہے۔ میں اس کے ساتھ بسنے والوں کو دہشت زدہ کرنے آیا ہوں اور اس کے امن تباہ کرنے آیا ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ہم آپ کو ہر وہ چیز دیں گے جو آپ کو چاہیے بس آپ واپس چلے جائیے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو اس کے اندر داخل ہو کر دکھاؤں گا۔ وہ کعبہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور عبدالمطلب پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ وہ پہاڑ کے اُوپر جا کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ میں نہ تو اس گھر کی ہلاکت کے وقت یہاں موجود رہوں گا نہ ہی یہاں کی آبادی کی تباہی کو دیکھوں گا۔

اس کے بعد انہوں نے دعائیہ اشعار کہے تھے۔

اللھم ان لکل الہ — حلالا فامنع حلالك

لا یغلبن محالھم — ابدا محالك

اللھم فان فعلت — فامر ما بدالك

اے اللہ بے شک ہر الہ کا ایک متاع ہوتا ہے۔ آپ بھی اپنے سامان کی حفاظت کیجئے۔
ان کی طاقت آپ کی طاقت پر ہرگز غالب نہیں آئے گی کبھی
اے اللہ! اگر اب اپنے گھر کی حفاظت نہ کریں گے تو پھر یہ ایسا امر ہے جو چاہیں آپ سو کریں۔

یہ دعا کرتے ہی سمندر سے بادلوں کی مانند پرندوں کا طوفان اُٹھا اور دیکھتے دیکھتے ابابیل پرندے ان پر چھا گئے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَرۡمِیۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ کہ پرندے ان پر سخت مٹی کے پتھر مار رہے تھے۔ فرمایا کہ پرندے ان پر لپکنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے کنکریوں کی بمبارمنٹ سے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا۔

پرندوں کا لشکر پر حملہ .... مصنف فرماتے ہیں کہ میرے پاس اس بارے میں ایک اور طویل قصہ ہے جس کی اسناد منقطع ہے۔ مگر ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ کافی ہے۔ ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے۔ وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو العباس محمد بن یعقوب نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبد الجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یونس بن بکیر نے، عبداللہ بن عون سے، وہ محمد بن سیرین سے، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس قول باری تعالیٰ کے بارے میں۔

وَاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ تَرۡمِيۡهِمۡ

فرماتے ہیں کہ وہ ایسے پرندے تھے کہ ان کی سونڈھ تو پرندوں کی سونڈھ جیسی تھی مگر ان کے پنجے کتوں کے پنجوں جیسے تھے۔

اور ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو زکریا بن ابو اسحاق مزکی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو الحسن طرائفی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عثمان بن سعید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن صالح نے ابو معاویہ بن صالح سے، وہ علی بن ابو طلحہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، اس قول باری تعالیٰ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ کے بارے میں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک کے پیچھے ایک آرہے تھے تسلسل کے ساتھ۔ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بھوسہ ہے۔

اور ہمیں خبر دی ہے علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے محمد بن عباس ادیب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عفان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے حماد بن سلمہ نے عاصم سے، اس نے زر سے، اس نے ابن مسعود سے، اس قول باری کے بارے میں طیراً ابابیل فرمایا گروپ اور غول تھے۔

ہمیں خبر دی ہے ابو نصر عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عمر بن عبد العزیز بن محمد بن قتادہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابو منصور عباس بن فضل نضروی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے خالد بن عبداللہ نے، ان کو حصین عکرمہ نے اس قول الٰہی طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ کے بارے میں۔ کہتے ہیں کہ وہ پرندے تھے جو سمندر کی طرف سے اُٹھے تھے۔ درندوں کی مانند ان کے سر تھے۔ وہ نہ کبھی اس سے قبل دیکھے گئے نہ بعد میں دیکھے گئے (گویا وہ عذاب والے پرندے تھے جو صرف اسی مہم کے لئے سامنے لائے گئے تھے) انہوں نے ان لوگوں کی چمڑیوں پہ چیچک کی مثل نشان چھوڑے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا جب چیچک دیکھی گئی تھی۔

فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی سعید بن منصور نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو معاویہ نے اعمش سے، اس نے ابو سفیان سے، اس نے عبید بن عمیر لیثی سے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تھا تو ان پر پرندے بھیجے تھے، جو سمندر سے اُٹھے تھے۔ گویا کہ وہ کالے ابابیل میں ابلق تھے، جن کے ہاتھ بھی سفید تھے۔ ان میں سے ہر پرندے کے پاس تین پتھر تھے تراشے ہوئے۔ ایک پتھر چونچ میں تھا اور دو ان کے پنجوں میں تھے۔ وہ اس طرح آئے تھے کہ آ کر انہوں نے ان کے سروں پر صف باندھ لی تھی، پھر انہوں نے چیخ ماری اور جو کچھ ان کے چونچوں میں اور پنجوں میں تھا اسے گرا دیا تھا۔ جو بھی پتھر جس پر گرا اس کی دوسری طرف سے نکل گیا۔ اگر سر پر پڑا تو پاخانے کی جگہ سے نکل گیا اور اگر جسم کے دیگر کسی حصے سے گرا تو دوسری جانب سے نکل گیا۔

کہتے ہیں کہ اللہ نے سخت ہوا بھیجی تھی اس سے ان کے پیر مفلوج کر دیئے تھے۔ پھر وہ اور شدید ہوگئی تھی۔ لہٰذا وہ سب ہلاک ہو گئے۔

اور ہمیں خبر دی علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوتستری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن معاویہ جمحی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کی ثابت بنیزیدنے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہلال بن خباب نے عکرمہ سے، اس نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ اصحاب فیل آئے اور مقام صفاح پر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ لہٰذا عبدالمطلب (حضور کے دادا) ان کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کو جا کر بتایا کہ یہ اللہ کا گھر ہے (جس کے لئے تم بُرا ارادہ کر کے آئے ہو)۔ مگر وہ نہ مانے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کو گرا کر جائیں گے۔

وہ جونہی اپنے ہاتھی کو آگے لگاتے وہ پیچھے آ جاتا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کو بلایا، ان کو سیاہ پتھر دیئے، ان پر کیچڑ لگی ہوئی تھی۔ جب وہ ان کے اوپر برابر آ گئے تو انہوں نے ان کو پتھر مار دیئے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہا، سب کو خارش نے آگھیرا۔ ان میں جو بھی جسم کو جہاں سے کھجاتا اپنی جلد کو وہاں اس کا گوشت گر جاتا۔

کعبہ کا نام بیت العتیق .... ہمیں خبر دی ابوالحسن بن بشران عدل نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن علی بن حسن بصری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی اسماعیل سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوصالح نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی لیث نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی عبدالرحمن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب سے، اس نے محمد بن عروہ سے، اس نے عبداللہ بن زبیر سے۔ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، حقیقت یہ ہے اللہ تعالیٰ نے بیت العتیق نام رکھا ہے (کعبہ کا) عتیق عتق سے بنا ہے اور عتق کا مطلب آزاد ہونا ہے)۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ظالموں اور جابروں سے آزاد کر دیا ہے۔ اس پر کوئی سرکش ظالم کبھی غاصب نہیں آئے گا۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق سے، ان کو حدیث بیان کی ابوبکر بن حزم نے عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زارہ سے، اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول سے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اصحب الفیل کے ہاتھی بان (یعنی ہاتھی کو چلانے والے سوار کو) اور ہاتھی کو سیدھا اور سکھانے والے دونوں شخصوں کو اپنی زندگی میں مکے میں دیکھا تھا، دونوں اندھے ہو گئے تھے اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ مکہ کی گلیوں میں وہ لوگوں سے کھانا مانگتے پھرتے تھے۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۵۹۔ البدایۃ والنہایۃ: ۲/۱۷۴)۔

اگر یہ خبر صحیح ہو تو یہ توجیح کریں گے کہ اللہ نے ان کو لوگوں کی عبرت کے لئے زندہ رکھ چھوڑا ہوگا۔ مترجم

باب ۹

ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ واقع ہونا اور اس کے کنگورے گر جانا

اور موبذان کا خواب، فارس کی آگ کا دم بخود ہو جانا وغیرہ

دیگر نشانیاں جو شبِ ولادتِ رسول ظہور پذیر ہوئیں

(۱) ہمیں خبر دی ابوسعد عبدالملک بن ابوعثمان زاہد نے، ان کو خبر دی ابواحمد حسین بن علی تمیمی نے، اور ہمیں حدیث بیان کی ابوعبدالرحمن محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی حسین بن علی بن محمد بن یحییٰ نے، اور محمد بن محمد بن داؤد نے اور ابراہیم بن محمد نصر آبادی نے، اور یہ الفاظ حسین کی روایت کے ہیں۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی عبدالرحمن بن محمد بن ادریس نے۔ وہ کہتے ہیں

ہمیں حدیث بیان کی ہے علی بن حرب موصلی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابوایوب یعلی بن عمران نے جو عبداللہ بجلی کی اولاد میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے مخزوم بن ہانی مخزومی نے، اس نے اپنے والد سے اور وہ ایک سو پچاس سال کے تھے۔

انہوں نے کہا کہ جب وہ رات آئی جس میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی تو کسریٰ کا محل گر گیا تھا، اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے تھے۔ اور فارس والوں کی آگ کا آلاؤ بجھ گیا تھا، اور یہ آلاؤ اس سے قبل ایک ہزار سال سے کبھی نہیں بجھا تھا۔ اور یکا یک بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا تھا۔ اور موبذان نے سخت اُونٹ دیکھے جو خالص عربی گھوڑوں کو کھینچ کر لے جا رہے ہیں، اور وہ دریائے دجلہ کراس کر کے اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو کسریٰ کو اس خواب نے پریشان کر دیا۔ وہ گھبرا گئے، مگر اس پر اس نے بہادری جتلانے کے لئے اس پر صبر کیا۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ اس بات کو اپنے وزیروں اور ارکان دولت سے نہیں چھپا سکے گا۔ جس وقت اس کا صبر جواب دے جائے گا۔ چنانچہ اس نے ان کو جمع کیا اور تاج پہن کر اپنے تخت پر بیٹھ گیا۔ جب وہ سب لوگ جمع ہو گئے تو اس نے ان سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟ وہ بولے نہیں، ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں، بلکہ بادشاہ ہمیں خود بتائے گا۔ وہ اس سلسلے کی بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک اس کے پاس فارس کی آگ کے بجھ جانے کا خط بھی آ گیا، جس نے اس کے غم کو اور زیادہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اس خواب کی تفصیل ان کو بتائی جس نے اس کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ پھر موبذان نے کسریٰ کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ کی خیر رکھے آج رات میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے اُونٹوں والا خواب اس کو بتایا۔ کسریٰ نے پوچھا کہ اب کیا ہوگا، اے موبذان؟

وہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ سرزمین عرب کے کونے میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ اسی وقت کسریٰ نے ایک خط لکھا، جس کا عنوان تھا کہ

یہ خط بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ کی طرف سے نعمان بن منذر کی طرف۔

امابعد.......... آپ میرے پاس ایک عالم بھیجیں جس سے میں جو چاہوں پوچھ سکوں۔ انہوں نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن بقیلہ غسانی کو بھیج دیا۔ وہ جب پہنچے تو کسریٰ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس ایسا علم ہے کہ میں جو چاہوں تم سے پوچھ لیا کروں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ مجھ سے کوئی سوال کرے یا مجھے خبر دے، اگر میرے پاس اس کا علم ہوگا تو میں ان کو اس کا جواب دوں گا۔ اگر میرے پاس علم نہیں ہوگا تو میں کسی ایسے آدمی کی طرف رہنمائی کروں گا جو اس کو جانتا ہوگا۔

لہٰذا کسریٰ نے ان کو وہ خواب ذکر کیا۔ اس نے بتایا کہ اس خواب کی تعبیر کا علم میرے ماموں کے پاس ہے جو شام کے بالائی حصے میں رہتا ہے۔ اس کا نام سطیح ہے۔ کسریٰ نے کہا کہ ٹھیک ہے، آپ اس کے پاس جائیں اور جا کر پوچھیں پھر اس کی وہ تعبیر میرے پاس لائیں، جو وہ آپ کو بتائے۔ لہٰذا عبدالمسیح اُٹھ کر چلے گیا اور سطیح کے پاس پہنچے تو وہ موت کی کشمکش میں تھا، اس نے جا کر ان کو سلام کیا۔ مگر وہ جواب نہ دے سکا۔ لہٰذا عبدالمسیح نے شعر کہے:

اصم ام یسمع غطریف الیمن　　　ام فاد فازلم به شاو العنن
یا فاصل الخطة اعیت من و من　　　و کاشف الکربة عن وجه غضن
اتاك شیخ الحی من ال سنن　　　وامه من ال ذئب بن حجن
ازرق بهم الناب صوار الاذن　　　ابیض فضفاض الرداء والبدن
رسول قیل العجم یسری بالرسن　　　لا یرهب الرعد ولا ریب الزمن
تجوب بی الارض علنداة شزن　　　ترفعنی وجنا وتهوی بی وجن

حتی اتی عاری الجآجی والقطن تلفه فی الریح بوغاء الدمن
کانما حثحث من حضنی ثکن

کیا یمن کا سردار بہرہ ہے یا سُن رہا ہے یا دل کا دورہ پڑ گیا ہے اس کو۔ لہٰذا جلدی کی ہے اس کے ساتھ بالآخر موت کی سبقت نے۔ اے اس خاص سرزمین کے مالک جس نے نہ جانے کس کس کو تھکا کر کمزور کر دیا ہے۔ اور اے نحیف اور پُرشکن چہرے سے پریشانی دُور کرنے والے۔ آپ کے پاس قبیلے کا بزرگ آیا ہے جو کہ آل سنن سے ہے۔ جس کی ماں آل ذئب بن حجن سے ہے۔ نیلی آنکھوں والا سیاہ دانتوں والا۔ کانوں کو پھاڑنے والا۔ سفید پرانی تار تار چادر والا، چور بدن والا۔ عجم کے سردار کا قاصد جو خاص حاجت کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ نہ بادلوں کی گرج سے ڈرتا ہے اور نہ ہی زمانے کے حوادث سے۔ مجھے زمین گھماتی جاتی ہے۔ مضبوط اُونٹنی جو کہ تخت ہے۔ وہ مجھے اُوپر اُٹھاتی ہے پتھریلی زمین پر اور دُور دراز پہنچاتی ہے مجھے دوسری پتھریلی زمین پر یہاں تک کہ آیا سینے کی برہنہ اور ظاہر ہڈیوں والا اور جھکی ہوئی کمر والا۔ لپیٹتی ہے اس کو ہوا میں نرم مٹی اور غبار (روڑی) کچرے کے ڈھیر کا۔ گویا کہ (اسی مٹی کا غبار) کا سرمہ لگایا گیا تھا مجھے۔ میری پرورش کرنے والی دونوں (ماؤں) کی طرف سے اکٹھے۔

سطیح کے کلمات .... کہتے ہیں کہ یہ اشعار سُن کر سطیح نے اپنی دونوں آنکھیں کھولدیں اور پھر کہا کہ اے عبدالمسیح! جو تیز رفتار اُونٹ پر سوار ہو کر آیا ہے سطیح کی طرف، میں صاف صاف اور پوری بات تمہیں بتاتا ہوں۔ تجھے ساسانی بادشاہ نے بھیجا ہے۔ ایوان کسریٰ کے زلزلے، فارس کی آگ کے بجھنے، موبذان کے خواب کا پوچھنے کے لئے۔ جو خواب اس نے دیکھا ہے کہ مضبوط اُونٹ خالص عربی گھوڑوں کو آگے آگے کھینچ کر چل رہا ہے، جنہوں نے دریائے دجلہ پار کر لیا ہے۔ اور وہ اس کے شہروں میں پھیل گئے ہیں۔ سنو اے عبدالمسیح!

(۱) جس وقت (قرآن کی) تلاوت کثرت سے شروع ہو جائے گی۔ (۲) اور موٹی لاٹھی والا شخص ظاہر ہو جائے۔

(۳) اور وادی ساوہ بہہ چلے۔ (۴) اور دریائے ساوہ خشک ہو جائے۔

(۵) اور اہل فارس کی آگ کا آلاؤ بُجھ جائے۔ تو شام کی سرزمین سطیح کا مسکن نہیں رہے گی۔ ہاں شامیوں میں سے بعض بادشاہ اور ملکہ بادشاہت کریں گے مگر کسریٰ محل کے (گرنے والے) کنگروں کی تعداد کے مطابق، اور ہر وہ چیز جو آنے والی ہے وہ آئے گی۔ سطیح نے اپنی بات پوری کر لی، تو عبدالمسیح اپنے سامان سفر پر واپس اُٹھ کر چلا آیا۔ اور وہ یہ شعر کہہ رہا تھا:

شمر فانك ماضی الهم شمیر لا یفزعنك تفریق و تغییر
ان یمس ملك بنی ساسان افرطهم فان ذلك اطوار دهاریر
فربما ربما اضحوا بمنزلة یهاب صولتها الاسد المهاصیر
منهم اخو الصرح بهرام واخوته والهرمزان وسابور وسابور
والناس اولاد علات فمن علموا ان وقد اقل فمحقور ومحجور
وهم بنو الام، اما ان رأوا نشبا فذاك بالغیب محفوظ ومنصور
والخیر والشر مقرونان فی قرن والخیر متبع والشر محذور

(عبدالمسیح اپنے آپ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں) کہ ہمت کر بے شک آپ تو مسلسل پریشانیوں میں ہمت کرتے ہیں۔ آپ کو حالات کی تفریق اور تغیر ہرگز غمگین نہ کرے۔ اگر بنو ساسان کی حکومت شام میں ہو بھی گئی تو جلدی ہی کوئی اور حکومت قائم ہو جائے گی۔ بے شک یہی زمانوں کا دستور ہے۔ کبھی کبھی وہ بادشاہ شوکت و دبدبہ کہ ایسے مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کے غلبے اور خوف سے بہادر شیر بھی ہیبت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے (چند نام یہ ہیں) صاحب محل، بہرام اور اس کے بھائی ہرمزان، اور سابور اور سابور واقعی سابور تھا۔ اور لوگ تو علاتی باپوں کی اولاد ہیں (یعنی کہ باپ ایک اور مائیں مختلف) جس کے بارے میں جان لیتے ہیں کہ وہ اس سے کمتر ہے۔ سو وہ ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ علیحدہ اکیلا چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور وہ ماں کی اولادیں، اگر وہ مالدار ہو جائیں (مال مویشی کے ساتھ) تو یہ اس کی غیبی حفاظت ہوتی ہے اور مدد ہوتی ہے۔ ہر حال خیر و شر دونوں زمانے میں ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ خیر کی تو پیروی کی جاتی ہے اور شر سے محفوظ رہا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ جب عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور آ کر اس کو سطیح کے قول کے بارے میں بتایا تو وہ کہنے لگا، ارے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے (اس نبی کے آنے اور ہماری حکومتوں کو ختم ہونے میں)۔ ہم میں سے ابھی تو چودہ بادشاہ آنے ہیں، اس دوران نہ جانے کیا کیا امور واقع ہوں گے۔ چنانچہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان میں سے صرف چار سال کی مدت میں دس بادشاہ گزر گئے۔ اور باقی چار بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک پورے ہو گئے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ص ۹۶۔ الوفاء ۱/۹۷)

(مصنف فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ سطیح کی طرف منسوب ایک اور قصہ بھی ہے، جس میں اس نے اس وقت بھی کچھ ایسی ہی خبر دی تو جب وہ مکہ میں آیا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو بتایا تھا کہ قریش میں سے جوان سے ملے ہوئے تھے، ان میں سے ایک عبد مناف بن قصی بھی تھے۔ ان کو اس نے نبی کریم ﷺ کے احوال کے بارے میں اور ان کے بعد خلفاء کے بارے میں خبر دی تھی۔ اور سطیح سے منسوب اور قصہ بھی ہے۔ ہاں البتہ ربیعہ بن نصر لخمی کے خواب کی تاویل کی بابت بہت تکلف کیا گیا ہے۔

باب ۱۰

ذکر رضاع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور دودھ پلانے والی اور پرورش کرنے والی مائیں

(۱) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ابوالعباس محمد بن یعقوب نے ہمیں حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، اس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کی والدہ کے حوالے کئے گئے اور ان کے دودھ پلانے والیاں تلاش کی گئیں (ان کے دودھ پلانے کے لئے)۔

حلیمہ بنت ابوذویب سے دودھ پلانے کی درخواست کی گئی۔

ابوذویب کا نام عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان بن مضر ہے۔

حضور ﷺ کا رضاعی والد .... آپ کے رضاعی والد کا نام حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ بن ملان بن ناصرہ بن سعد بن بکر بن ہوازن۔

حضور ﷺ کے رضاعی بہن بھائی .... ۱۔ عبداللہ بن حارث ۲۔ اُنیسہ بنت حارث ۳۔ حذافہ بنت حارث (اس کا نام شیما ہے)۔ یہی نام ان کا مشہور ہو گیا تھا۔ وہ اپنی قوم میں اسی نام سے معروف تھیں۔ یہ حضور ﷺ کی رضاعی ماں حلیمہ بنت ابوذویب کی بیٹی تھیں۔ مؤرخین نے ذکر کیا کہ شیما حضور ﷺ کی پرورش کرتی تھی اپنی والدہ کے ساتھ، جب حضور ﷺ ان کے پاس تھے۔

(۲) ہمیں خبر دی ابو عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبدالجبار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس بن بکیر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن اسحاق نے، ان کو حدیث بیان کی جہم بن ابی جہم نے۔ وہ بنو تمیم کی ایک عورت کے غلام ہیں جو کہ حارث بن حاطب کی بیوی تھی۔ اس غلام کو حارث بن حاطب کا غلام کہا جاتا تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے اس نے، جس نے سُنا عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے حلیمہ بنت حارث سے، جو کہ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی ماں ہیں۔

وہ کہتی ہیں کہ میں بنو سعد بن بکر کی دیگر عورتوں کے ساتھ میں مکہ آئی۔ ہم لوگ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں نکلے تھے (جو ہمیں دودھ پلانے کے لئے دیئے جائیں)۔ اور یہ سال قحط سالی کا سال تھا۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہو کر آئی تھی۔ سفید رنگ کی تھی اور وہ سواری اُٹھانے سے تھکی ہوئی تھی

اور ہمارے ساتھ ہمارا چھوٹا بچہ بھی تھا اور ہماری ایک اُونٹنی بھی تھی، جس سے ایک دودھ کا قطرہ بھی نہ آتا تھا۔ ہم رات بھر سوئے بھی نہیں تھے اپنے بچے کے ساتھ۔ میرے سینے میں اتنا دودھ ہی نہیں تھا جس سے وہ شکم سیر ہو کر پی لے۔ اور ہماری اُونٹنی کے پاس بھی دودھ نہیں تھا۔ جس سے ہم اس کو غذا مہیا کرتے۔ لہٰذا ہم لوگ مکہ میں آئے۔

اللہ کی قسم ہم عورتوں میں سے ہر عورت کے لئے حضور ﷺ پیش کئے گئے، مگر سب نے انکار کر دیا۔ جب یہ کہا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو ہم اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ ہم یہ کہتے تھے کہ اس کی ماں ہمیں کیا دے گی؟ کیونکہ ہم بچوں کے باپ سے معاونت کی امید کرتے تھے۔ ماں تو ہمارے ساتھ کوئی تعاون نہیں کر سکتی تھی۔ اللہ کی قسم میرے علاوہ جتنی عورتیں تھیں سب نے (میری سہیلیوں نے) کوئی نہ کوئی بچہ اُٹھا لیا تھا۔ مجھے تو محمد ﷺ کے سوا کوئی بچہ ہی نہ ملا دودھ پلانے والا۔

حلیمہ سعدیہ کی قسمت جاگنا .... میں نے اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ سے کہا اللہ کی قسم میں یہ بات بالکل ناپسند کرتی ہوں کہ میں اپنی سہیلیوں میں اکیلی اور خالی ہاتھ جاؤں، میرے پاس کوئی دودھ پینے والا بچہ ساتھ نہ ہو۔ میں اس یتیم کے پاس جاتی ہوں اور اسے لے آتی ہوں۔ اس نے کہا کہ مرضی ہے تمہاری، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ میں جا کر حضور ﷺ کو لے آئی۔ اللہ کی قسم میں نے انہیں اس لئے لیا تھا کہ مجھے اس کے سوا اور کوئی دوسرا بچہ ملا نہیں تھا۔ چنانچہ میں اسے لے کر اپنی منزل پر پہنچی۔

میں نے اپنا پستان اس کے آگے کیا تو اس نے خوب سیر ہو کر دودھ پی لیا۔ اور اس کے رضاعی بھائی نے پیا، وہ بھی شکم سیر ہو گیا۔ اور میرے شوہر اُٹھ کر اُونٹنی کے پاس گئے تو اس کے تھن بھی دودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کا دودھ نکالا۔ انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا۔ ہم خوب سیر ہو گئے۔ ہم نے یہ رات خیر خوشی کی گزاری۔ صبح میرے شوہر نے مجھ سے کہا :

اے حلیمہ اللہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ آپ کوئی مبارک رُوح لے کر آئی ہو۔ کیا آپ دیکھتی نہیں ہو کہ اس کو لے آنے کے بعد ہم نے آج رات کیسی خوشی اور سکون سے گزاری ہے؟ اور خیر و برکت سے گزاری ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہماری خیر و برکت میں اضافہ کرتا رہے۔ جونہی ہم اپنے شہروں کی طرف روانہ ہوئے اور ہماری گدھی نے اتنی مسافت طے کی جتنا کہ گدھے بھی طے نہیں کر سکتے۔ یہاں تک میری سہیلیاں کہنے لگیں :

حاشیہ از مترجم محشی : جن عورتوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا وہ دس ہیں۔

(۱) آپ کی والدہ محترمہ آمنہ بنت وہب نے حضور ﷺ کو سات دن دودھ پلایا۔

(۲) ثویبہ لونڈی ابولہب۔ ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ اس نے حضور ﷺ کو اپنے بیٹے مسروح کے ساتھ دودھ پلایا تھا۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ اور سیدہ خدیجہ اس آزاد شدہ لونڈی ثویبہ کا احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ ان کے لئے مدینہ سے کپڑے اور دیگر عطایا بھیجتے تھے۔ اور فتح خیبر کے بعد ان کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کے بیٹے مسروح کا دریافت کیا تو پتہ چلا کہ اس کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ پھر اس کے قرابت داروں کا پوچھا تو معلوم ہوا کہ کوئی بھی ان میں سے باقی نہیں ہے۔

(۳) قبیلہ بنو سعد کی خاتون حلیمہ سعدیہ۔

(۴) خولہ بنت منذر ام بردہ انصاریہ۔ بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بھی حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ مگر ابن سعد مؤرخ کے بقول اس نے حضور ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دودھ پلایا تھا۔ یہی صحیح ہے۔

(۵) اُم ایمن برکہ۔ اس کو مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ وہ پرورش کرنے والیوں میں سے ہے۔ دودھ پلانے والیوں میں نہیں۔

(۶، ۷، ۸) مؤرخ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ بنو سلیم کی تین عورتوں کے پاس حضور ﷺ گزارے گئے اور آپ نے ان کا دودھ پیا تھا۔

(۹) اُم فروہ۔ اس کو مستغفری نے ذکر کیا ہے۔

(۱۰) حلیمہ بنت ابوذویب بن عبداللہ بن بجنہ بن رزام بن ناصرہ۔

ارے حلیمہ! کیا یہ وہی گدھی نہیں ہے، جس پر آپ ہمارے ساتھ آئی تھی؟ میں نے کہا، ہاں یہ وہی ہے۔ وہ کہتیں اللہ کی قسم اس کی تو حالت ہی بدل گئی ہے۔ اسی حال میں ہم لوگ بنوسعد کی زمینوں پر پہنچے۔

میں نے خدا کی زمینوں میں بنوسعد کی زمین سے زیادہ قحط زدہ خشک اور بنجر زمین نہیں دیکھی تھی۔ مگر حضور ﷺ کے آ جانے کے بعد میری بکریاں صبح کو جاتی تھیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتی تھیں اور دودھ سے تھن بھرے ہوتے تھے۔ ہم جس قدر چاہتے تھے دودھ دوہتے تھے۔ جبکہ ہمارے اردگرد کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں تھا جس کی بکریاں ایک قطرہ دودھ کا بھی رستی ہوں۔ شام کو ان کی بکریاں خالی پیٹ بھوکی واپس آتی تھیں۔ لہٰذا بکریوں کے مالک اپنے اپنے چرواہوں سے کہتے تھے تم بھی ان کے ساتھ چروایا کرو۔ لہٰذا وہ اپنی بکریاں میری بکریوں کے ساتھ چراتے، جہاں وہ چرتی تھیں، مگر پھر بھی وہ اپنی بکریاں شام کو بھوکی واپس لاتے تھے۔ دودھ کا ایک قطرہ نہیں ہوتا تھا۔ اور میری بکریاں جب شام کو آتیں تو پیٹ بھرے ہوتے، دودھ ٹپک رہا ہوتا تھا۔ ہم جتنا چاہتے تھے دودھ نکالتے تھے۔ ہمیشہ اللہ ہمیں برکتیں دکھاتا رہا اور ہم ان کو سمجھتے رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ دو سال کے ہو گئے۔ اور حضور تیزی کے ساتھ جوان ہوتے گئے۔ عام لڑکوں کی طرح نہیں تھے۔ جب دو سال کو پہنچے تو ایک سخت جان لڑکے تھے۔ ہم ان کو ان کی ماں کے پاس لے آئے۔ مگر ہم دینے میں بہت بخیل تھے۔ اس لئے ہم نے ان کی برکتیں دیکھ لی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ واپس بنی سعد میں .... جب حضور ﷺ کو ان کی والدہ نے دیکھ لیا تو ہم نے ان سے کہا، اے دودھ پلوانے والی محترمہ ہمیں رخصت دیجئے۔ ہم اپنے بیٹے کو ایک سال اور واپس لے جا کر اپنے پاس رکھ لیں، ہمیں اس پر مکہ کی وباء کا خطرہ ہے۔ اللہ کی قسم ہم برابر اس بات پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی والدہ نے کہا، اچھا ٹھیک ہے لے جایئے۔ اس طرح انہوں نے حضور ﷺ کو ہمارے ساتھ چھوڑ دیا۔ ہم نے ان کو دو یا تین ماہ اپنے بیچ میں ٹھہرایا تھا کہ ایک دن وہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھروں کے عقب میں بکری کے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اُن کا بھائی گھبرایا ہوا ہمارے پاس آیا اور بتانے لگا کہ دو آدمی آئے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمارے قریشی بھائی کو لٹا دیا ہے اور انہوں نے اس کے پیٹ کو چاک کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی میں اور اس کے ابو گھبرا کر اس کی طرف بھاگے مگر ہم نے انہیں وہاں کھڑے ہوئے پایا۔ ان کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کے ابو نے جا کر اس کو سینے سے لگا لیا اور پوچھنے لگے، اے بیٹا آپ کو کیا ہوا ہے؟ حضور ﷺ نے بتایا کہ میرے پاس دو آدمی آئے تھے، انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے پکڑ کر لیٹا دیا، پھر میرے پیٹ کو انہوں نے چاک کر دیا پھر انہوں نے اس میں سے کوئی چیز ڈھونڈ کر نکالی اور اسے پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو انہوں نے دوبارہ ایسے کر دیا جیسے پہلے تھا۔ لہٰذا ہم حضور ﷺ کو اپنے ساتھ اندر لے آئے۔ ان کے ابو کہنے لگے اے حلیمہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ کہیں اس کو یہ مصیبت نہ پہنچ جائے۔ میرے ساتھ چلو ہم اس کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا کر آتے ہیں، اس سے پہلے کہ اس پر کچھ ظاہر ہو جائے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ ہم لوگوں نے یوں حضور ﷺ کو اُٹھایا اور ان کی امی کے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں ان کے ساتھ دیکھا تو دیکھ کر پریشان ہو گئیں کہ خیریت تو ہے کیسے لے آئے ہو؟ تم تو اس کے رکھنے پر حریص تھے؟ ہم نے کہا کہ نہیں قسم ہے اللہ کی اے دودھ پلوانے والی ماں۔ اللہ تعالیٰ نے خیریت کے ساتھ ہم سے اس کو واپس اپنے گھر والوں کے ہاں پہنچا دیا۔ ہم نے وہ اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے جو ہمارے ذمہ تھی۔ ہم نے کہا کہ ہمیں اس کے ضائع ہونے اور اس کے ساتھ کچھ ہو جانے کا ڈر لگا تو ہم نے چاہا کہ ہم اس کو اس کے گھر والوں کے حوالے کر دیں۔

وہ کہنے لگیں کہ کیا ہوا اس کو سچ سچ بتا دو اپنا معاملہ۔ انہوں نے ہمیں نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ہم نے ان کو پوری پوری خبر بتا دی۔ ان کی والدہ نے پوچھا کہ کیا تم اس پر شیطان کا خطرہ یعنی کسی جن کا خطرہ محسوس کرتی ہو؟ کہنے لگی اللہ کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا، کسی جن کے لئے اس پر کوئی چارہ نہیں ہے۔ میرے اس بیٹے کی ایک خاص شان ہو گی۔ کیا میں تمہیں نہ بتا دوں جیسے اس کی خبر ہے؟ ہم نے کہا کہ ضرور بتایئے۔

فرمایا کہ میں جب ان کے ساتھ حاملہ تھی تو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ گویا کہ مجھ سے ایک روشنی نمودار ہوئی ہے۔ جس کے لئے شام کے محلات روشن ہوگئے ہیں۔ پھر جب پیدا ہو چکے تھے تو تمام بچوں کی طرح نہیں ہوئے تھے بلکہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر سر کو اُوپر اُٹھائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ لوگ اس کو چھوڑ جایئے۔

میں کہتا ہوں تحقیق روایت کیا ہے۔ محمد بن زکریا غلابی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے اس وجہ سے اس قصے کو بہت اضافات کے ساتھ۔ اور وہ سارے میں نے سُن رکھے ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ محمد بن زکریا تہمت زدہ ہے حدیثیں وضع کرنے کی تہمت کے ساتھ۔ لہٰذا اسی پر اقتصار کرنا جو اہل مغازی کے نزدیک معروف ہے وہ زیادہ بہتر واعلیٰ ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا ان روایات کو درج کرنے کے بارے میں۔ لہٰذا اس کے الحاق کرنے کی بات اختیار واقع ہو۔ اس کے ساتھ جسے ہم نے اہل مغازی سے پہلے نقل کیا ہے بوجہ اس کی شہرت کے مذکورین میں۔

رسول اللہ ﷺ کا سب سے پہلا کلام .... ہمیں خبر دی ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ابو بکر محمد بن عبداللہ بن یوسف عمانی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی محمد زکریا غلابی نے ان کو حدیث بیان کی یعقوب بن جعفر بن سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس ﷺ نے، وہ کہتے ہیں مجھے حدیث بیان کی میرے والد نے، ان کو ان کے والد نے، سلیمان بن علی سے، اس نے اپنے والد علی بن عباس سے، اس نے عبداللہ بن عباس ﷺ سے، وہ کہتے ہیں کہ حلیمہ بنت ابوذویب جس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ وہ بیان کرتی تھی کہ انہوں نے جب رسول اللہ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا تو انہوں نے اس وقت کلام کیا تھا۔ میں نے سُنا کہ وہ عجیب کلام کر رہے تھے۔ میں نے سُنا وہ کہہ رہے تھے :

اللّٰہ اکبر کبیرًا ، والحمد للّٰہ کثیرًا ، وسبحان اللّٰہ بکرۃ واصیلا

جب وہ ذرا بڑے ہوگئے تو وہ جب لڑکوں کو کھیلتے دیکھتے تو ان سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔ ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگے: "اے امی کیا ہوا میرے بھائی دن بھر گھر میں نظر نہیں آتے"؟ میں نے ان کو بتایا کہ میری رُوح آپ کے اُوپر قربان جائے وہ تو جو ہماری بکریاں ہیں نا ان کو چرانے چلے جاتے ہیں۔ وہ صبح سے رات تک باہر رہتے ہیں رات کو واپس آتے ہیں۔ یہ سُن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو اُمنڈ آئے اور وہ رو دیئے۔ پھر وہ کہنے لگے ، "امی میں پھر اکیلا یہاں پر کیا کروں گا؟ مجھے بھی اب ان کے ساتھ بھیج دیا کیجئے"۔ میں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں؟ "بولے جی ہاں"۔ کہتی ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے ان کو تیل لگایا، سُرمہ لگا، اچھی قمیض پہنائی اور میں نے پھر سلیمانی منکے یا گھونگے یا یمنی کوڑیاں اُٹھا کر نظر بد سے حفاظت کے لئے ان کے گلے میں لٹکا دیئے۔ انہوں نے ایک لاٹھی اُٹھائی اور اپنے بھائیوں کے ساتھ گھر سے باہر نکل گئے۔

چنانچہ وہ خوشی خوشی روزانہ جانے لگے۔ اسی دوران وہ ایک دن بکری کے بچوں کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے چلے گئے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو یکایک میں کیا دیکھتی ہوں کہ میرا بیٹا ضمرہ گھبرایا ہوا دوڑا آ رہا ہے۔ اس کی پیشانی سے پسینہ گر رہا ہے۔ اس پر حیرانی و پریشانی سوار ہے اور وہ چیخ رہا ہے۔ اے ابا، اے اماں میرے بھائی محمد ﷺ کے پاس آ جاؤ۔ تم نہیں ملو گے اس سے مگر وہ مر چکا ہوگا۔ میں نے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ بولا کہ ہم لوگ کھڑے ہوئے تھے، پتھر پھینک رہے تھے اور کھیل رہے تھے۔ اچانک اس کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے اس کو اُچک لیا۔ ہمارے بیچ میں سے اور اس کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ ہم اس کی طرف دیکھتے رہ گئے۔ اس نے اُوپر جا کر اس کا سینے سے لے کر زیر ناف کے بالوں کی حد تک چیر دیا۔ باقی مجھے نہیں پتہ کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ لوگ اس کو مل سکو گے، ہاں وہ مر چکا ہوگا۔

شق صدر کا واقعہ......... کہتی ہیں کہ ان کے والد اور میں دوڑے دوڑے ان کے پاس گئے۔ جب ہم ان کے پاس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی نگاہ اُوپر کو اُٹھی ہوئی تھی مگر وہ مسکرا رہے تھے۔ میں جا کر منہ کے بل ان پر گر پڑی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور میں نے کہا میری رُوح تم پر قربان جائے کس نے آپ کو ڈرایا ہے؟ وہ کہنے لگے :

''خبر ہے اے امی! میں ابھی ابھی کھڑا ہوا تھا اپنے بھائیوں کے ساتھ۔ میرے پاس اچانک تین آدمی آئے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا کوزہ تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک تھال تھا، وہ برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے پکڑ لیا اور وہ مجھے پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ انہوں نے نہایت ہی نرمی کے ساتھ مجھے پہاڑ پر لٹا دیا۔ پھر انہوں نے میرے سینے سے ناف کے نیچے تک چاک کر دیا میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا، مجھے نہ تو اس کا کوئی احساس ہوا اور نہ ہی کوئی درد ہوا پھر اس شخص نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے آنتیں وغیرہ نکال لیں، پھر اس نے ان کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ مگر اس نے بڑی نرمی کے ساتھ دھویا ہے۔ پھر اس نے ان کو واپس اپنی جگہ رکھ دیا ہے۔ اب دوسرا اُٹھا، اس نے پہلے والے سے کہا کہ آپ اس سے ہٹ جائیے۔ اللہ نے جو آپ کو اس کے بارے میں حکم دیا تھا آپ نے وہ کام پورا کر لیا ہے۔ وہ میرے قریب آیا، اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ داخل کیا اور اس نے میرے دل کو باہر نکال کر چیرا اور اس میں سے ایک سیاہ نکتہ نکالا جو کہ خون سے بھرا ہوا تھا، اسے پھینک دیا اور کہنے لگا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ تھا اے اللہ کے حبیب! پھر اس نے دل کو ایک چیز کے ساتھ بھر دیا جو اس کے پاس تھی۔ پھر اس نے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا ہے۔ پھر اس نے اس پر ایک نور کی مہر لگا دی ہے۔

میں ابھی بھی اپنی رگوں میں دُکھ لیتے جوڑوں میں اس کی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔ پھر تیسرا آدمی اُٹھا اس نے ان دونوں سے کہا کہ تم دونوں نے وہ کام پورا کر لیا ہے جو اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا۔ پھر وہ میرے قریب آیا، اس نے اپنا ہاتھ میرے سینے سے نیچے تک پھیرا جہاں تک چیرا گیا تھا، چنانچہ وہ درست ہو گیا۔ پھر فرشتے نے کہا اس کو تولو اس کی اُمت کے ساتھ دس افراد کے ساتھ۔ انہوں نے مجھے تولا تو میں دس افراد کے زیادہ بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اسکے حال پر چھوڑ دو۔ اگر تم اس کی پوری اُمت کے ساتھ تولو گے تو بھی یہ ان سب سے وزنی ہوگا۔ پھر اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر نرمی سے اُٹھا کر کھڑا کر دیا۔

پھر وہ مجھ پر اوندھے گر گئے، انہوں نے میرے سر پر بوسہ دیا اور میری آنکھوں کے درمیان بھی اور کہنے لگے، اے اللہ کے حبیب آپ ہرگز نہیں ڈرائے جائیں گے۔ اگر آپ جان لیں کہ آپ کے ساتھ کس قدر خیر ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر وہ مجھے کھڑا ہوا اسی جگہ چھوڑ کر اُوپر کو اُڑنا شروع ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آسمان کے پردوں میں داخل ہو گئے۔ اور میں ان کی طرف دیکھتا رہا اور دیکھتا رہوں گا۔ اگر میں چاہوں تو میں آپ کو ان کے داخل ہونے کی جگہ دکھا سکتا ہوں''۔

واقعہ شق صدر کے بعد کاہن کے پاس لے جانا .... حلیمہ کہتی ہیں کہ میں نے محمد ﷺ کو اُٹھا لیا اور میں بنی سعد بن بکر کی منازل میں سے ایک منزل پر لے آئی۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اس کو کسی کاہن کے پاس لے جائیے تاکہ وہ اس کو دیکھے اور اس کا علاج کرے۔ حضور ﷺ فرمانے لگے کہ مجھے کچھ بھی نہیں ہے جو تم لوگ ذکر کر رہے ہو۔ میں اپنے نفس کو صحیح سالم سمجھتا ہوں۔ الحمدللہ میرا دل بھی صحیح ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کو جھپٹ ہو گئی ہے یا کوئی جن اس پر آ گیا ہے۔ حلیمہ کہتی ہے کہ لوگ میری رائے پر غالب آ گئے۔ لہٰذا میں ان کو ایک کاہن کے پاس لے گئی۔ اور میں نے کاہن کو اس کا سارا واقعہ سُنا دیا۔ اس نے کہا آپ مجھے چھوڑیئے، میں اس سے پوچھنا اور سُننا چاہتا ہوں کیونکہ یہ لڑکا اپنے معاملہ کو تم سے بہتر جانتا ہے۔ اے لڑکے آپ بولئے۔ سیدہ حلیمہ کہتی ہے کہ میرے بیٹے محمد ﷺ نے اس کو اول سے آخر تک اپنا پورا قصہ بتا دیا۔ چنانچہ سب کچھ سُن کر ایک دم اُچھل کر کاہن کھڑا ہو گیا اپنے پیروں پر اور اس کو اپنے سینے سے لگا کر بلند آواز کے ساتھ چیخا۔

اے آلِ عرب، اے آلِ عرب تم لوگ خطرے سے آگاہ ہو جاؤ۔ تم لوگ اس لڑکے کو قتل کر دو اور مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کر دو، کیونکہ اگر تم ان کو زندہ چھوڑ دو گے اور وہ جوان ہو جائے گا تو یہ تمہارے عقل مندوں کو بے قوف قرار دے گا اور تمہارے دین کو جھوٹا قرار دے گا۔ اور وہ ضرور بالضرور تمہیں رب کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانو گے۔ اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کو تم پسند نہیں کرو گے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ جب میں نے اس کاہن کی بات سُنی تو میں نے محمد ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس نے کہا تم ان سے زیادہ تنگ اور خوفزدہ ہوا اور دیوانہ ہو۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم ایسی بات بکو گے تو میں تمہارے پاس لے کر ہی نہ آتی۔ تم خود ہی کوئی ایسا بندہ ڈھونڈو جو تمہیں قتل کر دے۔ ہم تو محمد ﷺ کو قتل نہیں کریں گے۔ میں نے اسے اُٹھایا اور اپنے گھر لے آئی۔

ہر گھر میں خوشبو کا مہکنا .... اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں جس جس گھر میں ان کو لے کر گئی وہیں وہیں کستوری کی تیز خوشبو اس سے ہم نے محسوس کی۔ اور ہر دن ان پر دو سفید کپڑوں والے آدمی اُترتے تھے اور ان کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے تھے اور ظاہر نہیں ہوتے تھے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس کو اے حلیمہ اس کے دادا عبدالمطلب کے پاس واپس کر آؤ اور اپنی امان سے اس کو خارج کر دو۔ کہتی ہیں کہ میں نے بھی اس بات کا پکا عزم کر لیا۔ پھر میں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی سُنی جو آواز لگا رہا تھا کہ مبارک باد ہو تیرے لئے اے بطحاء مکہ آج کے دن تیرے اُوپر نور واپس کیا جائے گا اور دین اور حسن وخوبصورتی اور کمال۔ تم امن میں رہو اس بات سے کہ تم رسوا کی جاؤ یا غمگین کی جاؤ ابداً الآباد تک اور زمانوں کے زمانوں تک۔

رسول اللہ ﷺ کا اچانک غائب ہو جانا .... وہ کہتی ہیں کہ پھر میں سوار ہوئی اپنی گدھی پر اور میں نے حضور ﷺ کو اپنے آگے بٹھالیا۔ میں سفر کرتی ہوئی مکہ کے بڑے دروازے پر پہنچ گئی۔ وہاں لوگوں کی جماعت موجود تھی۔ میں نے حضور ﷺ کو وہاں اُتار دیا تا کہ میں اپنی ضرورت وہاں پوری کرلوں اور اپنا حلیہ درست کرلوں۔ میں نے دیوار گرنے جیسی ایک شدید ہیبت ناک آواز سُنی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا، حضور غائب ہو چکے تھے۔ میں نے چیخنا شروع کر دیا لوگو میرا بچہ کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ کونسا بچہ؟ میں نے بتایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اللہ نے جس کے ذریعہ میرے چہرے کو رونق عطا کی، جس کے ذریعہ اللہ نے میرے خاندان کو غنی کر دیا، جس کے ذریعہ اللہ نے میری بھوک کو شکم سیری سے بدل دیا، میں اس کو پالتی رہی جب میں نے اپنی خوشی اس کے ساتھ پالی اور اپنی آرزو پوری ہونے کا وقت آیا تو میں اس کو واپس کرنے لے آئی تھی اور اپنی امان سے خارج کرنے آئی تھی میرے ہاتھ سے میرا بچہ اُچک لیا گیا ہے، اس طرح کہ اس کے قدم ہی زمین پر نہیں لگنے دیئے گئے لات اور عزی کی قسم ہے اگر مجھے وہ نظر نہ آیا تو میں اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا کر پاش پاش کر دوں گی۔ لوگوں نے کہا ہم نے دیکھا کہ آپ قافلے سے غائب تھیں آپ کے ساتھ محمد ﷺ نہیں تھے۔

کہتی ہیں کہ میں نے کہا ابھی تو وہ تم لوگوں کے سامنے موجود تھے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ جب انہوں نے مجھے مایوس کر دیا تو میں افسوس کے مارے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی وَامُحَمَّدَاہ وَاوَلَدَاہ۔ چنانچہ میں نے رو رو کر ارد گرد والوں کو صحیح صحیح رُلا دیا خود رو رو کر۔ لوگ بھی میرے ساتھ زور زور سے رونے لگے میرے غم کی وجہ سے۔ اچانک میرے پاس ایک بوڑھے ضعیف آدمی نے آکر کہا جو کہ اپنی لاٹھی کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھا، اے حلیمہ سعدیہ تم کیوں رو رہی ہو اور لوگوں کو بھی رلا رہی ہو؟ میں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد ﷺ مجھ سے گم ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ مت رو میں تمہیں وہ شخص بتاتا ہوں جو اس کے بارے میں جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تیرے پاس واپس بھی لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے ضرور بتائیے۔ اس نے بتایا سب سے بڑا بت۔

کہتی ہے کہ میں نے کہا تیری ماں تجھے گم پائے شاید تجھے نہیں پتہ کہ جس رات کو محمد ﷺ پیدا ہوئے اس رات لات وعزیٰ کا کیا حشر ہوا تھا۔ بوڑھے نے کہا کہ شاید آپ اول فول بک رہی ہو اور تمہیں معلوم ہی نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ چلو میں چلا جاتا ہوں بت کے پاس جا کر تیری طرف سے دعا کرتا ہوں اور سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کا بیٹا واپس کرا دے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ پھر وہ بوڑھا اندر داخل ہوا، میں اس کو دیکھ رہی تھی اس نے ہبل کے گرد سات چکر لگائے اور اس کے سر پر بوسہ دیا اور اس نے اس کو پکارا۔ اے میرے سردار تو ہمیشہ سے قریش پر انعام کی نوازش کرتا رہتا ہے۔ یہ سعدیہ عورت ہے، یہ کہتی ہے کہ اس کا بیٹا بھٹک گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہبل منہ کے بل گر گیا۔ اور سارے کے سارے بت ایک دوسرے پر گر گئے۔ اور ان سے آواز آئی، ہم سے ہٹ جا اے شیخ۔ ہماری ہلاکت محمد ﷺ کے ہاتھ پر ہے۔

کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بوڑھے کے دانت بج رہے تھے اور اس کے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ اس نے اپنی لاٹھی پھینکی اور وہ رونے لگے اور کہہ رہے تھے، اے حلیمہ نہ رو تیرے بیٹے کا ایسا رب ہے جو اس کو ضائع نہیں ہونے دے گا تم آرام سے اس کو تلاش کرلو۔

کہتی ہیں کہ مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں یہ خبر مجھ سے پہلے عبدالمطلب کو نہ پہنچ جائے۔ لہٰذا میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کرلیا۔ جب میں ان کے پاس پہنچی تو انہوں نے مجھے پریشان دیکھتے ہوئے پوچھا کیا تیرے ساتھ سعادت اُتری یا نحوست؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا بلکہ بہت بڑی نحوست ہے۔ وہ مجھ سے سمجھ گئے اور کہنے لگے لگتا ہے کہ تیرا بیٹا تجھ سے بھٹک گیا ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے کہا جی ہاں کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔ بعض قریش نے اس کو دھوکے سے پکڑ کر قتل کر دیا ہے۔

لہٰذا عبدالمطلب نے فوراً تلوار سونت لی اور غصے سے آگ بگولہ ہوگئے اور وہ جب غصے میں آتے تو ان کے غصے کی وجہ سے کوئی بھی ان کے آگے نہیں ٹھہرتا تھا۔ انہوں نے انتہائی اُونچی آواز کے ساتھ پکارا یَـا یُسَیْل ۔ یہی جاہلیت میں ان کی پکار ہوتی تھی۔ چنانچہ تمام قریش ان کی ایک آواز پر جمع ہوگئے۔ انہوں نے پوچھا، اے ابوالحارث کیا بات ہے کیوں بلایا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا بیٹا محمد گم ہوگیا ہے۔ قریش نے کہا، آپ سوار ہوجایئے ہم بھی آپ کے ساتھ سواریاں لے کر چلتے ہیں تلاش کرنے کے لئے۔ آپ اگر گھوڑے دوڑائیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ دوڑائیں گے۔ آپ اگر سمندر میں گھسیں گے، ہم بھی آپ کے ساتھ گھسیں گے۔ چنانچہ وہ سب سوار ہوکر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے بالائی مکہ اور زیریں مکہ چھان مارا۔ جب کچھ بھی نظر نہ آیا تو انہوں نے گلے میں دوسری قمیص بدلی اور سر پر چادر بھی اور بیت اللہ کے ساتھ مرتبہ انہوں نے طواف کیا۔ اور یہ شعر کہا :

یارب ان محمدًا لم یوجد   فجمیع قومی کلھم متردد

اے میرے ربّ! بے شک محمد نہیں مل رہا ۔ لہٰذا میری پوری قوم پریشان ہے

اس کے بعد ہم لوگوں نے ایک منادی کرنے والے کی منادی کو سُنا جو فضاء کی ہوا میں کہہ رہا تھا، اے قوم قریش کی جماعتو مت چیخو، بے شک محمد ﷺ کا ایسا ربّ ہے جو اس کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اور نہ ہی اس پر ظلم ہونے دے گا۔ عبدالمطلب نے جو ربّ سے کہا اے ہاتف ہمیں کون اس کے بارے میں بتائے گا۔ کہتے ہیں کہ ھاتفوں نے کہا کہ وہ وادی تہامہ میں برکت والے درخت کے پاس بیٹھا ہے۔ چنانچہ عبدالمطلب ادھر ہی متوجہ ہوگئے جب کچھ راستہ طے کیا تو ان کو ورقہ بن نوفل ملے۔ لہٰذا اب وہ دونوں ساتھ ساتھ تلاش کرنے لگے۔ وہ اسی طرح گھوم رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک درخت تلے کھڑے ان کی ٹہنیاں کھینچ کر اس کے پتوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ عبدالمطلب نے کہا تم کون ہو اے لڑکے؟ جواب ملا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ عبدالمطلب نے کہا میری جان آپ پر قربان، میں آپ کا دادا عبدالمطلب ہوں۔ آپ نے اُنہیں اُٹھایا اور سینے سے لگایا اور ان کو بوسہ دیا اور ان کو سینے سے لگایا۔ اور اگلے لمحے وہ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور رونے لگے۔ پھر انہوں نے حضور کو اپنے گھوڑے کی زین پر سوار کیا اور مکے میں لے آئے۔ سب لوگ بھی مطمئن ہوگئے اور قریش بھی مطمئن ہوگئے۔ اس خوشی میں عبدالمطلب نے بیس اُونٹ ذبح کئے اور بکریاں اور گائے ذبح کرکے لوگوں کو کھلایا اور تمام اہل مکہ کو کھانا کھلایا۔

حلیمہ سعدیہ کے انعام .... حلیمہ کہتی ہیں کہ پھر عبدالمطلب نے میرا سامان تیار کروایا اور احسن طریقے سے مجھے دیا اور احسن طریقہ پر روانہ کیا۔ میں اپنے گھر لوٹ آئی تو دنیا کی ہر خیر میرے پاس تھی (مجھے انہوں نے اس قدر دیا کہ) میں اس عطیے کی حقیقت بیان نہیں کرسکتی۔ اس طرح محمد اداداکے پاس رہنے لگے۔

حلیمہ کہتی ہے کہ میں نے عبدالمطلب کو ایک ایک کرکے ساری باتیں بتادیں پھر انہوں نے ان کو سینے سے لگالیا اور رونے لگے اور فرمایا، اے حلیمہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہوگی میں یہی پسند کرتا ہوں کہ میں بھی اس زمانے کو پالوں۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یونس نے ابن اسحاق سے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے ثور بن یزید نے خالد بن معدان سے، اس نے اصحاب رسول سے۔ انہوں نے ان سے کہا تھا کہ آپ اپنی ذات کے بارے میں کچھ خبر دیجئے۔ لہٰذا انہوں نے بات ذکر فرمائی۔ فرمایا :

"میں سعد بن بکر دودھ پلوایا گیا۔ ایک دن میں اپنے بھائی کے ساتھ اپنی بکریوں کے بچوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا کہ اچانک دو آدمی نمودار ہوئے۔ ان دونوں نے سفید کپڑے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کے پاس ایک برف سے بھرا ہوا سونے کا تھال تھا۔ ان دونوں نے مجھے لٹا دیا اور دونوں نے مل کر میرا پیٹ چاک کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے میرا دل نکالا اور اس سے ایک خون کا لوتھڑا جو کہ سیاہ نکالا اور اس کو انہوں نے پھینک دیا پھر انہوں نے میرے دل اور پیٹ کو اس برف کے ساتھ دھو دیا۔ جب انہوں نے اس کو صاف کر لیا تو اس کے بعد اپنی جگہ پر اس کو لگا دیا۔ اس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کو تولو، اس کی اُمت کے دس افراد کے ساتھ۔ اس نے تولا تو میں بھاری ہو گیا۔ ان سے، پھر اس نے کہا کہ اب اس کو اس کی اُمت کے سو افراد کے ساتھ تولو پھر اس نے مجھے ایک سو افراد کے ساتھ تولا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو ایک ہزار کے ساتھ تولو، اس نے مجھے ایک ہزار افراد کے ساتھ وزن کیا تو میں ان سے بھی بھاری ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اگر تم اس کو اس کی پوری اُمت کے ساتھ وزن کرو گے تو بھی یہ ان سے بھاری ہو جائے گا"۔ (مستدرک ۲/۶۰۰۔ سیرۃ ابن ہشام ۱/۱۷۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۷۵)

اور ہمیں اس کی خبر دی ہے ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالعباس نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے احمد نے، ان کو حدیث بیان کی ہے یونس نے ابوسفیان شیبانی سے، اس نے حبیب بن ابوثابت سے، اس نے یحییٰ بن جعدہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میرے پاس دو فرشتے دو سارس اور دو بگلوں کی شکل میں آئے۔ ان کے پاس برف تھی اور اولے اور ٹھنڈا پانی تھا دونوں میں سے ایک نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنی چونچ کے ساتھ پانی بھر کر اس میں ڈالا اور اس کو دھویا"۔ (یہ روایت مرسل ہے)

تحقیق حدیث شق صدر اپنی صحیح موصول اسناد کے ساتھ روایت کی جا چکی ہے۔

ہمیں خبر دی محمد بن عبداللہ حافظ نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن صالح بن ہانی نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی ہے محمد بن نضر بن عبدالوہاب نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے شیبان بن فروخ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کہ ہے حماد بن سلمہ نے، ان کو ثابت ہانی نے، اس نے انس بن مالک سے، یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے، جبکہ حضور لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو پکڑ کر اُٹھایا اور ان کے دل کو چیرا اور دل کو نکالا اور اس سے خون بستہ نکالا اور کہا کہ تم میں یہ شیطان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے سونے کی تھال میں دل کو زمزم سے دھویا پھر صاف کر کے اپنی جگہ پر نصب کر دیا۔ لڑکے بھاگے، ہوئے اپنی ماں کے پاس گئے یعنی دودھ پلانے والی کے پاس اور کہنے لگے محمد قتل کر دیئے گئے۔ وہ سامنے آئے تو وہ صاف رنگ ہشاش بشاش کھڑے تھے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں اس سلائی کے نشانات حضور ﷺ کے سینے پر دیکھتا تھا۔

مسلم نے اس کو شیبان بن فروخ سے روایت کیا ہے۔ اہل مغازی کے نزدیک جو معروف ہے یہی اس کے موافق ہے۔

تحقیق ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن علی احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن عبید صفار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی تمتام نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی موسیٰ یعنی اسماعیل نے، ان کو حدیث بیان کی ہے سلمان نے مغیرہ سے، اس نے ثابت سے، اس نے انس سے۔ وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے پاس لوگ آئے اور میں اپنے گھر میں تھا۔ مجھے زم زم کے پاس لے جایا گیا، پھر میرا سینہ کھولا گیا، زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس کے بعد سونے کا ایک تھال لایا گیا، وہ ایمان سے اور حکمت سے بھرا ہوا تھا اسے میرے سینے میں بھر دیا گیا۔ انس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اس چیرنے کا نشان دکھاتے تھے۔ اس کے بعد فرشتے مجھے آسمان دنیا کی طرف لے گئے، اس نے دروازہ کھولا۔ پھر حضور ﷺ نے معراج کی بات ذکر کی۔ مسلم نے اس کو صحیح میں نقل کیا ہے۔ بہز بن اسد کی حدیث سے، اس نے سلمان بن مغیرہ سے، اور اسی مفہوم کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے شریک بن عبداللہ بن ابونمر نے انس بن مالک ﷺ سے، اس نے نبی کریم ﷺ سے، اور زہری روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ ابوذر سے، وہ نبی کریم ﷺ سے، اور قتادہ روایت کرتے ہیں انس بن مالک سے، وہ مالک بن صعصعہ سے، وہ نبی کریم ﷺ سے۔

اور احتمال ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ ہوا ہو۔ ایک تو اس وقت جب حضور ﷺ ابھی رضاعی ماں کے پاس تھے سیدہ حلیمہ کے پاس۔ اور دوسری مرتبہ اس وقت جب وہ مکے میں تھے بعثت کے بعد شب معراج میں۔ واللہ اعلم

ثویبہ ابولہب کی لونڈی کا رسول اللہ کو دودھ پلانا .... ثویبہ ابولہب بن عبدالمطلب کی لونڈی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی کے ساتھ۔

ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابومحمد احمد بن عبداللہ مزنی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی علی بن محمد بن عیسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوالیمان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی شعیب نے، زہری سے، وہ کہتے ہیں مجھے خبر دی ہے عروہ بن زبیر نے، کہ زینب بن ابوسلمہ اور اس کی والدہ اُم سلمہ نے اس کو خبر دی کہ اُم حبیبہ ابوسفیان کی بیٹی نے، اس کو خبر دی ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ میری بہن یعنی ابوسفیان کی بیٹی سے نکاح کر لیں۔ کہتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو؟ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ! آپ کے معاملہ میں فکر سے آزاد نہیں ہوں۔ اور میں اس کو پسند کرتی ہوں جو مجھ کو خیر میں شریک کرے (یعنی میری بہن کے معاملے ہیں)۔ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یہ نکاح میرے لئے حلال نہیں ہے۔ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم یا رسول اللہ! بے شک ہم لوگ باتیں کرتے ہیں کہ آپ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپ دُرّۃ بنت ابوسلمہ سے نکاح کریں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اُم سلمہ کی بیٹی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور ﷺ فرمایا اللہ کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ جب ہوسکتا ہے تھا کہ یہ بات نہ ہوتی یعنی وہ میرا ربیبہ میری زیر پرورش ہے میری گود میں ہے، میرے لئے حلال نہیں ہے۔ بے شک وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ مجھے اور ابوسلمہ کو ثویبہ نے دودھ پلایا تھا۔ آپ اپنی بیٹیاں اور بہنیں مجھ پر (نکاح کے لئے) پیش نہ کریں۔

عروہ کہتے ہیں کہ ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی، اور ابولہب نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ چنانچہ جب ابولہب مرگیا تو اس کے گھر والوں نے خواب میں اس کو بُری حالت میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ آپ نے کیا پایا۔ ابولہب نے بتایا میں نے تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کبھی کوئی نرمی نہیں پائی سوائے اس کے کہ میں نے ثویبہ کو آزاد کرنے کے بدلے میں پانی پلایا گیا ہوں اور اس نے اس چھوٹے سے برتن کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے اور اس کے متصل اُنگلیوں میں تھا، یا اُنگلیوں اور انگوٹھے کے درمیانی مختصر فاصلے کا اشارہ کیا۔ بخاری نے صحیح میں اس کو نقل کیا ہے۔

بی بی اُم ایمن حضور ﷺ کے بڑے ہونے تک پرورش کنندہ تھی

ہمیں خبر دی ابوبکر احمد بن حسن قاضی نے، وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، وہ کہتے ہیں ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوبکر محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن یوسف نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابن وہب نے، اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو حدیث بیان کی ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو حدیث بیان کی حسین بن حسن اور محمد بن اسماعیل نے، ان دونوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابوالطاہر نے، وہ کہے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابن وہب نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی یونس بن یزید نے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے یونس بن مالک سے کہ انہوں نے کہا جب مہاجر مکہ سے مدینہ آئے۔ اس نے اس بات میں حدیث ذکر کی اور اس میں بی بی اُم سُلیم نے حضور ﷺ کو خوشبو پیش کی تھی۔ حضور ﷺ نے اُم ایمن کو عطا فرمائی جو حضور کی مولات تھی۔ یہ اُم اسامہ بن زید تھی۔

ابن شہاب نے کہا: اُم ایمن اُم اسامہ بن زید کی خاص بات یہ تھی کہ وہ عبداللہ بن عبدالمطلب کی لونڈی تھی اور وہ حبشہ سے تھی۔ جب سیدہ آمنہ نے رسول اللہ ﷺ کو جنم دیا آپ کے والد کی وفات کے بعد تو یہی اُم ایمن حضور ﷺ کی پرورش کرتی رہی تھی۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ بڑے ہوگئے۔ تو آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ پھر ان کا نکاح زید بن حارثہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ ان کی وفات حضور ﷺ کی وفات کے پانچ ماہ بعد ہوئی تھی۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں ابوطاہر سے۔ (اخرجہ مسلم ص/۲۲ کتاب الجہاد)

باب ۱۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

۱۔ محمد رسول اللّٰہ والذین معه اشداء علی الکفار رحمآء بینهم ۔ (سورۃ الفتح : آیت ۲۹)
محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھی کفار پر انتہائی سخت ہیں اور آپس میں شفیق ہیں۔

۲۔ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد ۔ (سورۃ الصف : آیت ۶)
اور میں بشارت دینے والا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ﷺ ہے۔

(۱) ہمیں حدیث بیان کی ابوعبداللہ حافظ نے بطور املاء کے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوجعفر بغدادی نے زبانی طور پر، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی علی بن عبدالعزیز نے، ان کو عمرو بن واسطی نے، ان کو حدیث بیان کی خالد بن عبداللہ نے، ان کو داؤد بن ابو ہند نے عباس بن عبدالرحمٰن سے، اس نے کندیر بن سعید سے، اس نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دور جاہلیت میں حج کیا۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا :

یا رب رد راکبی محمدا یا رب رُدَّهُ واصطنع عندی یدا

اے میرے رب اب میرے سوار محمد کو واپس کیجئے ۔ اے رب اس کو میرے پاس واپس بھیجئے اور محمد پر احسان کیجئے

اور اس کے علاوہ دیگر نے یوں کہا ہے : رُدَّهُ ۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ جناب عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے پوتے محمد ﷺ کو اپنے اُونٹوں کی تلاش میں بھیجا تھا اور اس سے قبل جب بھی ان کو ضرورت سے بھیجتے تھے تو اس میں وہ کامیاب جلدی واپس آجاتے تھے۔ اس مرتبہ وہ کافی لیٹ ہو گئے تھے۔ پھر حضور ﷺ اُونٹوں کو لے کر ہی پہنچے تو انہوں نے محمد ﷺ کو گلے سے لگالیا اور کہنے لگے، اے بیٹے میں آپ کے غائب ہونے پر اتنی بار گھبراتا ہوں جس قدر کسی اور چیز پر ہرگز پریشان نہیں ہوتا۔ اللہ کی قسم میں آپ کو آئندہ کسی حاجت کے لئے نہیں بھیجوں گا اور نہ ہی آج کے بعد آپ مجھ سے جدا ہوں گے کبھی۔

قریش کی گالیوں سے بچنا .... (۲) ہمیں خبر دی ابوالحسن محمد بن حسین بن فضل قطان نے بغداد میں، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر حمیدی نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی اسفیان نے، ان کو ابوالزناد نے، اعرج سے، اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا آپ لوگ حیرت نہیں کرتے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ قریش سے گالی کو اور لعنت کو کیسے پھیر دیتے ہیں؟ (میرے مخالف) مُذَمَّم کو گالیاں دیتے ہیں اور مُذَمَّمًا کو لعنت کرتے ہیں اور جبکہ میں وہ نہیں ہوں بلکہ میں تو محمد ہوں۔

بخاری نے اس کو روایت کیا صحیح میں علی بن عبداللہ سے، اس نے سفیان سے۔ (فتح الباری ۶/۵۵۴۔ احمد ۲/۲۴۴)

(۳) اور ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن بن فضل سے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی عبداللہ بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے یعقوب بن سفیان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ہے ابوالیمان نے، ان کو شعیب نے، ان کو زہری نے، ان کو محمد بن حسب بن مطعم نے اپنے والد سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹا دیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں یعنی قیامت میں لوگ جس کے قدموں میں جمع کئے جائیں گے۔ اور میں عاقب ہوں (آخری نبی، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)۔

بخاری نے اس کو صحیح میں نقل کیا ابن یمان سے، مسلم نے اس کو روایت کیا ابن حمید سے، اس نے ابوالیمان سے۔ اور مسلم نے اس کو روایت کیا ہے ابن عیینہ سے اور عقیل سے، انس زہری سے اور بخاری نے اس کو روایت کیا ہے حدیث مالک بن انس سے، اس نے زہری سے۔ (بخاری کتاب المناقب ۶۱)

(۴) مجھے خبر دی ابوالحسین علی بن عبداللہ بن بشران عدل نے بغداد میں، ان کو اسماعیل بن محمد صفار نے، ان کو احمد بن منصور نے، ان کو عبدالرزاق نے، ان کو معمر نے زہری سے، ان کو محمد بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، فرماتے ہیں کہ بے شک میرے متعدد نام ہیں۔ میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں ماحی ہوں، میں وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ذریعے کفر کو مٹادیا ہے۔ اور میں حاشر ہوں، لوگ میرے قدموں میں جمع کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا کہ عاقب کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

مسلم نے اس کو روایت کیا ہے صحیح میں۔ عبد بن حمید سے، اس نے عبدالرزاق سے، اور اس کو انہوں نے نقل کیا ہے یونس بن یزید کی روایت سے، اس نے زہری سے اور انہوں نے حدیث میں فرمایا کہ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رؤف اور رحیم بھی رکھا ہے۔

(۵) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوعبداللہ بن یعقوب نے، ان کو حسن بن سفیان نے ان کو حرملہ بن یحییٰ نے، ان کو ابن وہب نے، ان کو ابن شہاب سے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الخ اور مسلم نے روایت کیا ہے حرملہ سے۔

احتمال ہے کہ لفظ عاقب کی تفسیر زہری کے قول سے ایسے ہو جیسے اس کو معمر نے بیان کیا ہے اور ان کا قول کہ اللہ نے حضور کا نام رؤف رحیم رکھا ہے یہ زہری کے قول میں سے ہے۔ واللہ اعلم

(۶) ہمیں حدیث بیان کی ابوالحسن محمد بن حسین بن داؤد علویؒ نے، ان کو ابوبکر محمد بن احمد بن دلویہ دقاق نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی احمد بن حفص بن عبداللہ نے، ان کو حدیث بیان کی ان کے والد نے، ان کو ابراہیم بن طہمان نے، ان کو محمد بن میسرہ نے زہری سے، اس نے محمد بن جبیر بن مطعم سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں:

میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، وہ ہوں کہ اللہ نے میرے ساتھ کفر کو مٹایا ہے۔ اور میں حاشر ہوں وہ کہ جس کے قدموں پر اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو جمع کریں گے اور میں عاقب ہوں، یعنی ختم کرنے والا۔

اس کو روایت کیا ہے نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے، اس نے ان ناموں کو خاتم کے ساتھ چھ شمار کئے ہیں۔

(۷) ہمیں خبر دی محمد بن حسین قطان نے بغداد میں۔ ان کو خبر دی عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو حجاج نے، ان کو حماد نے، ان کو جعفر بن ابو وحشیہ نے، ان کو نافع بن جبیر بن مطعم نے اپنے والد سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے سنا نبی کریم ﷺ فرماتے تھے میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں حاشر ہوں ماحی ہوں اور خاتم ہوں اور عاقب ہوں۔

(۸) ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن احمد بن عبدان نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن محویہ عسکری نے، ان کو جعفر بن محمد قلانسی نے، ان کو آدم بن ابوایاس نے، ان کو لیث بن سعد نے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوالحسین بن فضل نے، ان کو عبداللہ بن جعفر نے، ان کو یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوصالح نے، ان کو لیث نے، ان کو خالد بن یزید نے، ان کو سعید بن ابو ہلال نے، ان کو عقبہ بن مسلم نے، ثابت بن جبیر بن مطعم سے کہ وہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچے تو عبدالملک نے ان سے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے نام یاد رکھتے ہیں جو جبیر بن مطعم شمار کرتے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ جی ہاں وہ چھ ہیں۔ محمد، احمد، خاتم، حاشر، عاقب، ماحی۔

بہر حال حاشر اس لئے ہیں کہ قیامت کے ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں تمہارے لئے ڈرانے والے عذاب شدید سے پہلے پہلے۔ بہر حال عاقب اس لئے ہیں کہ وہ انبیاء کے عقب میں آئے ہیں۔ رہ ماحی اس لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کی وجہ سے ہر اس شخص کے گناہ مٹا دیتے ہیں جو ان کی اتباع کرتا ہے۔

(۹) ہمیں خبر دی ابوبکر بن فورک نے، ان کو عبداللہ بن جعفر اصفہانی نے، ان کو یونس بن حبیب نے، ان کو ابوداؤد طیالسی نے، ان کو مسعودی نے، عمرو بن مرّہ سے (ح)۔ اور ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خبر دی محمد بن ابراہیم ہاشمی نے، ان کو احمد بن سلمہ نے، ان کو اسحاق بن ابراہیم نے، ان کو جریر نے، ان کو اعمش نے، ان کو عمرو بن مرّہ نے ابوعبیدہ سے، اس نے ابوموسیٰ نے، وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں اپنے نام رکھے ہوئے بتائے تھے۔ فرمایا کہ میں محمد ہوں، احمد، حاشر، مقفی، نبی التوبہ، نبی الملحمہ یہ الفاظ ہیں حدیث اعمش کے اور مسعودی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے نام بتائے تھے، ان میں سے کچھ نام ہم نے یاد کئے پھر ان کو ذکر کیا مسلم نے، اس کو روایت کیا صحیح میں اسحاق بن ابراہیم سے۔

(۱۰) ہمیں خبر دی ابوالقاسم زید بن ابوہاشم علوی نے کوفے میں، اس نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوجعفر محمد بن علی بن دحیم نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن عبداللہ نے، ان کو وکیع نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لوگو! حقیقت یہ ہے کہ میں تحفہ دی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ روایت منقطع ہے اور بطور موصول بھی مروی ہے۔

(۱۱) ہمیں ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو ابوالفضل محمد بن ابراہیم نے، ان کو حسین بن محمد بن زیاد اور ابراہیم بن ابوطالب نے دونوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی زیاد بن یحییٰ حسانی نے (ح) اور ہمیں خبر دی ابوبکر محمد بن سعید بن سختویہ اسفرائنی مجاور نے مکہ میں اور انہوں نے یہ حدیث اپنی تحریر میں مرے لئے لکھ کر دی۔ ان کو حدیث بیان کی ابوبکر محمد بن محمد بن احمد طرازی بغدادی نے نیشاپور میں اور ابوعلی محمد بن علی بن حسن حافظ اور ابونصر شافع بن محمد بن ابوعوانہ نے، ان کو ابوروق احمد بن محمد بن بکر ہزانی نے بصرہ میں، ان کو ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ حسانی نے، ان کو مالک بن سُعیر بن خمس نے اعمش سے، اس نے ابوصالح سے، اس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ، سوائے اس کے نہیں کہ میں عطا کی ہوئی رحمت ہوں۔ یہ الفاظ حدیث اسفرائنی کے ہیں اور ابوعبداللہ کی روایت میں ہے کہ

(۱۲) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے اور ابوسعید بن ابوعمرو نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو وکیع نے اسماعیل ازرق سے، اس نے ابن عمر سے، اس نے محمد بن حنفیہ سے کہ اس نے کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

(۱۳) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ اور ابوبکر قاضی نے، ان کو ابوالعباس محمد بن یعقوب نے، ان کو احمد بن عبدالجبار نے، ان کو ابن فضیل نے کلبی سے، اسے ابوصالح نے، اسے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں طٰہٰ ما انزلنا علیك القران لتشقی، کہ اس سے مراد ہے اے فلاں آدمی (محمد رسول اللہ ﷺ) ہم نے آپ کے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا تا کہ آپ مشکل میں پڑ جائیں۔ کیونکہ حضور ﷺ رات رات بھر پیروں پر کھڑے ہو کر گذار دیتے تھے عبادت کرتے کرتے۔ یہ لغت ہے عَكٌ کی لغت ہے۔ آپ اگر کسی عَکّی سے کہیں یَا رَجُلُ تو وہ آپ کی طرف توجہ نہیں کرے گا اور آپ جس وقت اس کو یوں کہیں طٰہٰ تو وہ آپ کی طرف توجہ کرے گا۔

دو ناموں والے پانچ انبیاء

(۱۴) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، اس نے سنا ابوزکریا یحییٰ بن محمد عنبری سے، وہ کہتے ہیں کہ خلیل بن احمد نے کہا پانچ انبیاء دو دو ناموں والے ملے ہیں:

۱۔ محمد اور احمد ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ عیسیٰ اور مسیح علیہ السلام
۳۔ اسرائیل اور یعقوب علیہ السلام
۴۔ یونس اور ذوالنون علیہ السلام
۵۔ الیاس و ذوالکفل علیہ السلام

ابوزکریا نے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے قرآن کے پانچ نام ہیں : (۱) محمد (۲) احمد (۳) عبداللہ (۴) طٰہٰ (۵) یٰسین۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ۔ ۲۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

۳۔ اور اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کے ذکر میں فرمایا: وانہ لما قام عبدا للّٰہ یدعوہ، مراد نبی کریم ﷺ جب عبادت کرنے کے لئے لیلۃ الجن میں کھڑے ہوئے۔ کادُوْا یَکُوْنُوْنَ علیہ لِبَدًا، قریب ہے کہ وہ لوگ اس پر نمدہ اور ٹاٹ بن جاتے۔

کہ وہ بعض بعض پر واقع ہوئے تھے جیسے نمدہ ہوتا ہے، اُون سے تیار کیا جاتا ہے اور بعض بعض کے اوپر رکھی جاتی ہے لہٰذا وہ لبد اور ٹاٹ ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: طٰہٰ ما انزلنا علیك القران لتشقٰی، اور قرآن مجید ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا تھا کسی اور پر نہیں (تو پھر طٰہٰ سے مراد بھی حضور ﷺ ہیں گویا طٰہٰ ان کا نام ہے)۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یٰسین۔ یعنی اے انسان! اور انسان سے مراد یہاں عاقل (یعنی انسان کامل ہے) اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔
یٰسین کہہ کر فرمایا: اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْن کہ آپ رسول ہیں۔

میں نے کہا کہ اس کے علاوہ بعض اہلِ علم نے اضافہ کیا ہے۔ اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ کے نام یہ رکھے ہیں : رسول، نبی، اُمی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج المنیر، رؤف، رحیم، نذیر مبین، مذکر، رحمۃ، نعمۃ، ہادی، عبد صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا۔

(۱۵) ہمیں خبر دی حسین بن فضل نے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی ان کو، یعقوب بن سفیان نے، ان کو ابوعثمان نے، ان کو عبداللہ بن مبارک نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں خبر دی ابراہیم بن اسحٰق نے، ان کو مُسیب بن رافع نے، وہ کہتے ہیں کہ کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ سے فرمایا: اے میرے بندے! میں نے آپ ﷺ کا نام پسندیدہ اور منتخب شدہ توکل کرنے والا نام رکھا ہے۔

(۱۶) ہمیں خبر دی ابوعبداللہ حافظ نے، ان کو خلف بن محمد بخاری نے، ان کو حدیث بیان کی صالح بن محمد بن حبیب حافظ نے، ان کو محمد بن میمون مکی نے، ان کو سفیان بن عیینہ نے علی بن زید سے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے سنا کہتے تھے جمع ہو جاؤ اور باہم مذاکرہ کرو کہ عرب جو شعر کہتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت شعر کون سا ہے؟ لوگوں نے جمع ہو کر اجتماعی طور پر کہا کہ وہ شعر سب سے زیادہ خوبصورت ہے جو ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہا تھا ۔

وَشَقَّ لَـهٗ مِنْ اِسْمِـهٖ كَیْ یُجِلَّـهٗ فَذُوا الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

یہ بات انتہائی مشکل تھی کہ آپ ﷺ کے نام کی بابت کوئی ایسی فیصلہ کُن بات کہی جائے جو آپ ﷺ کی ذات اور نام کے شایانِ شان جلاء اور وضاحت کا کام دے سکے۔ تو یہ بات معقول لگتی ہے کہ عرشِ بریں کا مالک محمود ہے اور یہ صاحبِ رسالت مُحمّد ہے۔

اور اس کو روایت کیا ہے مسیّب بن واضح نے سفیان سے، اور انہوں نے کہا لِیَجِلَّہٗ، تا کہ وہ اس کو جلا بخشے (یا اس کو جلالت عطا کرے)۔

☆☆☆